

CALL No. 955.13 ACC. NO. 944.1
 AUTHOR ۱۹۴۲
 TITLE

R07.12.00.

STOCKS

۱۹۴۲

955-13

۱۹۴۲

۱۹۴۲

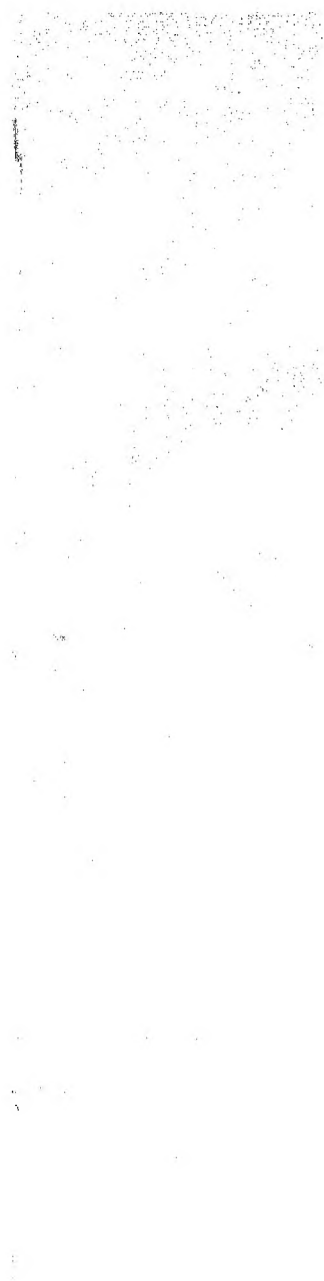
Date	No.	Date	No.



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-book and 10 Paise per volume per day for general books kept over-due.



STACRS
574085
مواضع
غدر دہلی کے افسانوں کا چوتھا حصہ
۹۲۹۸

بہادر شاہ کا مقہ

جو حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ آخری تیموریہ بادشاہ پر
غدر شاہی کے بعد انگریزوں نے چلایا تھا اور جس میں

غدر کے تمام حالات و اسباب

اور عبرتناک مباحثے ہیں !

ترجمہ

مصطفیٰ فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی



کارکن حلقہ شان بک ڈپو دہلی
ستمبر ۱۹۲۳ء میں دوسری بار
چھپوا کر شائع کیا

CHECKED

Date

مطبوعہ

دہلی پرنٹنگ ورکشاپ

قیمت فی جلد ۱۰۰

(کتابتہ)

بار دوم - دہلی

کو لکھا تھا جس پر ملایا ہے اور اس کے اقتباس درج ذیل ہیں۔
 ساتھ ہی ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ بادشاہ سابق کی زندگی
 میں نے ذمہ لے لیا ہے اور یہ میجر جنرل ولسن کی ہدایت کے بموجب
 دہلی جیل کی کمیشن کو مجاز نہ ہوگا۔ کہ ان پر کوئی سزا مقرر کرے۔ یا اپنی تحقیقات
 بناب میں آپ کے مستحق تحریری شہادت جو مجھے دستیاب ہو سکیں

کے مقدمہ کی تجویز ختم کر چکنے کے بعد میں سلسلہ دے دوں گا ان کو ہم پہنچانے
 بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی بھی بغاوت میں شامل

قابل اطمینان بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقدمہ کی سٹر جس مرفی ڈپٹی کلکٹر
 یعنی بادشاہ برائز مات قائم کئے جائیں اور انہیں پیروی کیے اور اعلیٰ درجہ کے زبان
 میرے خیال میں کسی دوسرے طریقے سے بادشاہ کا جرم یا برہنہ منی کے موافق بطور
 اس طریقہ کا فیصلہ بے انصافی اور ایک طرفہ کارروائی

ہوگا۔ اگر کسی امر واقعہ پر جو تفتیش میں آئے یا اس فیصلہ کی سب سے مختصر
 دوں ہوگا۔ کہ مقدمہ کے دونوں رخ سنے اور سب سے جائیں ایسا فیصلہ
 اکا ہو یا بریت کا، موافق ہو یا مخالف، مستند اور قطعی فیصلہ تسلیم کیا رہے
 لہذا میں مشورہ دیتا ہوں کہ یہ طریقہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ صرف یہی ہے
 جس سے عدالت۔ ملزم۔ اور عوام کسی اطمینان بخش نتیجہ پہنچ سکتے ہیں

اگر آپ نے میری رائے کو تسلیم کیا تو میں فی الفور درخواست تیار کروں گا۔ جس
 کی تیار سابق بادشاہ دہلی نافذ کئے جاسکتے ہیں۔ اس کی تہنیت میں وہی طریقہ
 جس کا جو عام طور سے ایسی حالت میں برتا جاتا ہے۔

صلاح کا طالب آپ کا نیازمند

فریڈرک میجر جنرل ڈپٹی ڈیو کیٹ جنرل

جب انہوں نے رضامندی
کے مسلح باڈی کارڈ نے ان
مسٹر فریز کو قتل کیا۔ اسی وقت کہ
قلعہ دار صاحب کی قیادگی

کہیں اگرچہ
گئی کہ خدا کا

اخذ

اس میں رعایت نہ کی گئی۔ اور یہ
دراورداد جرم تیار کی گئی۔ اور مقدمہ باضابطہ
وہ پہلا خیال کہ لٹاوت سے تعلق رکھنے والے تمام معاملات
لی جائے۔ ترک نہیں کیا گیا۔ اس بات کا ذکر یہاں کرنے سے
ان واقعات کو بھی شامل کر لیا جائے۔ جو ظاہر ہے ملاقات معلوم
ن کو ختم کرنے کے بعد میں مقدمہ ہذا کے تعلق کچھ الفاظ کہتا ہوں۔
روايات جرم ہیں۔

حفاظ لازم کے مرتبہ کے۔ اور پیکل نقطہ نظر سے ان۔ نہ ہونے
پیش نظر رکھتے ہوئے۔ مقدمہ معمولی مقدمہ نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ
کے صفیات پر محفوظ رہنے والا معاملہ ہے۔ مقدمہ حقیقتاً اہم اور نادر
خاتمہ ایک فیصلہ پر ہوگا تاہم وہ فیصلہ ہر ادا کوئی کی نظر سے گذرے گا اور ہر
جذبات سے دیکھیں گے جن سے کوئی اور فوجی کا مقدمہ نہ دیکھا گیا ہو۔

ذیل میں خط نمبر ۱۹ مورخہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۷۹ء سے اقتباس کیا گیا ہے جو بنی
قائم مقام کٹر دہلی نے سیرجنل بیٹی۔ سی۔ بی۔ کمانڈنگ دہلی سینڈ فورس کو تحریر کیا
تھا۔ جو اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ عدالت کے اختیارات کیوں صرف فیصلہ
تک محدود نہ گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ سیرجنل ولسن نے لازم سے کہہ دیا
کہ کہیں سزا موت نہ دی جائے گی۔ مسٹر سائڈرس کا خط یہ جب دیکھا

سرمان لارنس لکھا گیا ہے اور اس کے اقتباس درج ذیل ہیں۔
 میں ساتھ ہی ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ بادشاہ سابق کی زندگی
 کا کپتان ہڈسن نے ذمہ لے لیا ہے اور یہ میجر جنرل ولسن کی ہدایت کے بموجب
 کیا گیا ہے۔ پس فوجی کمیشن کو بجا دینا ہوگا۔ کہ ان پر کوئی سزا مقرر کرے۔ یا اپنی تحقیقات
 کی بنا پر تجویز جرم کرے۔

میں مقدمہ ہذا کے متعلق تحریری شہادت جو مجھے دستیاب ہو سکیں
 پیش کرنا ہوں اور ہر وقت اپنے مفدور بھرا امداد دینے و گواہان کو بہم پہنچانے
 کے لئے موجود ہوں۔

میرے پاس ورٹیکلر تحریری شہادت ہے جسے مسٹر جیمس مرنی ڈپٹی کلکٹر
 محصول سرکاری دہلی نے مزید احتیاط سے ترجمہ کیا ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کے زبان
 وال ہیں۔ اور اگر آپ منظور فرمادیں تو وہ خود کو آپ کی مرضی کے موافق بطور
 مترجم پیش کر سکتے ہیں۔

تحریری شہادت بہت لمبی چوڑی ہے۔ اور اسے حتی الامکان مختصر
 کرنے کے لئے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اول۔ کاغذات متفرقہ۔ دوم وہ جن
 میں قرض کا بیان ہے۔ سوم۔ وہ جن میں سپاہیوں کی تنخواہ کا ذکر ہے چہا دم
 میں تمام فوجی معاملات کا ذکر ہے۔ اور پنجم وہ جن میں واردات قتل کا حال ہے
 اور یہ خاص طور سے چہا دم سے ملحقہ رکھتا ہے۔

اس تحریری شہادت کے کثیر حصے کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ خود
 لازم کے لکھے ہوئے احکام ہیں اور اس کی گرفت کے لئے گواہی طلب کی جائے
 گی۔ دیگر کاغذات کی بھی اسی طور سے ترتیب دی جائے گی۔ یا جیسا صورت
 حالات کے مناسب ہوگا کیا جائے گا لیکن مجھے یقین ہے کہ چند کاغذات ایسے



بھی آپ کے رو برو پیش کئے جائیں گے جن کا کوئی بین ثبوت نہ ہوگا۔ کہ وہ کہاں سے آئے اور جن کی طرف یہ منسوب ہیں وہ کون ہیں، اس صورت میں عدالت کو خیال ہوگا کہ پوری تحقیقات نہایت ضروری ہے اور یہ بھی پوری نہ ہو سکے گی اگر شہادت جو بجائے خود معتبر ہو صرف اس وجہ سے کہ خفیف ضابطہ سے منطبق نہیں ہو سکتی رد کر دی جائے۔ آپ ان مشکلات کو پیش نظر رکھیں گے جو کسی تحریر کے اثبات میں حائل ہو جاتی ہیں اور جبکہ منسوب الیہ انکار کی کافی وجوہات رکھتا ہے اور وہ تحریر اس کی کھمی ہوئی نہیں ہیں اور اسے ملزم سے کوئی تعلق نہیں رہا بی شہادت پر مجھے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں وہ معتقد ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن یہ ذہن نشین ہو جانا چاہئے کہ ہر بند مستثنائی طبع میں بطور گواہ کے عدالت میں پیش کروں گا۔ وہ ضرور اپنے اظہار کو مفید مطلب بنانے کے لئے کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل کرے گا۔ اور غدر کے ان مستند واقعات کی موافقت نہ کرے گا۔ جن کا میں اول ہی سے علم ہے۔ میں اب تحریری شہادت سے شروع کرتا ہوں اور پہلی شہادت تحریری ملزم و نیز ان افراد کی جو شہادت میں شریک تھے۔ ثبوت استغاثہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

الغیاب ہے۔ میرٹھ میجر

ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل وکیل سرکار

یہاں وکیل سرکار نے نہایت دلچسپ خطوط عدالت کے سامنے پیش کئے جن میں بعض بہادر شاہ کے نام ان کے اہل و عیال اور فرج وغیرہ کے ہیں اور بعض خود بادشاہ کے مذکورہ لوگوں کے نام ہیں اکثر خطوط خود بادشاہ کی تحریر ہیں اور دستخط موجود بیان کئے گئے تھے۔ میں نے ان خطوط کو عمدہ تصدیق ایسا ہے۔ ورنہ یہ کتاب

بادشاہ کے دستخط ان پر ہیں اور کند لال ملزم کے اسپیشل سکرٹری کی مہر ہے نمبر ۵۔
گواہ کو دکھایا جاتا ہے۔ اسے وہ کند لال کی تحریر بتاتے ہیں اور بادشاہ کی خاص
مہر شاہی ثبت ہے۔

بیج ایڈوکیٹ پھر مستذکرہ کا غذاات کا ترجمہ نمبر ۲ تک پڑھتا ہے۔
اب دھانی بیج گئے ملزم پہنی پڑھانے کی دستاویز کرتے ہیں۔ عدالت
دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے مقدمہ ملوی کر دیتی ہے۔

دوسرے روز کی کارروائی

جمعرات ۲۸۔ جنوری ۱۹۵۷ء

آج پھر عدالت بوقت گیارہ بجے صبح قلمہ دہلی کے وکیلان خاص میں مقدمہ پہلی
پریسڈنٹ میجر ان سترجم اور ڈپٹی بیج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
ملزم عدالت میں حاضر کئے گئے۔

حجیم احسن المدخال عدالت میں طلب کئے گئے۔ اور گزشتہ تصدیق کی
یا دھانی کا گئی۔

اس ملزم استدعا کرتے ہیں کہ ایک قانون پیشہ غلام عباس نامی ان کی
طرف سے عدالت میں باریاب کیا جائے تا انہیں قانونی مدد دے سکے۔

عدالت منظور کرتی ہے اور غلام عباس اپنے مقام پر بلا لیا جاتا ہے۔
پھر سترجم اعلیٰ کا غذاات کو پڑھتا ہے جس کا ترجمہ بیج ایڈوکیٹ نے کل پڑھا
تھا اور ملزم کے مددگار کو سمجھایا جاتا ہے کہ کل گواہ نے ہر ایک کاغذ کی کسی شہادت
دی جب سترجم اعلیٰ فارسی کا غذاات کو نمبر ۲ تک پڑھ چکنا ہے، تو بیج ایڈوکیٹ
نمبر ۵ تک انگریزی ترجمہ پڑھتا ہے۔

یومِ غزنی کی حالت طاری ہو گئی۔ لہذا عدالت دو بجکر بیس منٹ پر دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے برخاست کی گئی۔

تیسرے روز کی کارروائی

یومِ جمعہ ۲۹ جنوری ۱۸۵۸ء

عدالت گیارہ بجے دیوانِ خاص، واقع قلعہ دہلی میں منعقد ہوئی۔ پریسیڈنٹ۔ ممبران۔ مترجم۔ جج۔ ایڈوکیٹ۔ سب موجود ہیں۔ موزم عدالت میں لائے گئے اور غلام عباس مختار بھی موجود تھا۔ مترجم نمبر ۶ تک اصلی فارسی کا غذا پڑھتا ہے کل جن کو جج ایڈوکیٹ نے انگریزی میں پڑھ کر سنایا تھا۔ وکیل غلام عباس گواہ کی حیثیت سے اظہارِ وتیابہ۔ جج ایڈوکیٹ اظہارِ وتیابہ۔

سوال ۱۰۰۔ ایسی شہداء کو جب باغی فوجیں میرٹھ سے آئی تھیں تم کہاں تھے؟

جواب۔ میں اس دیوانِ خاص میں تھا۔

سوال۔ تم نے جو کچھ اس موقع پر دیکھا ہو بیان کرو؟

جواب۔ ۸ بجے صبح پانچ یا چھ سواروں کی آمدنی گئی۔ اور وہ بادشاہ کی نشست گاہ کے باہر تھے۔ پہلے انہوں نے بہت زور زور سے چلانا شروع کیا جس پر بادشاہ نے اپنے غلاموں کو دیکھنے کے لئے کہا کہ کون لوگ شور مچاتے ہیں۔ ایک غلام برآمدہ میں آیا اور سواروں سے تھوڑی دیر گفتگو کرتے رہنے کے بعد بادشاہ کے پاس واپس چلا گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس نے بادشاہ سے جا کر کیا کہا۔ مگر اسی وقت بادشاہ نشست گاہ سے اٹھے ہوئے دوسرے کمرے میں آئے اور مجھے طلب کیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ سوار میرٹھ میں بغاوت پھیلانے کے لئے آ رہے ہیں اور اب چاہتے ہیں کہ مذہب

کی حمایت میں انگریزوں سے لڑیں اور انہیں قتل کریں پھر کچھ فی الفور کپتان ڈگلز کے پاس جانے کی ہدایت کی اور کہا کہ انہیں سب حال بنا دینا اور انتظام کے لئے درخواست کرنا۔ بعدہ اپنے کسی شاہی خدمتگار سے کہہ دو وازہ بند کرالیا جس کے میں کپتان ڈگلز کے پاس گیا اور پیغام سنا دیا۔ کپتان ڈگلز سنتے ہی میرے ہمراہ ہوئے اور کہا کہ کیا معاملہ ہے؟ خیر سچہ لوں گا۔ پھر وہ اسی دیوان خاص میں آئے اور بادشاہ ہی ان سے ملنے کے لئے آگئے۔ بادشاہ میں اس وقت خاصی طاقت تھی اور بدوں کی کے سہارا صرف فکڑی ٹیکے ہوئے آگئے تھے۔ پھر انہوں نے کپتان ڈگلز سے دریافت کیا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ کیا معاملہ ہے؟ یہ فوجی سوار آئے ہیں اور اپنی سب سے شاکار روائی بہت جلد شروع کرنا چاہتے ہیں۔ حکیم حسن الدخان اور میں اس وقت موجود تھے۔ کپتان ڈگلز نے درخواست کی کہ نشست گاہ کا دروازہ کھولا دیجئے۔ تاکہ میں ان سواروں سے دوہو گفتگو کر سکوں۔ بادشاہ نے کہا کہ میں ایسا نہ کرنے دوں گا کیونکہ وہ لوگ قاتل ہیں اور مبادا تمہارے ساتھ ہی کوئی خراب بناؤ نہ کر لیں۔ کپتان ڈگلز نے پھر دروازہ کھولانے کے لئے اصرار کیا مگر بادشاہ اس پر رضامند نہیں ہوئے اور کپتان ڈگلز کا ہاتھ تھام کر کہا کہ میں تمہیں جانے نہ دوں گا۔ اسی وقت حکیم حسن الدخان نے دوسرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ اگر آپ کو بات حقیقت ہی کرنی ہے تو براہِ مہربانی اسے کہیے۔ چنانچہ کپتان ڈگلز نے ان الفاظ میں کہا کہ میں نے یہاں پہنچ کر اسے اور اس جگہ کو دیکھنا لگے جہاں وہ تمام سوار جمع ہو رہے تھے۔ میں ہی کپتان ڈگلز کے ہمراہ کھڑے ہو گیا۔ وہاں تیس چالیس سوار بیچے کھڑے نظر آئے جن میں سے کچھ نے اپنے پاس پر بننے تلواریں تھیں اور بعض سپتولیں اور کھار توں ہاتھ میں لئے ہوئے تھے اور ایک پہل کی طرف سے چلے آ رہے تھے ان کے پاس بھی تھے جو شاہی سوار تھے۔ جن کے سروں پر گھڑیاں تھیں۔ کپتان ڈگلز نے سواروں کو لگا کر کہا اور پھر

یہ شاہی بیگمات کے کمرے ہیں۔ تمام ان کے پاس کھڑے ہو کر بادشاہ کی بیعتی کر رہے
 ہو یہ سنتے ہی وہ سب ایک ایک کر کے رنج گھاٹ کے پھاٹک سے چلے گئے۔ ان کے
 جانے کے بعد کپتان ڈگلز بادشاہ کے پاس پھر حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے قلعہ اور شہر
 کے دروازے بند کرنے کے لئے کہا تاکہ باغی اندر نہ داخل ہو سکیں۔ کپتان ڈگلز نے
 بادشاہ کو اطمینان دلایا کہ خوف کی کوئی بات نہیں ہے اور ان کا فرض ہے کہ خطا خواہ
 انتظام کریں۔ یہ کہہ کر کپتان ڈگلز چلے گئے اور بادشاہ اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے
 میں اور حکیم حسن الدغاں دونوں یہاں دیوان خاص میں آکر بیٹھ گئے۔ اس
 کمرہ میں ہمیں بیٹھے ہوئے ایک گھنٹہ گزرا ہو گا کہ کپتان ڈگلز کا خدمتگارا ایک دفعہ
 لئے دوڑتا آیا جس میں حکیم حسن الدغاں کو طلب کیا گیا تھا حسن الدغاں کے ہمارے
 سے میں بھی ان کے ہمراہ ہوا۔ جو شخص ہمیں لینے کے لئے آیا تھا کہنے لگا کہ کپتان ڈگلز
 اس وقت کلی خانہ میں ہیں۔ مگر وہاں آنچک معلوم ہوا کہ وہ اپنی قیام گاہ پر چلے گئے ہیں۔ اسی
 وقت میں نے شہر کے ایک حصہ موسومہ دریا گنج میں بہت دھواں اٹھتے دیکھا اور انگلیں
 کی زبانی سنا کہ سوائے گلوں پر فریزر کے یہاں پھر کشت کرتے ہوئے کپتان ڈگلز کی
 جائے رہائش لاہوری دروازہ قلعہ پر پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ تیسرے کمرہ میں ہیں
 دریا فی کمرہ میں ہیں مسٹر فریزر نے حکیم حسن الدغاں کپتان ڈگلز سے
 ملنے اندر چلے گئے اور میں مسٹر فریزر کی درخواست پر ان کے ہمراہ واپس ہوا۔ جو
 بادشاہ سے دو تو ہیں اور چند پیدل سوار کپتان ڈگلز کی قیام گاہ کی حفاظت
 کے لئے مانگئے جا رہے تھے۔ میں اور مسٹر فریزر سیڑھیوں سے اتر آئے انکے ہمراہ ایک
 صاحب اور تھے جن کا نام مجھے معلوم نہیں مسٹر فریزر کے پاس ایک تلوار تھی اور
 ان کے براہی کے ایک ہاتھ میں اسٹول اور دوسرے میں ہندو قتی مسٹر فریزر نے
 میرے جلد پہنچنے کی خواہش کی گو وہ خود بھی آ رہے تھے۔ مگر میں پہلے ہی پہنچ گیا۔

بادشاہ کے کمرہ میں پہونچکر میں نے انہیں خبر کرائی اور جب دو باہر کے تویں نے سٹر
فرزیر کی درخواست گوش گزار کر دی۔ بادشاہ نے سنتے ہی تمام فرج کو جو اس وقت
حاضر تھی مع ایسے انسروں کے جو سیر آسکیں دو توپوں کے کفر اکتیان وگلکس کے
مقام پر اپیش پرپونچنے کا حکم دیا۔ اسی وقت حکیم حسن الدخاں بھی آگئے انہوں نے
بادشاہ سے کہا کہ کپتان وگلکس نے دو ہالکیوں کے لئے درخواست کی ہے۔ تاکہ ان دو
لیڈیوں کو جو ان کے مکان میں مقیم ہیں حرم سرا میں لے جا کر پوشیدہ کر دیا جائے۔
بادشاہ نے حکیم حسن الدخاں سے بندوبست کرنے کے لئے کہا اور مقرب خدنگاروں
کو دو ہالکیاں اور ان کے اٹھانے کے لئے معتد کہا روں کو روانہ کرنے کا حکم دیا۔ اور کہا
انہیں سیدھی راہ سے نہ لائیں بلکہ بائیں باغ سے چکر دے کر لائیں تاکہ باغی سواروں
کو جو قلعہ میں ٹھس گئے ہیں یہ نہ معلوم ہونے پائے۔ بادشاہ احکام دے کر اندر کھڑے
ہوئے جلدی کی تاکید کر رہے تھے اور حکیم حسن الدخاں ان کے قریب ہاتھ پوتے
تھے نوٹری دیر بعد ایک خدنگار جو ہالکیاں لینے گیا تھا واپس آکر کہنے لگا کہ ہالکیاں
روانہ کر دی گئی ہیں۔ ہالکیوں والے بھی تھوڑے عرصہ بعد پلٹ آئے۔ اور کہا سٹر فرزیر
قتل کر دیئے گئے۔ یہ دس بجے سے قبل کا واقعہ ہے حکیم حسن الدخاں نے پھر
دوسرا آدمی صحیح خبر لانے کے لئے روانہ کیا۔ ونیز یہ کہ کپتان وگلکس کہاں ہیں وہ
لوگ بھی کچھ دیر بعد واپس آئے اور کہا صرف سٹر فرزیر ہی نہیں بلکہ کپتان وگلکس اور
ان کی سہرا ہی لیڈیاں سب قتل کر ڈالے گئے۔ بادشاہ نے یہ سن کر اندر چلے گئے مگر
حکیم حسن الدخاں کے ہمراہ نہایت سراپیمہ ہو کر دیوان خاص کے کمرہ میں چلا آیا۔
فورا بعد ہی پیدل سپاہ کے دونوں دستے جو قلعہ کے پھاٹکوں پر متعین تھے میر پٹ
کے باغی سواروں کو ہمراہ لے ہوئے دیوان خاص میں داخل ہوئے جہاں ان
لوگوں نے بندوبست اور سپتول ہو ایں دینے کئے۔ اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔

بادشاہ شورغل سن کر اندر سے نکل آئے۔ اور دیوان خاص کے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنی خدمتگاروں سے کہا۔ لوگوں کو شور مچانے سے منع کرو اور سپاہیوں کو آگے آنے کے لئے کہو۔ پھر شور مچا دیا اور انہیں سوار بے ستور گھوڑوں پر چڑھے۔ بعد کے بادشاہ کے پاس چلے آئے اور کہا وہ چاہتے ہیں کہ کارٹوسوں کا استعمال ایک سخت ستر کر دیا جائے۔ جو سپہروا اور سمنان دونوں مذہب کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ان میں سوار اور گائے کی چربی ہے۔ اور انہوں نے حال ہی میں میرٹھ کے تمام انگریزوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اور اب بادشاہ سے امداد طلب کرتے ہیں بادشاہ نے جواب دیا میں نے تمہیں طلب نہیں کیا تھا۔ یہ تم نے بڑی بد ذاتی کا کام کیا اس پر ایک سویا و سو کے قریب پیدل جو میرٹھ سے آگئے تھے۔ آگے بڑھے اور دیوان خاص میں داخل ہو گئے۔ اور کہا تا وقتیکہ کہ حضور بادشاہ ہم میں شامل نہ ہوں ہم مردہ لوگ ہیں اور کچھ بھی نہیں کر سکتے پھر بادشاہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور سپاہی سوار انہیں دیکھ کر بے اختیار آئے گئے۔ اور زمین بوس ہو کر بادشاہ کو اپنا ہاتھ ان کے سروں پر رکھنے کے لئے درخواست کی۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ لوگ جو دل میں آیا کہتے رہے اور جب بہت اثر دہام ہو گیا۔ تو میں وہاں سے چلا گیا۔ اس وقت خوب شور و ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ اور سب لوگ متفق ہو کر بلند آواز سے چلا رہے تھے۔ بعد بادشاہ اپنے کمرہ خاص میں چلے گئے اور سواروں نے صحن میں گھوڑے باندھ کر اور تمام باغی سپاہ نے دیوان عام میں اپنے بستر کھول کر بچھا دیئے قلعہ کے چاروں طرف پہرہ تعینات کر دیا۔ گیا اور میں حکیم حسن الدخان کے کمرہ میں جا کر لیٹ گیا۔ شام کو چار یا چار بجے کے بعد بہت شور و غل مچا اور باہر نکل کر دیکھا تو سیکرین کی طرف سے بہت گرد و غبار اٹھتا ہوا تھا آیا۔ اسی وقت یہ معلوم ہوا کہ باغیوں نے سیکرین پر حملہ کیا ہے لیکن بعد میں بتایا ملاوی فوج نے سیکرین کو اڑا دیا۔ قریب پانچ بجے کے میں نے یہ سنا کہ

باغیوں نے انگریز مرد و عورت اور بچے ساتھ آٹھ کی تعداد میں گرفتار کر لئے ہیں۔ اور
 انہیں قتل کرنے کے لئے بادشاہ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ مگر بادشاہ نے کہا کہ
 ان قیدیوں کو مجھے دید و میں انہیں حفاظت سے رکھوں گا۔ انہوں نے اس شرط پر
 قیدیوں کو بادشاہ کے حوالے کیا کہ گارد کے سپاہی باغیوں میں سے مامور کئے جائیں گے
 اس پر بادشاہ نے انہیں کمرہ میں مقید کر دیا اور حکم نافذ کیا کہ قیدیوں کیلئے کھانا باغی
 طور پر بادشاہ کے خرچ سے ہی کیا جائے۔ غروب آفتاب کے بعد میں ارادہ کر لیا ہوتا
 کہ شہر میں اپنے مکان کو جاؤں اور جب دیوان عام کے صحن میں پہنچا۔ تو میں نے
 وہاں وہی رحمت کے بہت سے سپاہی موجود پائے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر
 سیدھا مکان کو چلا گیا۔ دوسرے روز صبح کو جب میں قلعہ میں آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہاں
 کی آواز میں نے دس یا گیارہ بچے شب کو سنی تھی وہ ہیں و سستانی تو سب زندہ وہی نے
 بادشاہ کی سلامی میں داعی تھیں۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اس کی وجہ یہ تھی کہ
 بادشاہ نے عنان حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لی ہے یا کچھ اور؟ تب میں دیوان
 خاص میں آیا۔ اور حکیم احسن اللہ خاں سے ملکر دریافت کیا کہ آیا بادشاہ نے اس
 بدامنی کو فرو کرنے کی کوئی تدبیر کی ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ نے
 ایک خط لکھتے گورنر آگرہ کو اس مضمون کا بذریعہ سائڈنی سوار روانہ کیا ہے پندرہ
 روز کے بعد پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس خط کا کوئی جواب آیا یا نہیں تو
 انہوں نے جواب دیا کہ سوار تو واپس آگیا ہے لیکن نہ جواب لایا اور نہ رسید لایا وہ یہ
 کہتا ہے کہ میں نے خط پہنچا دیا۔ اور اس کا جواب پندرہ روز کے بعد آئے گا۔ پہلے دیوان
 کے واقعہ کے بعد میں نے خط لکھ کر دیا۔ چوتھے پانچویں روز کبھی کبھی چلا جاتا تھا۔ اور
 بادشاہ کو سلام کر کے واپس آجاتا تھا۔ اچھے کے واقعات کے نسبت میں کچھ نہیں جانتا۔
 سوال یہ کہ یہ بھی سنا کہ ستر فریزر کو قتل کیا؟ کیا بادشاہ کے ملازمین نے

کیا تھا یا کسی اور سے۔

جواب۔ اس وقت تو یہ مشہور تھا کہ سپاہیوں نے ولیمہ کیا اور شرفریزہ ریلوے میں مارے گئے لیکن بعد میں میں نے یہ سنا کہ انہیں ایک دہارے قتل کیا ہے۔ جس کی دوکان کپتان ڈگلس کے مکان کے نیچے بازار میں واقع ہے۔ لیکن میں نہیں بتا سکتا کہ اس بار وہ کہاں ہے یا اس کا کیا نام ہے۔

سوال۔ بادشاہ کا دیسی احشروں کے سر پر ہاتھ رکھنا کیا معنی رکھتا ہے اس سے ان کی خدمات کا قبول کرنا نہ نظر تھا؟

جواب۔ قریب قریب ایسا ہی تھا لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت بادشاہ کے کیا خیالات تھے۔

سوال۔ بادشاہ کا اقتدار کب دہلی میں شہر کیا گیا یا بادشاہ کا عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لینا کب عام طور پر مشہور ہوا تھا؟

جواب۔ مجھے معلوم نہیں کہ کوئی باقاعدہ تشہیر اس امر کی گئی تھی یا نہیں۔ ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو اور میں نے نہ سنا ہو لیکن بادشاہ کا اقتدار غدر ہی کے روز سے قائم ہو گیا تھا۔

سوال۔ کیا اتنی دیر سے توپوں کی سلامی دی گئی تھی؟

جواب۔ میں یہ نہیں جانتا۔ میں نے توپوں کی آواز سنی جو بطور سلامی داغی گئی تھیں۔

سوال۔ بادشاہ کے زیر حکم تھے؟

جواب۔ عام طور پر شاہی سلامی میں آئین توپیں داغی جاتی ہیں میرے خیال میں شاید اتنی ہی داغی گئی ہوگی۔

سوال۔ بادشاہ نے سب سے پہلا دوبار عام کس روز منعقد کیا تھا؟

جواب۔ انہوں نے خدر کے پہلے ہی روز سے دربار منعقد کرنا شروع کر دیا تھا اور وہی
سواروں کو پہلے بار یا ب کیا تھا وہی پہلا دربار کہا جاسکتا ہے۔
سوال۔ خدر سے پہلے بادشاہ اور ان کے خاندان میں کیا تم اکثر برا کرتے اور
ان سے ملے جلتے تھے؟

جواب۔ میں روزمرہ قلعہ آیا کرتا تھا۔ اور لفٹ گورنر کے اجینٹ سے وضو کتابت
ہوتی وہ میرے ہی محفلت ہوتی تھی۔ میں بادشاہ کا ملازم تھا۔ اور میرا اقرار ستر پلس
میڈیکل کے اثر اور ذریعہ سے ہوا تھا۔

سوال۔ کیا تمہیں یہ جاننے کا موقع ملا تھا کہ قلعہ میں کیا ہوا کرتا ہے؟
جو خدر سے پہلے ہوا کرتی تھی؟

جواب۔ مجھے یہ واقع حاصل تھے مگر میں نے کسی کوئی خاص بات نہیں سنی۔
سوال۔ کیا تم پر بادشاہ اور ان کے مقررین کو اتنا اعتماد تھا کہ وہ ان راز کی باتوں یا
تدابیر کو جو گورنمنٹ برطانیہ سے چھپا نا چاہتے ہوں تم پر ظاہر کر دیں؟

جواب۔ میرا شمار ان لوگوں میں نہ تھا جن سے ایسے معاملات کے متعلق رائے
لی جاتی یا آگاہی کی جاتی تھی۔ البتہ حکیم حسن اللہ خاں و محبوب علی خاں زیادہ مستند
سمجھے جاتے تھے۔

عدالت ہفت چار بجے دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے برخاست ہو گئی۔

چوتھے روز کی کارروائی

پوسٹ سینچر۔ ۳۰ جنوری ۱۹۵۵ء

عدالت آج گیارہ بجے پھر منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ۔ ممبران۔ مترجم۔ ڈپٹی جج۔ ایڈووکیٹ جنرل سب موجود تھے

مزم عدالت میں لائے گئے۔

غلام عباس گواہ پھر طلب کئے گئے اور گزشتہ بیان کے سلسلہ میں اظہار کیا گیا۔

جج ایڈوکیٹ اظہار لیتے ہیں

سوال۔ کیا تمہیں غدر سے پہلے مزم کے خطوط دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے؟

جواب۔ جی ہاں میں نے بارہا دیکھے ہیں اور اب بھی ان کا خط پچان سکتا ہوں۔

سوال۔ جو کاغذات عدالت میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور مزم کے خود تحریر کردہ ہیں۔ نیز

ان پر مہر شاہی ثبت ہے کیا تمہیں ان کے اصلی ہونے میں شبہ ہے؟

جواب۔ کاغذات علی العموم بادشاہ کے ہاتھ کے ہیں اور شاید دو کاغذوں پر شبہ ہے

سوال۔ جب انگریزوں نے اور پچھلے قلمہ میں قتل کئے گئے کیا غم اس وقت موجود تھے؟

جواب۔ جی نہیں۔ میں قلمہ میں موجود نہیں تھا۔ لیکن بعد میں سنا کہ کچھ لوگ

قتل کئے گئے ہیں۔

سوال۔ تمہیں معلوم ہے کہ انہیں کس نے قتل کیا؟ کیا بلوائیوں میں سے کوئی تھا؟ یا

بادشاہ کے خاص ملازموں نے ان کو قتل کیا تھا؟

جواب۔ میں یقینی کچھ نہیں بتا سکتا۔ البتہ دو باتیں روز بعد جب میں قلمہ میں آیا۔

اے حکیم حسن الدخاں سے دریافت کیا کہ کیوں انہوں نے یہ موقع واردات لوگوں

کو اس کفل سے باز نہیں رکھا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ غم سے جو کچھ ہو سکا کرتا رہا

لیکن باغی باز رہنے والے نہیں تھے۔

سوال۔ کیا حکیم حسن الدخاں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ موقع واردات پر موجود تھے؟

اب نہیں انہوں نے صاف ظاہر نہیں کیا کہ آیا وہ وہاں موجود تھے یا نہیں،

اس واردات میں کتنے انگریز قتل کئے گئے تھے؟

جواب - پہلے مجھے اتنا معلوم نہیں تھی۔ یا ممکن ہے معلوم ہو۔ اور بھول گیا ہوں لیکن ابھی گذشتہ دس بارہ روز میں معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ اتنا دین مع عورتوں اور بچوں کے بچا س گئے۔

سوال - کیا ملازم کے ایسا سے یہ لوگ قتل کئے گئے؟

جواب - میں اس معاملہ میں زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ جو کچھ حکیم حسن المدفان سے سنا ہے وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے قتل کرنے سے منع کیا تھا مگر انکی خلاف مرضی ایسا کیا گیا۔

سوال - یہ نہیں معلوم ہے عذر کے ننانہ میں ملازم ڈاڑھی روز نامہ پر لکھتا تھا، اگر ایسا ہے تو وہ کون شخص تھا؟

جواب - مجھے معلوم نہیں اس وقت ڈاڑھی تھی یا نہیں مگر عذر کے پیشتر البتہ ڈاڑھی تھی۔

سوال - کیا مرزا غسل دہلی کی باغی افواج کے کمانڈر انچیف مقرر کئے گئے تھے اور اگر کئے گئے تھے تو کب اور کس نے کیا تھا؟

جواب - مرزا غسل بیگ فوجوں کے کمانڈر انچیف مقرر ہوئے تھے اور عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فوجوں کے کہنے سے کیا تھا۔

سوال - عذر سے پہلے ہندوستانی فوج کی ناراضگی کی بابت تم نے کچھ سنا تھا؟

جواب - جی ہاں میں نے سنا کہ چرب کاروں کے استعمال کی وجہ سے حکومت میں دو رجمنٹوں نے بغاوت کی تھی اور پھر وہ منتشر کر دی گئیں۔

سوال - عذر سے پہلے تم نے سنا کہ دہلی کی رجمنٹوں کو کسی طرح بھی بدول کیا گیا؟ جواب - نہیں۔

عدالت نے اظہار سے

سوال - انگریزوں کے قتل کے بعد کیا قسٹے ان کی لاشیں - خون یا :

نشان دیکھا جس سے معلوم ہو کہ وہ قتل کئے گئے ہیں؟

جواب۔ میں نے یہ کچھ نہیں دیکھا۔

سوال۔ کیا تمہیں وہ جگہ معلوم ہے جہاں یہ عورتیں بچے وغیرہ قتل کئے گئے؟

جواب۔ میں نے سنا ہے کہ وہ جگہ میں قتل کئے گئے جو لاہوری دروازے سے قلعہ میں داخل ہوتے ہوئے ملتا ہے اور چوتھرہ کے پاس ہی ہے مگر کوئی خاص جگہ نہیں بتا سکتا۔

سوال۔ بہتیں معلوم ہے لاشوں کا کیا حشر ہوا؟

جواب۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان کا کیا حشر ہوا۔ مگر اتنا سنا ہے کہ گاڑیوں میں ڈال کر لے گئے تھے۔

جج ایڈوکیٹ کا مکرر اظہار لینا

سوال۔ بہتیں معلوم ہے کہ یہ انگریز عورتیں اور بچے قتل کئے جانے کے قبل ہی سے قید کر دیئے گئے تھے اگر لے گئے تھے تو کہاں؟

جواب۔ میں نے سنا ہے کہ وہ قید کر لئے گئے تھے۔ اور انہیں بادشاہ کے باور چھانے یا اسی کے متعلقہ کمرہ میں بند کیا گیا تھا۔

سوال۔ انہیں کے روز بند رکھا گیا؟

جواب۔ آٹھ یا دس روز۔

سوال۔ عذر کے زمانہ میں ملزم کی مہر شاہی کس کے پاس رہتی تھی؟

جواب۔ وہ ملزم کے خاص کمرہ میں رکھی تھی۔

سوال۔ کیا اس کا استعمال صرف بادشاہ تک محدود تھا؟

جواب۔ مہر کبھی بادشاہ کے حکم کے بغیر نہیں لگائی جاتی تھیں۔

ملزم سوالات جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ پھر ملزم کے مددگار کی حیثیت سے اپنی جگہ پر جا بیٹھے ہیں۔

فارسی کے کاغذات ضمنی تغیرات میں نمبر ۵ سے ۸ تک جو راجہ

باب گردہ کی تجویز مقدمہ میں عدالت کے رویہ صبح مان لئے گئے تھے اور بدوں کسی شہادت کے اب پھر صبح تسلیم کئے گئے اور ان کا ترجمہ پڑھا گیا۔

حکیم حسن الدفان پھر طلب کئے گئے۔ اور گزشتہ بیان کا اظہار لیا گیا۔
 کاغذات نمبر ۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ گواہ کو دکھائے جاتے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ ان پر ملازم کی مہر خاص ثبت ہے گواہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ سوا نمبر ۷ کے تمام کاغذات کندال کے ہاتھ کے ہیں جو ملازم کا سیکرٹری تھا۔

کاغذات نمبر ۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ گواہ کو دکھائے جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ۲-۳-۴ اور ۱۲ کو بالکل نہیں جانتے۔ بقیہ کے لئے وہ حسب ذیل شہادت پیش کرتے ہیں۔ نمبر ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ کے ہاتھ کا ہے۔ اور بادشاہ کی مہر ثبت ہے۔ نمبر ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ ہر ایک کا حکام خاص بادشاہ کے ہاتھ کے ہیں لیکن گواہ ان کا خط نہیں پہچان سکتا۔

ان سولہ ضمن قرض کے کاغذات کا ترجمہ پڑھا گیا۔
 عدالت حکیم فردوسی مشہد ۱۲۵۵ھ تک کیلئے درخواست کر دی جاتی ہے۔

پانچویں روز کی کارروائی

یوم دو شنبہ حکیم فردوسی مشہد ۱۲۵۵ھ

دیوان خاص قلعہ وہلی میں آج پھر عدالت کا اجلاس شروع ہوا۔
 ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ مترجم، ڈپٹی جج، ایڈووکیٹ جنرل وغیرہ موجود ہیں۔

پریسیدنٹ

ملازم عدالت میں لائے گئے۔

مترجم ضمن قرض کے تمام کاغذات فارسی میں پڑھتا ہے جس کا ترجمہ گوشہ

ماہ کی ۳۰ تا ۳۱ کو پڑھا گیا تھا۔

حکیم حسن السخاں پھر طلب کئے گئے۔ اور آٹھ کاغذات ضمن تنخواہ میں تیب
دیکر انہیں دکھائے گئے۔

ہج ایڈیوکیٹ کا اظہارِ لیثا

سوال ان کا غذات کی مہروں اور خط کی بابت تمہیں کیا معلوم ہے؟

جواب - چھ کا غذات یعنی ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۸۔ خود ملزم کے لکھے ہوئے ہیں۔ اور نمبر ۲ ملزم کے یکسر ٹیری کنڈال کا لکھا ہوا ہے۔ اور اس پر معرشت ہی ثبت ہے۔ نمبر ۳ مرزا منگل ملزم کے فرزند کی درخواست ہے جو ان کے منشی جو الاناخذ کے ہاتھ کی ہے اور اس پر سرکاری جہز کا نمبر ناخچیف لگی ہوئی ہے۔

اب کاغذات مذکورہ کا ترجمہ اور اصلی فارسی میں نوزم کے سمجھنے کے لئے
پیش کیے گئے۔

اکا من کا غذا تہ من افواج ترتیب و کیر گواہ کو دکھائے جاتے ہیں۔

سوال۔ ان کاغذات کی مہروں یا خط کی بابت تم کیا جانتے ہو؟

جواب۔ کاغذات نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰ کے تمام احکام ملزم کے ہاتھ کے ہیں۔ نمبر ۲۱ پر کچھ نشانات پائے جاتے ہیں لیکن یہ بادشاہ کے نہیں۔ نمبر ۱ بجی ملزم کا تحریر کردہ ہے۔ کاغذات ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰ کی بابت مجھے کچھ معلوم نہیں۔ نمبر ۳ پر مہر خاں گورنر جنرل کے نام کی ہے۔ کاغذات نمبر ۱ میں ملزم کے دفتر کی مہر ہے۔ اور پولیس افسر بدایوں کی تحریر ہے کہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

پھر کاغذات پڑھے جاتے ہیں۔
پچھری بوقت چار بجے شام دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے قوی
کر دی جاتی ہے۔

چھٹے روز کی کارروائی

یوم سہ شنبہ مورخہ ۲ فروری ۱۹۱۷ء

عدالت دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج بوقت گیارہ بجے کچھ مختلف نوعی
پریسیڈنٹ امیران، مترجم، ڈپٹی جج، ایڈوکیٹ جنرل تمام وجود میں۔
موزم عدالت میں لائے گئے۔ غلام عباس ان کا مددگار بھی حاضر ہے۔
مترجم اہلی فارسی کاغذات کو پڑھتا ہے جس کا کل ترجمہ جو کیا گیا تھا۔
حکیم حسن اللہ خاں عدالت میں طلبہ کیے گئے اور ان کا اظہار لیا جانے لگا۔
ڈپٹی جج ایڈوکیٹ انظار لیتے ہیں

سوال۔ ان چھ کاغذات کو دیکھو اور بتاؤ کہ آپ سے کی کا جی خط بچان سکتے ہو؟
چھ کاغذات فارسی کے ضمن قتل میں ترتیب دیکھو اور دیکھا جاتے ہیں۔
جواب نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ کے گھمے ہوئے احکام ہیں۔ کاغذات نمبر ۲، ۳، ۴، ۵، ۶
خیرات علی کے گھمے ہوئے ہیں جو بہت خاں گورنر جنرل کا محرم تھا۔ اس شخص کی عادت
تھی کہ کاغذات پیشتر سے تیار کر رکھتا اور بادشاہ کی ہر وغیرہ بھی ثبت کر دیتا۔ بعد
میں بادشاہ کی منظوری پر کاغذات روانہ کیا کرتا تھا۔

سوال۔ کاغذات نمبر ۷ کی بابت جانتے ہو؟

جواب۔ جی نہیں میں خط نہیں بچان سکتا۔

سوال۔ کیا ممکن ہے کہ یہ دفتر میں پہنچنے کی نقل ہو اور کسی شخص نے اس کا

خاتم نہ پہچانتے ہو؟

جواب۔ جی ہاں مجھے خبر نجات خاں کے دفتر کے کسی منشی کا خط معلوم ہوتا ہے۔
چھہر کا غذا پھر ترتیب دیئے گئے۔ اور ڈپٹی جج ایڈویٹ کیٹ نے ان
کا ترجمہ اور مترجم نے اصلی فارسی میں انہیں پڑھا۔

کا غذا جس پر الف کا نشان تھا اس کے آگلی لفافہ کے جسپر وہی
پوسٹ آفس کی چھپے لایا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۲۵۔ مارچ ۱۸۵۷ء کو
دہلی کے ڈاک خانہ میں ڈالا گیا تھا۔ اور ۲۶۔ مارچ ۱۸۵۷ء کی چھپڑا ہر کرتی ہے کہ یہ
اس وقت آگرہ پہنچا۔

جج ایڈویٹ نے بیان کیا کہ یہ اہم و تاویز مسٹر کالون سابق لفٹنٹ گورنر
آگرہ کے کاغذات میں پائی گئی پھر اس کا ترجمہ پڑھا گیا۔

جج ایڈویٹ نے گواہ کے انہار نے

سوال کیا تم محمد بن عسکری دہلوی سجادہ نشین کو جانتے ہو؟

جواب۔ جی ہاں جانتا ہوں وہ دہلی دروازے کے قریب ہی رہتے تھے اور اکثر
بادشاہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔

سوال کہتے روز ہونے پر تم نے انہیں دیکھا تھا؟

جواب۔ سرکار انکسپیکٹ کے دوبارہ دہلی پر قبضہ پانے کے قریب قریب میں روز قبل
دیکھا تھا۔

سوال تم جانتے ہو وہ کہاں گئے۔ اور ان کا کیا حشر ہوا؟

جواب۔ نہیں میں نہیں جانتا۔

سوال وہ کس زمانے میں بادشاہ کے پاس آکر آتے جاتے رہتے تھے۔ اور یہ بھی

کہتے ہو سب سے پہلے وہ کب بادشاہ سے ملے تھے؟

جواب۔ سب سے پہلی ملاقات کو تقریباً چار سال ہوئے بادشاہ کی ایک دختران کی مرید ہو گئی تھی۔ اس نے بادشاہ کے سامنے حسن عسکری کی پاکبازی کی بجا تعریف کی۔ اور بادشاہ نے بیماری کی حالت میں اپنے لئے دعا کرنے اور توبہ وغیرہ دینے کے لئے انہیں بلا یا۔ گذشتہ ایک یا دو سال سے ان کی آمد و رفت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہ دختر دہلی دروازہ کے قریب حسن عسکری کے مکان سے ملے ہوئے مکان میں رہتی تھی۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی بیوی بن گئی تھی۔

سوال۔ کیا یہ شخص حسن عسکری قوت اعجاز کا جھوٹا مدعی تھا۔ یا آئندہ واقعات و حقیقت بتا دیتا تھا؟

جواب۔ وہ خطاب کی تقریریں بیان کرتے۔ آئندہ ہونے والے واقعات کا پتہ بتاتے اور صاحب کشف مانے جاتے تھے۔

سوال۔ کیا انہیں معلوم ہے کہ جب اگر ہندوں اور شاہ ایران میں جنگ پھڑی تھی اس وقت وہ اس کے متعلق کچھ کہتا تھا؟

جواب۔ صرف برطانیہ اور ایران کے درمیان جنگ چھڑنے ہی کے وقت نہیں بلکہ دو سال قبل انہوں نے بادشاہ سے چار سو روپیہ حاصل کیا تھا۔ جو ایک شخص کو جس کی بابت کہا جاتا تھا کہ جارلم ہے وہ بے گتھے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حج کے یہاں شاہ ایران کے پاس روانہ کیا گیا ہے۔ اس شخص کا نام شیدی تہن تھا۔ وہ حبشی تھا۔ اور غالباً حبش ہی سے آیا ہوگا۔

سوال۔ انہیں معلوم ہے کہ یہ کیوں ظاہر کیا گیا کہ یہ شخص کہ جارلم ہے جبکہ اس کی منزل مقصد و شاہ ایران تھا؟

جواب۔ میں اس وجہ کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے جڑیا جاتل جاسوس دربار نے خبر دی تھی کہ شیدی تہن حج کو نہیں بلکہ ایران جارلم ہے۔ اور وہاں کے

دیگر ندیوں سے بھی پوچھنے سے ہی معلوم ہوا۔

سوال۔ تم نے کبھی سنا کہ اس شخص کے ایران بھیجنے سے کیا مدعا تھا؟

جواب۔ نہیں۔ لیکن قلی خاں اور بسنت، بادشاہ کے دو مقرب ملازموں سے سنا تھا کہ جن عسکری نے شیدی تہتر کو بوقت شب چند کافذات دیئے جن پر مہر شاہی ثبت تھی۔ پھر اسے ایران روانہ کر دیا گیا۔

سوال۔ کیا قلعہ دہلی میں ایران و انگریزوں کی جنگ کا ہمیشہ تذکرہ ہوا کرتا تھا۔ اور بادشاہ کو اس گفتگو سے دلچسپی تھی؟

جواب۔ نہیں۔ محل میں کچھ اسی معنوں پر خصوصیت سے بحث نہیں ہوتی تھی۔ البتہ ہندوستانی اخبارات قلعہ میں آتے رہتے تھے۔ اور ان میں نقل و حرکت کے حالات مرقوم ہوتے تھے۔ لیکن بادشاہ کو میں نے اس طرف دلچسپی کا اظہار کرتے کبھی نہیں دیکھا۔

سوال۔ کیا مسلمانان دہلی کو اس جنگ سے دلچسپی تھی۔ اور اسے مذہبی جنگ کی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے؟

جواب۔ نہیں۔ مسلمانان دہلی سنی ہیں۔ اور اہل ایران شیعہ۔ اس لئے انہوں نے ذرا بھی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔

سوال۔ تمہیں معلوم ہے کہ گذشتہ مارچ میں یعنی دس ماہ قبل بادشاہ نے جن عسکری کو کسی خاص کام کے لئے پیش اشرافیاں دی تھیں؟

جواب۔ وہ ان کو ہمیشہ روپیہ دیتے ہی رہتے تھے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ کون سے کام یا کس خاص موقع کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

سوال۔ کیا تم نے کبھی یہ بھی سنا کہ کوئی شخص کہہ جائے کہ اسے کارواں کے ہمراہ قلعہ ظنیہ گیا ہے؟

جواب۔ نہیں میں نے کبھی کسی شخص کے متعلق یہ روایت نہ سنا ہے کہ مال نہیں سنا
سوال۔ تم دہلی میں کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کا لقب محمد درویش ہو؟
جواب۔ میں نہیں جانتا۔

سوال۔ کیا غدر سے چند ماہ پہلے جامع مسجد دہلی یا شہر کے کسی اور مقام میں کوئی
تحریر شدہ کاغذ جس پر شاہ ایران کی مہر تھی چسپاں کیا گیا تھا؟
جواب۔ جی ہاں غدر سے چند ماہ قبل میں نے سنا تھا کہ شاہ ایران کا اعلان جامع
مسجد چسپاں کیا گیا ہے۔

سوال۔ کیا تم نے کبھی سنا کہ وہ کاغذ کیونکر وہاں آیا؟
جواب۔ نہیں۔ لیکن یہ سننا ہے کہ مضمون ایسا ہی تھا جیسے شیوخ مسلمان کہتے ہیں
سوال۔ کیا عموماً تسلیم کر لیا گیا تھا کہ وہ کاغذ اصلی ہے؟
جواب۔ اس کی اصلیت کا عوام کو یقین نہیں تھا۔ علی العموم نہیں سمجھتے تھا
سوال۔ کاغذ کا مضمون کیا تھا؟

جواب۔ میں نے سننا ہے کہ اس میں مذکور تھا کہ سلمان نقشب و تفرقہ کو علیحدہ کر دیا
اور موجودہ وقت میں باہم متحد ہو کر ایک ہی علم کے زیر سایہ ہماؤ کریں۔
سوال۔ کیا اس اعلان سے شہر میں جوش و اضطراب نہ پیدا ہو گیا تھا؟
جواب۔ نہیں کسی بڑی حد تک نہیں۔

سوال۔ کیا قلعہ میں یا موزم کو اس اعلان کا ذکر کرتے ہوئے تم نے سنا؟
جواب۔ موزم نے میرے سامنے کچھ نہیں کہا لیکن قلعہ کے دیگر چند اشخاص کو مذکورہ
کرتے سنا تھا۔

سوال۔ کیا کمپنی کے الحاق اور اس سے دہلی کی مسلمان آبادی میں بے چینی اور نا اطمینانی
کے آثار پیدا ہو گئے تھے؟

جواب۔ اس سے ذرا بھی ناراضگی نہیں پیدا ہوئی۔ بلکہ مسلمانانِ دہلی کو بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ اہل لکھنؤ شیعہ ہیں۔ اور انہوں نے مولوی اسپر علی کو جو سید اور شیخی تھے قتل کر دیا تھا۔

سوال۔ کیا غدر سے کچھ روز پہلے جات مسجد پر فرقہ مسلم کی ناراضگی کا کوئی نوٹس یا اشتہار چسپاں کیا گیا تھا؟
جواب۔ مجھے یاد نہیں کہ کوئی کیا گیا ہو۔

سوال۔ کیا کبھی دہلی کے ہندوستانی اخبارات نے بغاوت سے پہلے انگریزوں کے جہاد کرنے کی ضرورت ظاہر کی تھی؟
جواب۔ انہوں نے کبھی نہیں کی۔ وہ ایسا کرتے تو سرکاری حکام خود محسوس کر سکتے۔
ملزم سوالات جرح سے انکار کرتے ہیں۔

کاغذ منبر الف مترجم امیلی فارسی میں پڑھ کر سنا تا ہے۔
عدالت کل چار بجے تک کے لئے برخاست ہو جاتی ہے۔

ساتویں روز کی کارروائی

یوم بدھ ۳۰ فروری ۱۲۵۷ھ

عدالت واپان خاص قلعہ دہلی میں آج گیارہ بجے منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ۔ ممبران۔ مترجم۔ ڈپٹی جج۔ ایڈووکیٹ جنرل تمام موجود ہیں۔
ملزم عدالت میں حاضر کئے گئے اور ان کا مددگار غلام عباس بھی حاضر ہے۔
حکیم حسن الدخاں طلبہ کئے گئے اور اظہار دینے لگے۔

جج ایڈووکیٹ نے اظہار دینے

سوال۔ تم نے محمد درویش کی عرضی سن لی کیا تم جانتے ہو کہ کوئی چیز کھانے کے

خوان یا روغن یا تانبے کے سکے یا کپڑا۔ یا دشاہ نے حسن عسکری کے وظائف یا عمل پڑھنے کے لئے روانہ کئے تھے۔

جواب۔ جی ہاں یہ تمام اشیاء حسب معمول بھیجی جاتی تھیں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کسی خاص مطلب سے روانہ کی جاتی ہوں جیسا کہ عرضی میں مذکور ہے۔

سوال۔ تم نے کہا تھا کہ جاٹ مل دربار کا حاسوس تھا۔ کیا مخبری کرنے کے صلہ میں بادشاہ اسے کچھ دیتے تھے؟

جواب۔ نہیں وہ بادشاہ کا ملازم نہیں تھا۔ بلکہ گورنمنٹ برطانیہ کا اخبار نویس تھا سوال۔ پھر یہ کیونکر ہوا کہ اسے اس راز سے آگاہی ہو گئی اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ کے اخبار نویس کو ایسے اہم معاملہ سے مطلع کیا جائے؟

جواب۔ جاٹ مل محل کے اس پاس خبریں جمع کرنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ اور اس معاملہ کو سن کر اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس راز سے آگاہ ہوں۔ اس وقت میں اس سے بالکل لاعلم تھا۔ اور بعد میں جو کچھ میں نے سنا اس سے جاٹ مل کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ گواہ جاتے ہیں۔ جاٹ مل سابق اخبار نویس گورنمنٹ گورنر آگودھ میں طلب کیا گیا اور اظہار لئے گئے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ کیا حسن عسکری نامی شخص کو تم جانتے ہو؟

جواب۔ جی جانتا ہوں۔

سوال۔ کیا وہ اکثر ملزم کے پاس حاضر رہتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ بادشاہ اور اس کے درمیان کیا راہ وسر ہمیشی جو معلوم ہو بیان کرو۔

جواب۔ وہ بادشاہ کے پاس آتے اور کچھ پڑھ کر دیکھ کر کہتے تھے وہ دربار کا حاسوس تھا۔

کہ استہانت تھے اور پتہ گوئیاں و خواب کی تعبیریں بیان کرتے تھے وہاں لازم خود بخود بتاتے ہیں کہ بیشک حسن عسکری میں یہ تمام خصال ہیں جو بیان کئے جا رہے ہیں۔ حسن عسکری کا قول تھا کہ اکثر باقتضایہ کی آوازیں انہیں آیا کرتی ہیں جب نہیں طلب کیا جاتا تو فی الفور بادشاہ کے پاس حاضر ہو جاتے تھے۔ اور اکثر بے بلائے بھی چلے آتے تھے خصوصاً رات کے وقت جب کبھی انہیں بادشاہ سے مشورہ کرنا ہوتا۔

سوال۔ تم نے کبھی کسی خاص خواب کی نسبت کچھ سنا جس کی تعبیر حسن عسکری نے بادشاہ کو بتائی ہو۔

جواب۔ جی ہاں اس وقت جبکہ ایرانی افواج ہرات میں آئیں تو میں نے سنا ہے کہ حسن عسکری نے خود کا دیکھا ہوا خواب بادشاہ سے بیان کیا تھا کہ اس نے مغرب سے ایک گولہ نو دار ہوتے دیکھا جس کے قاعدے میں ایک سیلاب عظیم آیا اور ملک کو روندنا ہوا نکل گیا۔ مگر اس سیلاب سے بادشاہ کو بالکل پریشانی و تکلیف نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ اسی سیلاب میں اپنے تخت پر بیٹھے رہے۔ پھر حسن عسکری نے اس کی یہ تعبیر بیان کی شاہ ایران مشرق میں برطانوی طاقت کو شاہ و ہر باد کو دیکھا اور بادشاہ کو تخت پر بٹھا کر از سر نو عنان سلطنت ان کے ہاتھ میں دیکھا اور کفار یعنی برطانوی قتل کئے جائیں گے۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص حسن عسکری کے ذریعہ شاہ ایران کے پاس خطوط بھیجے گئے یا اس سے سلسلہ پیام رسانی رہا ہو۔

جواب۔ جی ہاں میں جانتا ہوں کہ خطوط بھیجے جاتے تھے۔ ڈیڑھ یا دو سال ہوئے کہ ایک قافلہ کہ جا رہا تھا۔ ایک شخص شیدی قنبر نامی نے جو محل کے تمام عیشیوں کا سردار کہا اس قافلہ کے ہمراہ جانے کی اجازت چاہی۔ منظور ہو گئی۔ اور حسب دستور نے ایک سال کی تنخواہ پیشگی دے دی گئی۔ اور کہا جاتا ہے کہ ساتھ ہی بادشاہ

کی طرف سے ایک درخواست بھجور خداوند تعالیٰ بھیجی گئی۔ تاکہ اسے جا کر فنہ کعبہ میں چسپاں کر دیا جائے۔ دس یا بارہ روز بعد میں نے سنا کہ شیدی قبہ کا مکہ جانا محض فریب تھا۔ بلکہ دراصل وہ بادشاہ دہلی کا خط شاہ ایران کو دینے کے لئے لے کر ایران گیا ہے۔ میں نے یہ بادشاہ کے قاصد خواجہ بخش اور ایک مغرب خاص سے جس کا نام مجھے یاد نہیں سنا ہے۔ اسی وقت میں نے کپتان ڈگلز کو اطلاع کی جنہوں نے کہا کہ یہ نہایت اہم بات ہے اور مجھے زیادہ تحقیقات کرنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ بادشاہ دہلی کو شاہ ایران سے اس کی خبر کو سن کر بہت کریم کی مانعت تھی میں نے کلیم حسن، سردار خاں سے دریافت کیا کہ کیا وہ اس کی تحریری وقوع میں آتے تھے۔ انہیں خبر پڑی تھی حکیم حسن سردار خاں نے انکے کہنا کہ انہیں اس کی مطلق خبر نہیں۔ اور اگر ایسا کیا گیا ہے۔ تو ان کی اٹلی میں ہوا ہو گا۔ میں نے کپتان ڈگلز کو مطلع کر دیا۔ اور اپنی تحقیقات بدستور جاری رکھی اور کوئی مہینہ روز کے بعد اصل حال تحقیق ہو گیا۔ میں بھول گیا کہ کس سے یہ معلوم ہوا تھا کہ حیدر حسین کسانڈنٹ توپ خانہ ملزم، اور حسن عسکری نے مل کر چند خطوط شیدی قبہ کے ذریعہ ایران روانہ کئے ہیں۔ میں نے یہ کپتان ڈگلز کو جا کر بتا دیا اور کہا کہ لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ خبر میرے بھی کانوں میں پڑی ہے۔ لہذا اب وہ محتاط رہتے ہیں۔ اور اب میں سراغ نہیں لگ سکتا نیز کپتان ڈگلز سے میں نے یہ کہا کہ لاہور کے پاس شیدی قبہ کو گرفتار کر لینا بندوبست کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تحقیق نہیں ہے کہ وہ کوئی نام سے گیا ہے۔ لہذا اس میں نامہ کو طول دینا فہموں سے۔

سوال۔ کیا مسئلہ چٹاوت ایران میں شادی شدہ بہتے جہت یہ کہ شادی

جواب۔ جی ہاں۔ عقل اور شہرتیں اکثر جی جہت کہنوں کو ہوتی ہیں۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ مذہبی جنگ کی رو سے اس پر روشنی ڈالی جاتی تھی؟
جواب۔ جی ہاں ہر حصہ ملک میں عوامی خیال کیا جاتا تھا۔ کہ مذہبی جنگ ہے اور
شاہ ایران نخیاب ہو گا۔ مگر بعض لوگ جنہیں حقیقت امر سے آگاہی تھی کہا کرتے تھے
کہ شاہ ایران انگریزوں سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ کمپنی کی فوج کے ویسی سپاہیوں یا افسروں سے ملزم یا ان
کے کسی حتمی کبھی سلسلہ جنبانی کی ہویا کرنے کی کوشش کی ہو؟
جواب۔ نہیں کسی سلسلہ جنبانی کی نسبت جو ملزم یا ان کے ایجنٹوں نے کی ہو کبھی نہیں
سنا۔ البتہ سائے تین سال قبل پہلی مرتبہ دس یا بارہ مسلمان سپاہیوں نے۔ اور
دوسری بار چھ یا سات نے ملزم کے مرید ہونے کی استدعا کی تھی جسے ملزم نے
بھی منظور کر لیا تھا۔ اس معاملہ کو سر جان تھینولس شکاف نے سن کر تحقیقات
کی تھی۔ اور تدارک کر دیا تھا۔

سوال۔ کیا کمپنی کے اوودھ کو لے لینے پر بھی بادشاہ یا اہل قلعہ بحث کرتے تھے اگر
کرتے تھے تو کس نقطہ نظر سے؟

جواب۔ جی نہیں۔ الحاق اوودھ کی بابت میں نے صرف دو مرتبہ گفتگو کرتے سنا
نے میں سے ایک مرتبہ جبکہ فوجیں کا پور جا رہی تھیں تو ملزم نے دست فرار پر اور
لپتان ڈگلس سے دریافت کیا تھا کہ کیا کمپنی نے اوودھ لیا ہے؟ ان دونوں نے
بیان کیا کہ انہیں اس بات کی کوئی خبر نہیں ملی۔

سوال۔ کیا حسن عسکری نے بادشاہ کی مدت عمر یا انگریزوں پر آمینہ کامیابیل
کی کوئی پیشین گوئی کی تھی؟

جواب۔ جی ہاں یہ کہا تھا کہ اس نے اپنی عمر کے سبب سال بادشاہ کی عمر میں بڑا دیے
انگریزوں پر فتح پانیکا ذکر کیا ہو یہ کبھی نہیں سنا۔ صرف اس کے خواب کا ذکر

سنا تھا جو بتا چکا ہوں۔

سوال۔ کیا تم نے محل میں کبھی یہ سنا کہ پلاسی کی روانی کے سو برس بعد انگریزوں کی حکومت مٹ جائے گی؟

جواب۔ جی نہیں۔ کبھی نہیں۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم تھا کہ قبل بغاوت ایٹانڈیا اپنی دہلی کی رحمتیں کسی طرح ناخوش تھیں؟

جواب۔ میرے قلعہ میں آتے جاتے وقت ان کی ناراضگی کا کچھ پونہ بی سا احساس ہوتا تھا لیکن غدر سے بیس یا پچیس روز قبل سپاہیوں میں انبالہ کے مکان جلاوطنی کا ذکر آپس میں ہوتا تھا۔ اور محرب کارٹوسوں کے بھی تذکرے کرتے اور انہیں استمال نہ کرنے کے چہان باتہتے تھے۔

سوال۔ کیا اس مضمون یعنی سپاہیوں کی ناراضگی کا قلعہ میں بھی تذکرہ ہوتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں سپاہیوں کی ناراضگی بسبب محرب کارٹوسوں کے استمال کے اور انبالہ کے مکانات جلاوطنی کا چرچہ میرے قلعہ میں ہوا کرتا تھا۔ لیکن بادشاہ کے منہ سے یا ان کے سامنے کبھی میں نے نہیں سنا۔ غدر سے چند روز قبل قلعہ کے پھاٹک والے سپاہیوں سے یہ سنا تھا کہ اگر میرٹھ کی فوجوں کو محرب کارٹوسوں کا استمال کے لئے مجبور کیا گیا۔ تو یہ قرار پا گیا ہے کہ وہ دہلی کی فوج سے اکڑ جائیں اور یہ سازش ایک ہندوستانی انسر کے ذریعہ عمل میں آئے گی۔ جو کورٹ مارشل ڈیوٹی میں میرٹھ جا رہا تھا۔

سوال۔ کیا یہ بات تم نے کسی پٹاھر کی تھی یا اس کی رپورٹ کسی سے کی تھی؟

جواب۔ جی نہیں۔ یہ ایک فوجی معاملہ تھا۔ ویسے بھی مجھے اس کی رپورٹ نہیں کرتی تھی کیونکہ میری تمام رپورٹیں صرف بادشاہ کی ذات تک محدود رہتی تھیں۔

سوال جب باغی افواج میرٹھ سے آئیں اسوقت تم یہاں موجود تھے؟
 جواب میں اپنے مکان میں شہر کے اندر موجود تھا۔ میں نے سنا کہ میرٹھ کے چند سواروں
 نے سلیم گڑھ پل کے محمول وصول کرنے والے کو قتل کر دیا ہے اور محمول کا مکان
 جلا ڈالا ہے۔ میں نے ان خبروں پر چند ان اعتبار نہیں کیا۔ اور خبروں کا خط لکھتا
 رہا۔ اسے پورا کر کے قلعہ میں آیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ کپتان ڈگلس مسٹر فریزر مسٹر جینرل
 مسٹر سٹ اور مسٹر کنس بیڈ کلرک کشن آفس، کلکتہ دروازہ کی طرف باغیوں کا مذاکرہ
 کرنے کے لئے گئے ہیں میں بھی فوراً ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور وہاں
 جا کر دیکھا کہ وہ کلکتہ دروازہ کشتی کے پل کے پاس ایک دروازہ تھا پر پہنچ
 گئے ہیں۔ جب یہ لوگ وہاں انتظام کر رہے تھے کہ کسی نے آکر خبر دی کہ باغی براہ
 دروازہ زینت المساجد شہر میں داخل ہو گئے۔ اور دریا گنج میں جا پہنچے اور بنگلوں
 پر فیر کر رہے ہیں۔ دھواں دراصل بلند ہو رہا تھا۔ یہ سچ آٹھ بجے کا واقعہ ہے۔
 اس کے تھوڑی دیر بعد تین سوار دریا گنج کی طرف سے ایک انگریز کے تعاقب
 میں دوڑے چلے آ رہے تھے۔ ایک نے اس پر سپرول کا فیر کیا۔ مگر نشانہ خطا کر گیا۔
 یہ انگریز میگزین کے راستہ کی طرف فرار ہو گیا۔ اسی وقت مسٹر فریزر نے دروازہ
 کے ایک محافظ سپاہی کی بندوق سے کہ ایک سوار کو گولی مار دی۔ دیگر سواروں نے
 ان کے گھوڑے کو گھائل کر دیا۔ مسٹر فریزر اپنی گھبی میں سوار ہو گئے۔ ان کے ساتھ
 کپتان ڈگلس اور مسٹر جینرل پیدل ہوئے اور یہ سب کے سب قلعہ کی طرف
 چلنے لگے مسٹر جینرل کے شانہ پر کہنی سے کچھ اوپر ایک سوار کی سپرول کی گولی سے
 شدید زخم آیا مسٹر فریزر کے قلعہ کی طرف جاتے ہوئے چند سوار اور آپٹے ایک
 نے پشت کی طرف سے آکر سپرول کا فیر کیا۔ مگر مسٹر فریزر بال بال بچ گئے
 اس وقت کپتان ڈگلس کا چہرہ اسی بختاور مسٹر فریزر کی گھبی کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا

کپتان ڈگلز نے جب اپنے آپ کو سواروں سے گھرا ہوا پایا تو شہر کی خندق میں
 کود پڑے اور چند ڈکیلے پتھروں پر گریسے کپتان موصوف کے سخت چوٹ آئی۔ اس
 وقت سوار حاجا انگریزوں کو ڈھونڈتے پھرتے تھے اسی اثنا میں بھٹا اور چند
 ہندوستانی ملازمین نے موقع پا کر کپتان ڈگلز کو خندق سے باہر نکالا۔ دیکھا کہ
 ان پر بے ہوشی طاری تھی۔ پھر انہیں قلعہ کے دروازہ پر ان کے کمرے میں
 پہنچا دیا گیا۔ جب ذرا ہوش آیا۔ تو انہوں نے اپنے پاس کے لوگوں کو مشرف فریڈرک
 کے اٹھا لانے کی ہدایت کی اور کہا کہ انہیں ضرب شدید آئی ہے ان کے حکم کی تعمیل
 کی گئی مشرف فریڈرک قلعہ کے لاہوری دروازہ کے نیچے کی پوشیدہ راہ سے ایک انگریز
 کو ہمراہ لئے جو اسی روز کلکتہ سے آیا تھا۔ جارہے تھے۔ انہوں نے پرانے قاصد
 کو بادشاہ کے پاس توہین لائے کے لئے روانہ کیا۔ اور خود بھی منفی راستہ کے
 ذریعہ پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر ایک انہوہ کثیر جس میں مرد اور ہر عمر کے بچے
 موجود تھے اس طرف دوڑا۔ اور پاس جا کر لاف زنی کرتا رہا مشرف فریڈرک نے
 ڈالت کی علامتیں دیکھ کر سخت سراسیمہ ہوئے اور کپتان ڈگلز کے مکان کی طرف
 لوٹے۔ سیڑھیوں تک پہنچنے پا سکے تھے۔ کہ حاجی لوہار نے ان کے قتل کرتے کی
 غرض سے تلوار کینچ لی۔ مشرف فریڈرک کی تلوار نیام میں تھی۔ اسے اوجھا اٹھا کر پیرنی
 سے پٹے اور حوالہ سے کہا "یکیا ہے" اس پر لوہار نے دکھانے کے لئے منج
 کو منتشر کر دیا۔ لیکن جوہی مشرف فریڈرک نے پیٹھ پھری۔ اس نے جھک کر لوہار سے
 کچھ کہا جس کا مدنا، یہ تھا کہ اسے پھر حملہ آور ہونا چاہیے۔ لوہار کی سمجھ بڑھ
 گئی۔ اور اس نے بڑھ کر مشرف فریڈرک کی گردن پر سیدھی طرف سے نہایت گہرا
 اور کاری زخم لگایا۔ مشرف فریڈرک گر پڑے۔ ان سے رتے ہی تین شخص غاق واو
 ایک قبولی پٹان مغل بیگ یا منل جان اور شیخ دین محمد جو ڈیوڑھی میں

آٹھویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ مورخہ ۵ فروری ۱۸۵۷ء

عدالت آج قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ۔ مہران رستم جم۔ ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
ملازم اپنے مشیر قانونی کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے۔
گواہ جات مل پھر طلب کیا گیا اور گزشتہ اظہار کی یاد دہانی کی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار رٹے

سوال۔ جب اگر پزیر کیا تو گھس کے کرے میں مار ڈالے گئے۔ تو سپاہیوں اور
حمام نے پھر کیا کیا؟

جواب۔ ان کے مارے جانے کے بعد میں فوراً شہر میں اپنے مکان پر چلا آیا۔ اور
قلعہ میں کئی روز نہیں گیا۔

سوال۔ بادشاہ نے کب عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور کیا اس وقت توہوں
سے سلامی دی گئی تھی؟

جواب۔ میرٹھ کی وجہ کے آنے کے تین چار روز بعد انہوں نے تمام سرکاری مال
اور بارود جو شہر کے باہر تھی۔ اور سلمہ، سب پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک ہفتہ کے
بعد مختلف محکموں کو احکام جاری کئے کہ سرکاری کاروبار کی عرصیاں نہیں سمجھیں
کیا روٹی کو بہ وقت شب چوبیس توہوں کی سلامی سر کی گئی۔ مگر مجھے علم نہیں۔
کہ کس بنا پر بعض کہتے ہیں کہ میرٹھ کے علم آنے کی خوشی میں توہیں سر ہوئیں
اور بعض کا خیال ہے کہ ملازم سلیم گروہ گئے ہوئے تھے۔ ان کی سلامی میں
توہیں واعی نکلیں۔

سوال - مرزا مغل کما تڈرا نجیف کب بنائے گئے؟

جواب - غدر کے آٹھ یا سات روز بعد ویسی افسران سے مشورہ لینے لگے تھے اور ان کے احکام بھی جاری ہونے شروع ہو گئے تھے۔ لیکن ایک مہینہ بعد ان کا تقرر عام طور سے شائع ہو گیا۔ اور خلعت فاخرہ ملا۔ نیز اسی سلسلے میں بادشاہ کے دوسرے بیٹے اور پوتے جرنیل اور کرنیل بنائے گئے اور ہر ایک کو خلعت دیا گیا۔

سوال - جن عسکری عذر کے زمانہ میں کیا کام کرتا رہا؟ کیا وہ بادشاہ کا خاص مشیر رہا تھا۔

جواب - وہ بادشاہ سے سابق دستور ملتے رہے۔ اور بظاہر کرنی مشہور کام نہیں کیا۔ بادشاہ کی ایک دختر جن عسکری کی مرید تھی۔ لیکن لوگ کہتے تھے کہ ان دونوں میں ناجائز تعلقات ہیں۔

سوال - ہمیں معلوم ہے کہ میگزین پر حملہ کرنے کی نیت سے قلعہ سے بیٹھیاں گئی تھیں؟

جواب - میں نے سنا تھا کہ میگزین پر حملہ کرنے کے لئے بیٹھیاں لگائی گئیں مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں سے لائی گئی تھیں؟

سوال - کیا کبھی تم نے سنا کہ دیہات میں غدر سے چند ماہ پیشتر روٹیاں تقسیم کی گئیں اگر ایسا کیا گیا تو اس سے کیا مقصود تھا؟

جواب - جی ہاں میں نے اس کی بابت سنا تھا۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ آفات سے بچنے کے لئے خدا کی نذرانی گئی تھی۔ بعض کا خیال تھا کہ گورنمنٹ کی طرف سے تقسیم کی گئی ہیں۔ اور ان کا مطلب یہ ہے کہ تمام آبادی عیسائیوں کا سا کھانا کھانے پر مجبور کی جائے گی۔ اور اس طرح اپنے مذہب سے محروم کی جائے گی۔ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ گورنمنٹ نے روٹیاں تقسیم کر کے دوسروں کا مذہب بگاڑنے اور عیسائیت کو

فروغ دینے کا قصد کیا ہے۔ پھر سنا گیا کہ سب کو اس کے اسدا کی کوشش کے لئے آمادہ ہونا چاہئے۔

سوال۔ جب دیہات میں ایسی چیزیں بھجئے کا ہندو اور مسلمانوں میں عام رواج ہے تو کیا بغیر وجہ یا بے سوچے سمجھے اس کا ہی منہ منہ سمجھا جاسکتا ہے؟
جواب۔ جی نہیں۔ یہ عام رواج ہرگز نہیں ہے۔ میری پچاس سال کی عمر آئی مگر اس سے پہلے کبھی میں نے ایسی بات نہیں سنی۔

سوال۔ کیا کبھی یہ بھی سنا ہے کہ چپاٹیوں کے ہمراہ کوئی پیام بھیجا گیا تھا؟
جواب۔ جی میں نے کبھی نہیں سنا۔

سوال۔ کیا یہ چپاٹیاں کسی خاص ہندو یا مسلمان نے تقسیم کی تھیں؟
جواب۔ وہ بلا امتیاز ہر دو مذہب کے دیہاتیوں کو تقسیم کی گئی تھیں۔

سوال۔ گیارہویں کے روز بعد تم پھر قلعہ میں گئے تھے؟
جواب۔ میں نے جب شہر میں سنا کہ انگریز قتل کئے جانے والے ہیں۔ مجھے ٹھیک تاریخ یاد نہیں لیکن ابتدا غدر سے سات آٹھ روز بعد میں مجمع کے ہمراہ قلعہ گیا تھا اس وقت صبح کے آٹھ بجے تھے۔ جب میں پہلے صحن میں پہنچا تو انگریزوں کو جوش کے کنارے ایک قطار میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جن کے ہاتھ پیچھے موڑ کر کمر کے پاس بندھے ہوئے تھے۔ کچھ مرد اور عورتیں، بچے تھے۔ سب پہنچتے ہی میرے ٹھکے کے ایک ہاشمی سپاہی نے جو فاصلہ پر گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ ان پر سنبھل کافر کیا۔ نشانہ خطا کر گیا۔ اور بادشاہ کے ایک لازم کو گولی جا لگی جو قیدیوں کی پشت پر کھڑا ہوا تھا انجام کار وہ شخص مر گیا۔ اس حادثہ کی وجہ سے جماعت نے فیصلہ کیا کہ انگریزوں کو تلوار سے قتل کیا جائے۔ بادشاہ کے معاصین۔ اور چند باغیوں نے اس مقصد کے لئے تلواریں کھینچیں۔ مگر مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہاں ٹھہروں۔

اور ان کا قتل مشاہدہ کر سکوں۔ لہذا میں مکان چلا گیا۔ اور اس کے بعد سنا کہ بادشاہ کے نوکروں اور باغی سپاہیوں نے انہیں قتل کر ڈالا۔

سوال۔ اس حادثہ کے وقت کیا کوئی توپ خوشی کا اظہار کرنے کیلئے سر کی گئی تھی؟
جواب۔ نہیں میں نے نہیں سنی؟

سوال۔ کیا بادشاہ نے ان قیدیوں کے قتل کرنے کی رائے دی تھی؟

جواب۔ اول روز سپاہیوں کی یہ استدعا کہ انگریز قتل کر دیئے جائیں۔ بادشاہ نے منظور نہیں کی لیکن کہا جاتا ہے کہ دوسرے روز سبنت علی خاں مصاحب خاص جو انہی وحشیانہ عادت میں مشہور تھا۔ سپاہیوں کے پاس گیا اور انگریزوں کے قتل پر زور دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے بھی حکم دیدیا کہ انگریز ان کے حوالہ کر دیئے جائیں پھر سپاہیوں نے انہیں قتل کر ڈالا۔ یہ تھا جو کچھ میں نے اپنے گھر سے سنا قتل کے جلنے کی صبح دیوان خاص کے دروازے پر سبنت علی خاں نے کھڑے ہو کر باوازا بلند کہا کہ بادشاہ نے انگریزوں کے قتل کی اجازت دیدی ہے اور ملزم کے بھتیجا رہند سپاہیوں کو قتل میں شریک ہونے کی ہدایت کی۔

سوال۔ کیا تمہارے خیال میں اگر بادشاہ چاہتے تو ان انگریزوں کو خصوصاً ان کے بیوی بچوں کو بچا سکتے تھے؟

جواب۔ میں نے شہر میں سنا تھا کہ بادشاہ انگریزوں اور خاص کر انکی عورتوں بچوں کو بچانا چاہتے تھے۔ مگر سپاہیوں کے غیظ و غضب کی مخالفت کرنے کی نہیں جرات نہیں ہوئی۔

سوال۔ کیا بادشاہ کے زنان خانہ میں کافی جگہ نہیں تھی۔ جہاں انگریز عورتیں مردوں اور بچوں کو چھپا دیا جاتا؟

جواب۔ ضرور تھی۔ وہاں تو اتنی گنجائش تھی کہ اگر پانچ سو آدمی چھپا دیئے جاسکتے

تو تپ نہ لگ سکتا کیونکہ وہاں کئی ٹھیکہ راستے اور نہ خاصیت تھے۔ جہاں باغی لوگوں سے بچ کر عصمت آباد عورتیں دلوش ہو سکتی تھیں؟

سوال۔ برٹش افواج کے محاصرہ کرنے کو کتنے وقت تک دہلی میں موجود تھے؟

جواب۔ میں غدر شروع ہونے سے تین ماہ متواتر دہلی میں مقیم رہا۔ حتیٰ کہ شاہی آدمیوں نے گورنمنٹ کے ملازموں کی تلاشیاں اس شبہ پر لینی شروع کر دیں کہ وہ گورنمنٹ کو خبریں پہنچا رہے ہیں۔ میں اس وقت فرار ہو گیا۔ اور شہر میں اس وقت تک قدم نہ رکھا جب تک گورنمنٹ نے دوبارہ دخل نہ لیا۔

سوال۔ قلعہ میں انگریزوں کے قتل کے بعد کیا کچھ اور انگریز بھی مارے گئے تھے؟

جواب۔ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ دوبارہ قتل کے لئے کوئی انگریز باقی رکھا گیا ہو۔ البتہ قتل مذکور کے قبل میں نے سنا تھا کہ انگریزوں میں یا چالیس انگریز تہ خانہ میں روپوش ہو گئے تھے۔ مگر بھوک سے تنگ اگر باہر نکل آئے اور مار ڈالے گئے۔

سوال۔ کیا سپاہیوں کو علاوہ مچھرب کار توپوں کے تھے اور کوئی شکایت کرتے تھے۔

جواب۔ نہیں۔ میں نے کبھی نہیں سنا۔

سوال۔ محاصرہ کے زمانہ میں کمپنی کی حکومت کی نسبت سپاہی عموماً کیا کہتے تھے؟

جواب۔ وہ عموماً گورنمنٹ کی بہت شکایت کرتے تھے کہ وہ ہمارے مذہب اور قوم کی ٹھکنی کرتی ہے۔ انگریزوں کے قتل کا جتنی عہد کر چکے تھے۔ وہ جو دشمنی پر دے ہوئے تھے نہایت خوشی سے کہتے تھے کہ انگریزوں نے جو بے پرواہی ہمارے ساتھ برتی اس کے مقابلہ میں ہمارا مرجنا اچھا۔

سوال۔ انگریز گورنمنٹ کے برخلاف کیا منہ و اور مسلمانوں کے جذبات میں کچھ فرق تھا؟

جواب جی ضرور تھا۔ مسلمان متفقہ طور پر گورنمنٹ برطانیہ کو الٹ دینے کے دے پے تھے مگر بڑے بڑے ہندو تاجروں و ساہوکاروں میں اس پر اظہارِ سنوس کیا جاتا تھا۔

سوال۔ مگر سپاہ اور مسلمان سپاہیوں کے جذبات میں تو کوئی اختلاف نہیں تھا کیا دونوں انگریزی حکومت کے خلاف تھے؟

جواب۔ فوج میں تو عموماً ہندو اور مسلمان ہر دو کے جذبات یکساں تھے۔

سوال۔ تم سمجھتے ہو کہ میرٹھ کی سپاہ کا قلعہ میں انتظار تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ ان کا انتظار کیا جاتا تھا۔ اتوار کو میرٹھ سے خطوط آئے تھے جن میں یہ خبر تھی کہ ۸۰ سپاہیوں کو پاہر رنجیر کر لیا گیا ہے اور انجام کار معاملہ بالکل خطرناک صورت اختیار کر گیا چنانچہ قلعہ کے ورہان تک اپنے جذبات و خیالات کو پوشیدہ نہ رکھ سکے۔ علانیہ کہنے لگے کہ انہیں امید ہے کہ میرٹھ میں بغاوت کر کے نو جین دہلی آئیں گی۔

سوال۔ بہتر اسے پاس کوئی وجوہات ہیں کہ لازم کو بھی اس کی اطلاع دیدی گئی تھی اور خبردار کر دیا گیا تھا؟

جواب۔ نہیں میرے پاس کوئی وجہ نہیں ہے۔

سوال۔ کیا کسی وجہ سے تم فیصلہ کر سکتے ہو کہ لازم کو میرٹھ سے آنے والی فوجوں کا پیشتر سے علم تھا؟

جواب۔ میرے مشاہدہ میں قبل یا بعد کوئی ایسی بات نہیں آئی جس سے میں یہ نتیجہ اخذ کر سکوں۔

سوالات جرح الزم

سوال۔ تم نے پرسوں اپنی شہادت میں بیان کیا تھا کہ انگریز جان بچانے کی کوشش میں مرزا کو چک کے مکان تک پہنچ گیا۔ جہاں اسے گولی مار دی گئی کیا مرزا کو چک اس وقت مکان میں تھا؟

جواب۔ جی میں اس مضمون کے تفصیلی واقعات نہیں بتا سکتا؟

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مسٹر فریزر کے قاتلوں کو میں نے کھڑا کیا تھا یا فوج نے

انہیں ایسا کرنے کی ہدایت کی تھی؟

جواب۔ جہاں تک مجھے علم ہے بادشاہ کو قتل سے پہلے خبر نہیں تھی۔ باغیوں نے فرج کے ایما اور ترغیب سے انہیں قتل کیا۔

سوال۔ انگریز مقتولین کی لاشوں کو میں نے لیجائے کی خواہش ظاہر کی اور سپاہیوں نے مجھے اجازت نہیں دی۔ کیا یہ تم نے سنا ہے؟

جواب جی نہیں۔ اس کا مجھے علم نہیں۔

سوال۔ کیا تم خوب جانتے ہو کہ میں نے اپنے مسلح مساحیوں کو انگریزوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ یا بسنت علی خاں نے غلط اڑایا تھا؟

جواب۔ میں کہہ نہیں سکتا۔

عدالت نے انہار لئے

سوال۔ جس وقت قتل ہونے سے پیشتر تم نے انگریزوں کو بندھا ہوا دیکھا تھا کیا بادشاہ کے معتبر افسروں کو ملازم موجود تھے؟

جواب۔ جی نہیں۔ صحن میں ان میں سے کسی کو بھی میں نے نہیں دیکھا۔ البتہ مرزا نعل بادشاہ کے صاحبزادے اپنے مکان کی چھت سے کھڑے ہوئے صحن کا تماشا دیکھ رہے تھے اور اسی وقت دوسرے صاحبزادے اور پوتے بھی اپنے اپنے مکانوں میں سے صحن کا نظارہ کر رہے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قتل کا نظارہ ہی کرنے کھڑے تھے۔

سوال۔ کیا ان میں سے کسی نے عورتوں اور بچوں کے بچانے کی کوشش کی یا اس کے برعکس کیا؟

جواب۔ جی نہیں۔ وہ صحن کھڑے تماشا ہی دیکھتے رہے۔ بڑے باجکا تھا کہ انگریز قتل کئے جائیں گے۔

گواہ جاتا ہے

کپتان فارسٹ اسٹنٹ کسٹرن آفٹن آرڈیننس طلبہ کے جاتے ہیں اور حلف لیا جاتا ہے۔

بج ایڈوکیٹ نے اظہار کے سوال کیا گذشتہ سہی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے؟ جواب میں تھا۔

سوال کیا اس وقت میرٹھ سے آئی ہوئی باغی فوجوں کو تم نے دیکھا تھا؟ جواب میں نے دیکھا تھا۔ پہلے غالباً ایک رجمنٹ سواروں کی آئی جس کے بعد ہی گیا رہیں اور بارہویں دیسی پیدل رجمنٹوں نے بھی براہ میرٹھ آکر پل عبور کیا۔ یہ لوگ سنگینوں کو جھجکائے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ فوجی قاعدے سے صفت بندی ہوئی تھیں۔ اس سے قبل میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ مگر نا البتہ تھا کہ علی الصبح بوقت سات بجے سواروں کا ایک دستہ پل سے گذر کر دہلی میں داخل ہو چکا ہے۔ جس وقت یہ فوجیں پل عبور کر رہی تھیں۔ میں میگزین میں تھا۔ ان کی آمد کے ہوتے عرصہ قبل سر قیو فلس مشکاف نے مجھ سے کہا تھا کہ باغی فوجوں کے میرٹھ سے آنے کی افواہ ہے۔ اور دو توپیں باہر نکلوانی چاہی تھیں تاکہ ان سے پل توڑ دیا جائے اور باغی دریا کو عبور نہ کر سکیں۔ لیکن نہ تو وہاں جاؤر تھے کہ توپوں کو باہر نکالا جاتا۔ اور نہ گولہ انداز، جو توپ چلائے۔ لہذا مسٹر ولت بائی نے میرے ساتھ اس واسطے پر اتفاق کیا۔ اور کہا کہ سب سے بہتر تجویز تو یہ ہے کہ میگزین کے دروازے بند کر لئے جائیں۔ اور حتی المقدور اس کی حفاظت کی جائے۔ ہم نے سمجھ رکھا تھا کہ اگر شام تک ہم میگزین پر قابض رہ گئے تو یقیناً میرٹھ سے انگریزی فوجیں آجائیں گی اور وہیں مدد ملیگی تو اور دس بجے کے درمیان اولتیسویں رجمنٹ دیسی پیدل کے صوبہ دار نے جو

میگزین کے دربانوں کا افسر تھا۔ اور باہر رہا کرتا تھا۔ کٹر کی میں سے مجھے اطلاع کی کہ بادشاہ دہلی نے میگزین پر قبضہ کرنے کی نیت سے ایک فوجی گارڈ بھیجا ہے۔ اور انگریزوں کو محل میں طلب کیا ہے۔ اور اگر وہ اسے نامعلوم کریں تو میگزین سے نکل کر کہیں جانے نہ پائیں۔ اس وقت کوئی گارڈ نہیں تھا۔ صرف ایک پیام رسال کھڑا تھا۔ وہ خوش پوش اور معزز مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ ہم نے صوبہ دار و دربان سے کہا کہ وہ کسی فرمان یا پیام پر التفات نہ کرے اور سوامی کے یا لفٹنٹ ولت بائی کے خود کوئی جواب نہ دے۔ ہم نے اس شخص کو مذکورہ بالا پیام لایا تھا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ایک ویسی افسر بادشاہی سپاہیوں کا ایک زبردست دستہ لے کر بادشاہ کے حکم سے نفیس در دیاں زیب بدن کئے ہوئے آئے اور صوبہ دار و دربان و نان کمیشنڈ افسر سے کہنے لگے کہ بادشاہ نے تمہاری امداد کے لئے ہمیں روانہ کیا ہے۔ اسی وقت میں نے بھی صوبہ دار کو احکام دیئے تھے اور کہا تھا کہ کسی کی باتوں پر التفات نہ کرو۔ بعد ازاں ویسی افسر نے میگزین کے ہر ایک دروازہ پر ایک ایک ماتحت افسر کے ہمراہ بارہ بارہ سپاہیوں کو تعین کر دیا۔ ان لوگوں نے فوجی قاعدے کے بموجب اپنی سنگین زمین میں گاڑ دیں۔ اور باقاعدہ کھڑے ہو گئے انہوں نے افسروں کے ہر ایک حکم کی بجا آوری سپاہیانہ کی وہ سب کے سب فوجی شاہی وردی پہنے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ دس اور گیارہ بجے دن کے درمیان کا ہے اس کے ایک گھنٹہ بعد دربان نے باہر سے پکار کر کہا یا تو میں یا لفٹنٹ ولت بائی اس کے پاس جا کر کھڑے کھڑے گفتگو کر آئیں جب ہم دونوں دروازہ پر پہنچے تو اس نے اطلاع دی کہ بادشاہ دہلی نے تمام گورنمنٹ کا سامان نکال لیجانے کیسے کئی آدمیوں کو روانہ کیا ہے اور ہم انہیں اس سے باز نہیں رکھ سکتے اس کی بات کا نہ تو میں نہ اس نے مستر ولت بائی نے کوئی جواب دیا بلکہ کھڑکی میں میں نے جہانک

بال واسباب صاف کر دیا گیا تھا۔ جو لوگ اس کام میں لگائے گئے تھے۔ معمولی مزدور تھے۔ جن سے شاہی گارڈ کا ایک دستہ کام لے لیا تھا۔ دستہ پوری دروی میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے دربانوں کے صوبہ دار نے مجھ سے یالفرنٹ ولفٹ ہائی سے ملنا چاہا۔ اور جب ہم دونوں اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا کہ بادشاہ کے پاس سے ایک پیامبر آتا ہے کہ لے اور آیا ہے کہ اگر فی الفور دروازے نہ کھولے گئے تو وہ فوراً حملہ کرنے کے لئے اور دیوار پر چڑھنے کے واسطے سیڑھیاں روانہ کریں گے۔ اور یہ سیڑھیاں کچھ دیر بعد لائی گئیں جنہیں میگزین کے جنوب مشرقی گوشہ پر لگا دیا گیا۔ میگزین کے ہندوستانی کام کرنے والے یہ دیکھتے ہی ایک ڈھالو گودام میں سے ہو کر دیوار پر چڑھ گئے۔ اور سیڑھيوں سے اتر کر باہر نکل گئے۔ باغیوں نے یہ دیکھ کر ذرا دیر نہیں کی۔ اور اوپر چڑھنا شروع کیا اور چھوٹی سیج میں گھسنے کا راستہ بنالیا۔ وہاں سے ہم پر حملہ کرنے لگے۔ انہوں نے شام کے ساڑھے تین بجے تک حملہ جاری رکھا، اور اندرائے کی کوشش کرتے رہے۔ ہم نے ان پر گولیاں برسائی شروع کیں۔ صرف ستر بجلی اور میں دو ہی بندوقیں چلا رہے تھے دو بندوقیں ہم بھری ہوئی رکھتے اور دوسے فیر کرتے جاتے تھے۔ اور دونوں میں میگزین کے دوسرے دروازہ پر رکھوا دی گئی تھیں۔ جن پر سب کنڈکٹر کراؤ۔ اور

سار جٹ اچھوڑ کر مامور کیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں روشن پتیلے موجود تھے مگر لفرنٹ ولفٹ ہائی کا حکم تھا کہ تاوقتیکہ باغی دروازہ پر لہ نہ کریں جتنی نہ دکھائی جائے۔ یہ دونوں میگزین میں مارے گئے۔ ایک توپ دریا کے رخ رکھی گئی تھی اور کنڈکٹر شاہ اس پر مسلط کیا تھا۔ جو آخر کار شیریں دروازہ کے می فٹلین کیپرٹ بھاگا۔ اور نمبر ۵ ویسی پیدل جٹ کے ایک سپاہی کی گولی سے ہلاک ہوا۔ لفرنٹ ولفٹ ہائی اور میں بہت مستعدی دکھا رہے تھے۔ ایک پہرہ سے دوسرے

تک جاتے۔ ضروری احکام دیتے اور باغیوں کو منتشر کرنے کی فکر کرتے پھر رہے تھے۔ اسی اثنا میں میں اور ولعت ہائی کی بار وواڑہ تک گئے۔ اور جب باہر والوں سے دریافت کیا کون حملہ آور ہو رہا ہے۔ تو ہمیشہ ہی جواب ملا کہ بادشاہ کا ایک لڑکا اور ایک لڑکا دونوں ہم پر حملہ کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں اور جتنے آدمی سپرھیاں لگا کر چڑھے تھے وہ سب گیا رہیں اور بیویں دیسی پیدل رجنٹ کے سپاہی تھے۔ ایک بچے کے قریب جو پیام آیا تھا میں کہنا بھول گیا۔ وہ یہ تھا کہ اگر وہ لوگ مطیع نہ ہوں گے تو ہم دیوار کا وہ حصہ جو بالکل کمزور ہے توڑ کر اندر داخل ہو جائیں گے۔ چار بج چکے۔ کل گیارہ بجے تک کے لئے عدالت برخاست ہو گئی۔

نویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ۔ ۶۔ فروری ۱۸۵۷ء

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں آج عدالت منعقد ہوئی۔
پریسڈنٹ۔ مہراں بترجم۔ ڈپٹی۔ جج۔ ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں
ملازم مع ان کے مختار غلام عباس کے عدالت میں لاٹے گئے۔
پکستان فارسٹ اسسٹنٹ کمشنری آف آرڈیننس طلب کئے گئے۔ اور
گذشتہ بیان کی یاد دہانی کی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ ساٹھ تین بجے تک جو کچھ ہوا۔ وہ تم بیان کر چکے ہو بعد میں کیا ہو؟
جواب۔ اس وقت تک میگزین بچانے میں ہم نے کثیر بارود گولی صرف کی مگر چونکہ
سامان مختلف جگہوں پر رکھا ہوا تھا لہذا ہم زیادہ حفاظت نہ کر سکے نہ کٹر مکی کے
شائے میں زخم لگ گیا تھا۔ اور میرے ہاتھ میں بھی دو زخم لگ چکے تھے۔ انگشت

ولف بانی جو صبح سے سائے تین بجے تک ہیں میگزین اڑانے سے باز رکھتے رہے
 صورت حالات کا معائنہ کر کے انہیں بھی اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور سائے
 تین بجے یہ دیکھ کر کہ وہ وقت آگیا ہے جبکہ ایسا کیا جائے۔ انہوں نے آخری اشارہ
 کرنے کا حکم دیا۔ جو یہ تھا کہ کنڈکٹر بجلی ٹیچے مڑ کر اپنے سر سے ٹوپی اٹھائیں۔ اور کنڈکٹر
 اسکی دیکھتے ہی تباہ ہیں آگ دیدیں۔ جو بالکل تیار تھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور
 کنڈکٹر اسکی نے فوراً مڑ کر تباہ کو آگ دکھا دی۔ اور ایک سکند میں میگزین کھڑک
 اٹھا۔ ہولناک آواز ہوئی۔ اور گرد و پیش کے ہزار ہا سہ و ستانی جل کر مر گئے کہا
 جاتا ہے کہ دیواروں کے ٹکڑے نصف میل پر جا جا کر گرے۔ اور کئی اگرچہ عورتیں اور
 بچے جنہوں نے میگزین میں پناہ لی تھی۔ بہت بڑی طرح زخمی ہوئے۔ اور بعض مر گئے
 کنڈکٹر اسکی کو خود سخت زخم آیا۔ میگزین کے اڑنے کے بعد جب میں نے اس کا چہرہ
 دیکھا تو جینے کی بہت کم امید تھی۔ ہاتھ اور چہرہ بالکل کوئکہ ہو گئے تھے مجھے صرف یہ
 اور کہنا ہے کہ دیسی آدمیوں میں سے کوئی ایک بھی میگزین میں نہ ٹھہرا۔ (بنگالی
 مورخ بھی تسلیم کرتا ہے) انہیں پہلا موقع ملے ہی ہتھیار لے کر وہ فرار ہو گئے۔ اور
 میگزین کی حفاظت کے لئے ہم لوگوں کو تنہا چھوڑ گئے۔ میگزین اڑاتے ہی میں اور
 لفٹنٹ ولف بانی کشمیری دروازہ کے محافظین کی طرف بھاگے اور

سٹرنگی دوسری راہ سے بھاگے۔ اور آخر کار میرٹھ پہنچے
 میں جل گئے یا اس کے بعد بھاگے ہوئے قتل ہوئے۔
 بھی میرٹھ کے راستہ میں قتل کر دیئے گئے۔

سوال۔ جو سیرجی دیوار پر چڑھنے کے لئے لایا گیا تھا۔ اور تم دی گئی۔
 کے لئے تیار کی گئی تھی۔

ہمارے
 سپاہیوں سیرجی کو صرف پانچ گولہ کے پاس تم تھے؟

تھا۔ جو پورے اونچا تھا۔ لہذا ایسے سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔
سوال۔ ہندوستانی حملے کی پوشاک یا عادات میں اس روز کوئی فرق معلوم ہوتا تھا
یا قدرے پہلے کہ ایسے آثار رہائے جاسکے تھے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ انہیں اس
واقعہ کی پیشتر سے خبر تھی؟

جواب۔ ان کی پوشاک میں میں نے کوئی فرق نہیں پایا۔ البتہ قدرے کئی روز پہلے
سے ان کی عادات میں فرق ظہور کیا جاتا تھا۔ وہ ہماری توہین کرتے اور ہمارے
اوقات و ہر گاہ دیتے تھے۔ خصوصاً مسلمان عہدہ ایسی حرکتیں کرتا تھا جس کی بنا پر
مشاہدہ کیا اور ہم دونوں آپس میں اس کی نسبت گفتگو کرتے رہتے۔ کہا جاتا تھا کہ
صبح کو جب میں میگزین میں گیا تو میں نے دیکھا کہ محافظین وغیرہ ہائیس بائیس
پہنے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ انہیں پہننے نہیں دیکھا تھا۔ نیز میگزین کے دروازے پر موشوں
پوشاک میں نہیں تھے۔ بلکہ صاف پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ میں نے فکرت و غفلت
کو بھی مشاہدہ کرایا جنہوں نے میرے ساتھ اتفاق کیا اور کہا کہ مجھ کو بھی اس حادثے
سخت تشویش ہے۔

سوال۔ کیا تمہارے پاس کوئی شہادت ہے کہ میگزین کے چند ہندوستانی شاہ نے
کار توں دار کا نسبت فروغ کے پہاڑ پہلے سے کچھ کہا ہو؟

گدشتہ بیان کی ایک دہلی میں رہا ہوا شخص نے کہا تھا کہ وہ ہندوستانی شاہ نے
دہلی جوتے پر کیونکہ میں زخمی ہو گیا تھا۔ تو پوچھا کہ سیناں کے

سوال۔ ساڑھے تین بجے تک کیا کیا دہلی کے میگزین میں کرتی تھیں؟

جواب۔ اس وقت تک میگزین بچاں تھا۔ اور ایک شخص کریم بخش نامی کا ذکر کیا۔
سامان مختلف جگہوں پر رکھا ہوا تھا لہذا ہماری ہدایت اچھی طرح کی۔
شالے میں زخم ٹپ گیا تھا۔ اور میرے ہاتھ میں بکری کے دھڑکے سے

کہا ہے کہ دہلی کے میگدین سے کسی شخص نے تمام جہٹوں میں مراسلے بھیجے ہیں۔ کہ جو کار تو اس اس میگدین میں بنائے جاتے ہیں۔ ان پر چوٹی لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اور اگر انگریز امنہ کوئی بات اس بارے میں کہیں تو ان لوگوں کو ان کا مطلق اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ یہ شخص کہ مخمخش جس وقت ہندوستانی میگدین پر حملہ آور ہو رہے تھے بہت سرگرمی دکھا رہا تھا۔ اور حملہ آوروں سے سلسلہ جنبانی کر رہا تھا۔ اس کی تمام خصلت ایسی مشتبہ نظر آئی کہ لفٹنٹ ولف بانی نے اسے دروازے سے باہر کر دینے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ اگر وہ ذرا کچھ اور سرگوشی کرے گا تو میں فی الفور اسے گولی مار دوں گا۔

جرح از ملزم

سوال۔ وہ لوگ کس قسم کی وردی پہنے ہوئے تھے جنہیں نم سیر سپاہی بتاتے ہو؟ جو میری طرف سے میگدین پر قبضہ کرنے گئے تھے؟

جواب۔ وہ ٹوپی پہنے ہوئے تھے نیلی پوشاک تھی جس پر پتیل کی ایک ڈاب تھی جس میں ہندو قیس لگی ہوئی تھیں۔ یہی وہ وردی تھی جسے میں تیس برس سے آپکے تو پہنا نہ کے کہا ہوں کہ پہنے دکھتا ہوں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ بادشاہ کے ملازم

عدالت سے انہارے

سوال۔ تم نے کبھی غور کیا کہ یہ بیٹریاں کہاں سے لائی گئی تھیں؟ جواب۔ نہیں۔ میں نے غور نہیں کیا۔

گواہ چلا جاتا ہے

مکھن۔ کپتان ڈگلس کا چوہدر عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور قسم دی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار رائے

کے کیا رہنما تاریخ کو کپتان ڈگلس کے پاس تم تھے؟

جواب۔ جی ہاں میں اس روز کپتان ڈگلز کے کمرے میں صبح سے اُن کے قتل ہونے تک موجود رہا۔

سوال۔ اس موقع پر تم نے کیا کیا دیکھا؟

جواب۔ قریب، بجے صبح ایک سوار قلعہ کے لاہوری دروازہ کے پاس آیا۔ اور اندر آنے کی اجازت طلب کرنے لگا۔ محافظ نے انکار کیا۔ مگر وہ ضد کرنے لگا۔ کپتان ڈگلز کو خبر دی گئی۔ جو فی الفور نچے اتر گئے۔ اور اکر حال دریافت کرنے گئے۔ کپتان ڈگلز نے اس شخص سے دریافت کیا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ میرٹھ میں بغاوت کر کے آ رہا ہے۔ اور اب دہلی کے ذرہ ذرہ کی حفاظت کرے گا۔ کپتان ڈگلز نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا مگر وہ بھاگ گیا۔ کپتان ڈگلز روانہ سے پلٹ کر آ رہے تھے کہ بادشاہ کا قاصد ملا۔ اور کہا کہ بہت سوار آ رہے ہیں اور محل کے نیچے جمع ہو رہے ہیں۔ کپتان موصوف اتنا سنتے ہی محل کی طرف پٹے اور درباری کمرہ میں گھس کر برآمدہ میں پہنچے۔ وہاں سے ان سواروں سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا مطلب ہے۔ ان میں سے ایک نے جواب دیا ہم نے میرٹھ میں بغاوت کی ہے۔ اور اب الفضا کی خاطر یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ کپتان ڈگلز نے کہا۔ فیہ وزیر شاہ کے پرانے قلعہ کو چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں الفضا مل جائے گا۔ اس کے بعد کپتان ڈگلز قلعہ کے لاہوری دروازہ کو الپس ہو گئے۔ جہاں جا کر سنا کہ مسٹر فریزر کو توال کے ہمراہ انتظام کرنے کے لئے کلکتی دروازے گئے ہیں۔ کپتان ڈگلز نے مکان کی حفاظت کے لئے پہرہ متعین کیا۔ اور مسٹر فریزر کے پیچھے چلے گئے۔ میں اور چہر اسی انہیں کے ہمراہ پیچھے پیچھے ہوئے جب کلکتی دروازہ پر پہنچے مسٹر فریزر مسٹر جیمزسن اور دو صاحب اور موجود تھے جن کے نام مجھے معلوم نہیں مسٹر فریزر مسٹر جیمزسن اور دو صاحب حکم دے رہے تھے کہ دو سوار لیکر جاؤ۔ اور بندہ سب سے

جب ہوا وہ ادھر چلے گئے تو سنا چار یا پنج سواڑنگی تلواریں نے محل کی طرف سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان میں سے ایک نے نزدیک آکر مسٹر فریئر پر پستول کا فیر کیا۔ مسٹر موصوف بھی سے کود پڑے۔ اور بختاورنگہ چیراسی نے پولیس کے پہرہ والے سپاہی کی بندوق لے کر اپنے آقا کو دیدی بندوق بھری ہوئی تھی۔ مسٹر فریئر نے فیر کیا جس سے وہ سوار اسی جگہ ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں کو اس سے اشتعال پیدا ہوا۔ اور انہوں نے جاتے جاتے مسٹر جینسن کو زخمی کر دیا۔ اسی اثناء میں عوام جمع ہو گئے۔ اور کپتان ڈگلز گھبرا کر قلعہ کی خندق میں کود پڑے۔ جس سے ان کے پیروں اور رشت پر سخت چوٹ آئی۔ مسٹر فریئر لاہوری دروازہ تک اپنی گہی میں بٹھکر آئے۔ اور کپتان ڈگلز خندق کے اندر ہی اندر وہاں پہنچ گئے۔ اسی اثناء میں مسٹر جینسن اور مسٹر جینکس بھی پہنچ گئے تھے دروازہ پر پہنچ کر کپتان ڈگلز کو باہر نکالا گیا۔ ان کی حالت نہایت ابتر تھی۔ اور سخت چوٹ آئی تھی انہوں نے کمرہ میں جس کا نام کلیات خانہ تھا پہنچانے کے لئے کہا اور انہیں وہاں پہنچا دیا گیا۔ مسٹر فریئر بندوبست کرنے کے لئے بچے رہ گئے تھے۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ حاجی نور نے ان کو تلوار سے کاٹ ڈالا۔ اور بادشاہ کے ملازموں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حتیٰ کہ ان کا بالکل کام تمام ہو گیا۔ میں زمین کے اوپر تھا۔ اور یہ واقعہ زمین کے نیچے ہوا تھا۔ مسٹر فریئر کے قانوں میں ایک جھٹی لمبی شریک تھا۔ قتل کر چکے کے بعد وہ زمین پر چڑھ گئے۔ اور کمرہ میں گھسنا ہی چاہتے تھے کہ میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اور دوسری راہ سے جا کر ہر طرف کے دروازہ بند کرنے لگا۔ مجمع نے جنوبی رخ کے زمین سے داخل ہونے کا موقعہ دیکھا۔ اور فوراً اندر گھس کر تمام دروازے کھول دیئے۔ جن سے لہجہ آدمی جس میں مسٹر فریئر کے قاتل بھی تھے کمرے میں گھس آئے۔ اور کپتان ڈگلز۔ مسٹر جینسن۔ مسٹر جینکس اور دونوں جوان عورتوں

کو جو وہاں تھیں قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھتے ہی میں نیچے بھاگا۔ میں نیچے نہ پہنچے یا تھا کہ ”محمد“ بادشاہ کا قاصد مل گیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا: ”فدائے کیا و کیتان ڈگلےس کہاں ہے؟ تم لوگوں نے انہیں چھپا دیا ہے۔“ اتنا کہہ کر وہ جبراً مجھے پھینکا اور لے گیا۔ میں نے اسے جواب دیا۔ تم لوگوں نے خود تمام انگریزوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ کیتان ڈگلےس کے کہہ میں پھینکا میں نے دیکھا کہ وہ بالکل مردہ نہیں تھے۔ محمد نے یہ دیکھتے ہی لاش کی کئی ضربیں ان کے سر پر لگائیں جس سے وہ بالکل مر گئے میں نے ان دونوں لیڈروں کی اور دیگر لاشیں بھی دیکھیں مسٹر جینز کی لاش ایک کمرے میں پڑی ہوئی تھی۔ اور دوسرے میں مسٹر جینگلےس۔ وہ دونوں لیڈیاں اور کیتان ڈگلےس کی لاشیں پڑی تھیں۔ مگر کیتان ڈگلےس بستر پر پڑے ہوئے تھے۔ اور یہ سب فرش پر۔ ایک اور نووارد انگریز جو اسی روز صبح کلکتہ سے آیا تھا۔ پہاگنے کی جدوجہد کرتا ہوا لاہوری دروازہ کے پاس کہیں قتل کر دیا گیا تھا۔ مسٹر فریزر کی موت کے سوا گھنٹہ بعد تک انہوے کثیر کمروں کا مال و اسباب لوٹا نہ رہا۔ اور ان کا قتل نو دس کے درمیان ہوا تھا۔ میں نے اپنی جان کے خوف سے مکان کی راہ لی۔ اور تا وقتیکہ گورنمنٹ سے دہلی پر دوبارہ قبضہ نہ کر لیا۔ اپنے مکان سے باہر نہ نکلا۔

سوال۔ جس وقت کیتان ڈگلےس ویدان خاص میں گئے تھے کیا تم ان کے ہمراہ تھے اور کیا انہوں نے ملزم سے ملاقات یا گفتگو کی تھی؟

جواب۔ جی ہاں۔ میں کیتان ڈگلےس سے ملنے پہنچے تھا اور اسے ہمراہ رہا۔ اور کہہ سکتا ہوں کہ نہ ملزم سے ملاقات کی نہ کسی قسم کی گفتگو اور اپنے مکان و اس آگئے۔

سوال۔ کیا تمہیں یقین واثق ہے کہ گیارہ مئی کو صبح سے پہلے قتل ہونے تک کیتان ڈگلےس نے بادشاہ سے گفتگو یا ملاقات نہیں کی؟

جواب۔ مجھے یقین واثق ہے کہ انہوں نے صبح سے اپنے قتل ہونے تک

سے نہ ملاقات کی اور نہ گفتگو۔

سوال کیا دیوان خاص میں جانتے وقت بہتار سے علاوہ کوئی اور بھی تھا؟
جواب جی ہاں۔ بختاورنگہ و کوش سنگھ قاصد تھے۔

سوالات جرح از علوم

سوال کیا بہتار سے سب سے پہلے کپتان ڈگلس نے ملازم سے نشست گاہ کا دروازہ کھولا
کے لئے کہا تھا تاکہ باہر جا کر باغیوں سے گفتگو کریں؟

جواب جی ہاں۔ انہوں نے کہا تھا۔ اور کہا تھا کہ باغیوں کے پاس جاؤنگا مگر
ہم نے ایسا کرنے سے منع کیا تھا۔

سوال کیا ملازم عبادت خانہ میں موجود نہیں تھے۔ اس وقت جبکہ کپتان ڈگلس
برآمدہ پر چڑھ چکے تھے۔ اور اس کے قتل کپتان نے واقعہ معمول کو نش نہیں کیا؟
جواب جی ہاں۔ بادشاہ وہاں تھے۔ مگر کپتان ڈگلس دور سے کورنش کر کے
گزر گئے گفتگو نہیں کی۔

سوال بادشاہ سے کپتان ڈگلس کتنے فاصلے پر تھے؟

جواب پناہ قدم کے فاصلے سے تھے۔

سوال جب ملازم کپتان ڈگلس کو باغیوں کے پاس جانے سے روک رہے تھے
کیا تم نے کچھ گفتگو سنی تھی؟

جواب جی نہیں۔ میں اسے نہیں سنی۔

سوال کیا اس روز کپتان ڈگلس کو حکیم جن ابوالحسن نے کچھ گفتگو ہوئی تھی؟

جواب جی ہاں۔ کپتان ڈگلس جوٹ لگنے کے بعد سبب وہ کمرہ میں آ گئے۔ تو حکیم
ان سے مدد مانا کہ کمرہ میں لے گئے تھے مگر میں اس وقت موجود نہیں تھا اور

ان سے اس بارے میں گفتگو ہوئی۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ احسن الشفاں اپنی مرضی سے گئے تھے یا طلب گئے تھے؟
جواب۔ میں نہیں جانتا۔

سوال۔ جب کہ پٹان ڈگلس قلعہ میں آئے تو حکیم احسن الشفاں سے یا مجھ سے یا کسی اور شاہی ملازم سے کچھ گفتگو کی تھی؟
جواب مجھے خیال ہے کہ نہیں کی لیکن میں نے نزدیک سے نہیں دیکھا تھا۔
گواہ جاتا ہے

چار بج گئے۔ عدالت درخواست ہوتی ہے۔ اور ہمارے گیارہ بجے صبح تک کے لئے مقدمہ ملتوی کر دیا جاتا ہے۔

دسویں روز کی کارروائی

یوم دوشنبہ۔ ۸۔ فروری ۱۹۴۷ء

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں آج بوقت النجی عدالت کا اجلاس ہوا۔
پریسیڈنٹ ممبران بسترجم۔ ڈپٹی۔ جج۔ ایڈووکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔
ملازم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں حاضر کئے گئے۔
سرٹیفکیٹس ٹیکیکاٹ کو عدالت میں طلب کیا گیا اور ان سے حلف لیا گیا۔

جج ایڈووکیٹ کا اظہار لینا

سوال۔ ماہ مئی میں غدر سے چند روز قبل جان مسجد دہلی کی دیوار پر کیا کوئی کاغذ چسپاں کیا گیا تھا۔ جسے شاہ ایران کا اعلان بتایا گیا ہو؟
جواب۔ جی ہاں۔ سیلے سے کاغذ کا ایک چھوٹا ٹکڑا تھا جس کے دائیں اور بائیں
تکڑے دو ڈھال کی شکل بنی ہوئی تھی۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ شاہ ایران عنقریب اس
ملک میں آنے والے ہیں۔ اور انہوں نے تمام دینداروں کو جو پیروان تھے

اپنے ساتھ متفق ہو کر کامیاب فرما کر یوں کو نشانہ کرنے کی دعوت کی ہے۔ اور جو لوگ اس کام میں شریک ہوں گے ان کے لئے اعظم ہوگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اٹھتا رہا دیکھ کر دہلی کے پانچ سو مسلمانوں نے جہاد کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

سوال۔ کیا اس میں کچھ اور بھی تحریر تھا۔ کہ فرقہ شیعہ شی اپنے اختلاف کو دور کر کے متفق ہوں۔ اور باہم مل کر انگریزوں سے جہاد کریں؟

جواب۔ جی نہیں۔ مجھے خیال نہیں کہ یہ تھا۔

سوال۔ کیا اٹھتا رہا مذکورہ جس کے لئے بیان کیا جاتا تھا کہ شاہ ایران نے بھیجا ہے۔ جلی تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ میں تو ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔

سوال۔ یہ جامع مسجد کی دیوار پر کب تک چسپاں رہا؟

جواب۔ تقریباً تین گھنٹے تک۔ وہ رات کے وقت چسپاں کیا گیا تھا۔ مجھے

ٹھیک تاریخ یاد نہیں۔ لیکن غدر کے چھ مہینے پیشتر چسپاں ہوا تھا۔ یہ خوب یاد

ہے۔ اور صرف تین گھنٹہ تک لگا رہا۔ صبح کے وقت اس کے پاس آدمیوں کا ہجوم

لگ گیا۔ اور جب میں نے سنا تو جا کر تار ڈالا۔

سوال۔ جہاں تک تم جانتے ہو کیا دہلی کے باشندوں کو اس کے پڑھنے کا بہت

شوق تھا۔ اور کیا اکثر اسی کا چرچہ ہوتا رہتا تھا؟

جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا پتہ لگانے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ یہ کہاں سے آیا؟

جواب۔ بالکل نہیں۔ یہ بالکل مہمل تصور کیا جاتا تھا۔ عام خیال تھا کہ یہ سچا

نے چسپاں کر دیا ہوگا۔ پھر اس کے لئے تحقیقات لا حاصل تھی۔

جی اور۔ جب یا بنا پر تم کہہ سکتے ہو کہ اس وقت دہلی کی مخلوق میں

گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف کسی قسم کی بغاوت کے آثار پائے جاتے تھے؟
 جواب۔ جی نہیں۔ دہلی کی مخلوق میں نہیں پائے جاتے تھے بلکہ وہ تو فوجی سپاہیوں
 میں گورنمنٹ کی وفاداری کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اور اکثر اس معمول پر سہاٹے ہوتے
 رہتے تھے مگر غدر سے تقریباً پندرہ روز قبل صحیح طور سے اطلاع ملی تھی کہ سبٹرٹھ کے
 نام ایک گناہم خط بھیجا گیا تھا۔ کہ کشمیری دروازہ بہ سبب شہر بھر میں متحکم مقام
 ہونے کے اور دہلی چھاؤنی کی شاہراہ ہونے کے باعث انگریزوں سے
 چھین لیا جائے گا۔ اور حسب کبھی شہر میں بلوہ ہوگا سب سے پہلے اسی مقام پر
 قبضہ کیا جائے گا۔ یہاں فوجی کاروتین رہتا ہے اور جنگی نقطہ نظر سے اسی مقام
 پر پہلے قبضہ کرنا چاہیے۔ یہ خبر بالکل راست تھی اور اس سے اہل دہلی کے بعد کے خیالات
 کا اندازہ کیا جاسکتا ہے مگر انہیں براہِ غمتہ کیا گیا تھا۔ ان کے جذبات کو مشتعل کرنے کا
 ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے ایک شدید ملازم نے جو قلعہ میں رہتا تھا انہیں
 پہلے قاعدہ سواروں کی رجمنٹ کے رسالدار کو خطیہ طور پر بھیجا تھا کہ ہماری ملازمت
 چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرے۔ اور بغرض ترغیب یہ کہا کہ سو مگر امیں روی نہیں تھیں
 میں آئیں گے اور انگریزی سلطنت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ رسالدار نے مجھے اس کی اطلاع
 کی تھی۔ اس کا نام ایوریٹھ ہے وہ انگریزی لشکر کے کتا ہے۔ اور انگریزی فوج سے ملکر
 پہلا ماہ ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ چھ ماہ پیشتر بادشاہ نے روس کو سفیرہ اندر کئے
 تھے۔ رسالدار مذکورہ بھی بلا سپور میں ہے۔

سوال۔ کیا تم چپانوں کی بابت عدالت کو کوئی اطلاع دے سکتے ہو۔ جو غدر سے
 چند ماہ قبل گاؤں گاؤں تقسیم کی گئی تھیں۔ ان کی اصلیت یا تقسیم کئے جانے کا
 مطلب بھی معلوم ہوا؟

جواب۔ ان کی بابت صرف خیال ہی خیال ہے لیکن پہلا اعتقاد جو ہے

میں تھا وہ یہ سہ ہے کہ یا تو وہ کسی بیماری یا آفت کے سلسلہ میں بھی گئی تھیں مگر یہ غلط فہمی تھی جب میں نے تحقیقات کی تو ثابت ہوا کہ گورنٹسٹ ہواضع ہی ایک محدود تھیں۔ کسی ریاست میں نہیں بھی گئیں وہ صرف حدود دہلی کے چارہ پنج گاؤں میں تقسیم ہوئی تھیں۔ کہ ذمہ دار حکام نے آگے بڑھنے سے روک دیا میں نے ان اشخاص کو اپنے روبرو طلب کیا۔ جو ضلع ہندو شہر سے یہاں لا کر تقسیم کر رہے تھے۔ ان کی حدود وہی بھی تھی کہ گورنٹسٹ کے حکم سے تقسیم کی جا رہی ہیں۔ اور یہ کہ جس طرح وہ تقسیم کر رہے ہیں اسی طرح انہیں بھی تقسیم کی گئی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ حدود دہلی میں چپاٹیوں کا دعوا نہیں سمجھا گیا تھا۔ کیونکہ وہ حقیقت یہ ان لوگوں کے لئے تھیں جو ایک ہی ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے ہوں اور ان لوگوں سے امتیاز کرنے کے لئے تھیں جو باہم اختلاف رکھتے ہیں اور مختلف رسم و رواج کی پابندی کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ چپاٹیوں کی ابتلا لکھنؤ سے ہوئی اور کچھ شک نہیں کہ اپنے ہم خیالوں میں جوش پھیلا نا اور انہیں طیارہ بننے کی ہدایت کرنا مقصود تھا۔ تاکہ وقت پر ایک دوسرے کو سہارا دیں۔ اور آگے والے خطرات کا مستعدی سے مقابلہ کریں۔

سوال۔ کیا تم نے سنا ہے کہ بہارت کی طرف ایرانیوں کی پیشقدمی کا ہندوستانیوں میں بہت چرچہ ہوا کرتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ کثرت سے اور اکثر روسیوں کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی بھی افواہ ہوتی۔ ہر ایک اخبار کا نامہ نگار کابل میں رہتا تھا۔ اور ماں سے شمالی خبر رسانی ہوتی تھی۔ ہر ایک اخبار میں شمالی خبروں کا ایک حصہ ضرور رہتا تھا۔

سوال۔ تم جانتے ہو وہ شدید جی جس نے مسٹر پورٹ کو گورنٹسٹ کی ملازمت ترک کرنے کی ترغیب دی تھی اب کہاں ہیں؟

جواب۔ وہ اب عرب سرائے میں قتل کر دیا گیا۔

سوال کیا تھا کہ کتاب کے ہو کہ سپاہیوں یا دیسی آبادی میں اسی قسم کا کوئی اور خیال بھی پھیل گیا تھا؟

جواب - جی ہاں۔ مجھے معلوم ہے کہ غدر کے پانچ یا چھ ہفتے قبل سپاہیوں کی لائنوں میں یہ خبر پھوٹی تھی۔ اور کثرت سے تذکرے ہوتے تھے کہ دس لاکھ روسی شمال کی جانب سے آرہے ہیں۔ اور گورنمنٹ کبھی بہت جلد ہییت و نابود ہو جائیگی روسیوں کی فوج کشی تو عام طور پر پھوٹی تھی۔

سوال - کیا تمہیں معلوم ہے کہ بادشاہ دہلی ان کے رشتہ دار یا متعلقین غدر سے پہلے کبھی کی فوج سے پوشیدہ خط و کتابت یا پیام رسانی کرتے تھے۔

جواب - جی نہیں میں اس معاملہ پر رائے زنی نہیں کر سکتا۔

سوال - کیا تم جانتے ہو کہ شاہ دہلی نے شاہ ایران کے پاس خطوط یا سفیر پوشیدہ روانہ کئے تھے؟

جواب - میں نے سنا ہے کہ انہوں نے روانہ کئے تھے مگر یقیناً نہیں کہہ سکتا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ سہٹ جاتا ہے۔

پیر زادہ حسن عسکری عدالت میں طلب کئے جاتے ہیں۔ اور حلف

اٹھاتے ہیں۔

بج ایڈووکیٹ نے اظہار رائے

سوال - کیا تم ایام غدر میں دہلی میں تھے۔ اگر تھے تو کیا کام کرتے تھے؟

جواب - جی میں دہلی میں تھا۔ میرا کام پیری مریدی تھا۔ ایک موقع پر بادشاہ بیمار ہوئے۔ اور کئی درویش دعا کرنے کے لئے آئے تھے۔ اس وقت مجھے بھی طلب کیا گیا تھا۔ جب میں نے کچھ دعائیں پڑھ کر دم لیں۔ اور بادشاہ نے شفا پائی۔

تو اکثر مجھے طلب کرنے لگے۔ لیکن بار بار کی طلبی سے عاجز آکر میں نے بادشاہ سے التجا کی کہ آئندہ مجھے نہ طلب کیا جائے۔ اس وقت بادشاہ نے قسم کھا کر وعدہ کیا کہ اب وہ صرف اسی وقت بلایا کریں گے جب بہت سخت بیمار ہوں گے۔

سوال۔ کیا شیدی قبر شاہی ملازم کو تم جانتے ہو۔

جواب۔ میں بادشاہ کے اکثر سچے حشی مصاحبین کو صرف صورت سے پہچانتا ہوں دو تین کے نام بھی جانتا ہوں مگر شیدی قبر ان میں سے نہیں ہے۔

سوال۔ عدالت ہما کے روبرو شہادت دینی ہے کہ تم نے ایک حشی شیدی قبر شاہی کو شاہ دہلی کا خط دیکر شاہ ایران کے پاس روانہ کیا تم اسکی بابت کیا کہتے ہو؟
جواب۔ میں اس معاملہ میں کچھ نہیں جانتا۔

سوال۔ شہادت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تمہیں پشین گونی کرنے کا زعم ہے۔ خوابوں کی تعبیر تبتلے ہو۔ آسمان سے تمہیں الہام ہوتا ہے۔ صاحب کرامت ہونے کا تمہیں دعویٰ ہے۔ چنانچہ خود ملزم نے انہیں صحیح تسلیم کیا ہے ان کے لئے تم کیا جواب دیتے ہو؟

جواب۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ہرگز اس قسم کا حیلہ و کونہ نہیں کیا۔

سوال۔ بموجب تمہارے قول کے بادشاہ پر تم نے دم کیا تھا کیا تمہارے سانس میں تاثیر شفا تھی؟

جواب۔ ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کے لئے دعا کرتا ہے اور بڑھ کر دم کرتا ہے تو اسے یقینی فائدہ ہوتا ہے۔

سوال۔ تم نے کبھی بادشاہ سے ذکر کیا تھا کہ خواب میں مغرب کی طرف سے بگولہ

آتا ہوا تمہیں بتاتا ہے۔ یا کوئی آفت جو ہندوستان پر آنے والی ہو دکھائی دی۔ پھر سیلاب بے آواز سے روند ڈالا۔ یا انگریزوں کو زوال ہو گا۔ اور بادشاہ تخت نشین ہوں گے

جواب۔ خدا جانتا ہے مجھے کبھی ایسا خواب نظر نہیں آیا۔ نہ میں نے کبھی ایسا کہا۔
سوال۔ شہر دہلی کو تم نے کب چھوڑا تھا۔ اور تمہارے رد پوش ہو جانے کی کیا وجہ تھی
یہاں تک کہ پولیس نے تمہیں ڈھونڈ نکالا؟
جواب۔ جب یہ سہروردی شہر ہو گیا کہ شہر میں قتل عام ہو گا۔ اور میں نے لوگوں کے
غول کے غول خوار ہونے اور شہر سے باہر نکلنے دیکھے۔ تو میں بھی چلا گیا۔ پہلے میں درگاہ حضرت
خواجہ نظام الدین اولیا صاحب میں مقیم رہا۔ جسے کہ وہاں سے بھی چلے جانے کے لئے
کہا گیا۔ بعد کو قلعہ صاحب کو چلا گیا۔ وہاں سے گڑھی سہروردی پہونچا۔ جہاں میں
بیمار ہو گیا۔ میں کئی مقامات پر پہونچا۔ آخر کار لکھنؤ آئی۔ جہاں معلوم ہوا کہ گنگوہ
میں میری جستجو ہو رہی ہے۔ میں نے اپنی مرضی سے وہاں جانے کی ٹھانی اور چلا گیا
میرے بھائیوں کو میرے آنے کی خبر پہونچی۔ اور جب میں درگاہ امام صاحب میں پہونچا
ہوا اور اوڑھ بٹھ رہا تھا۔ سپاہیوں نے تنہا پا کر گرفتار کر لیا۔
مذموم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتے ہیں۔

بختا ورننگہ چراسی گواہ سرکاری آیا اور اس سے حق کہنے کیلئے قسم لی گئی۔
رجسٹر آفیس نے انہارے

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے؟
جواب۔ جی میں تھا۔

سوال۔ اس موقع پر جو کچھ تم نے دیکھا جو بیان کرو؟

جواب۔ میں نوکری پر تھا۔ خدق صامت کر رہا تھا۔ اور صاحب کی کتاب لیکچر کیا
ٹوگلکس کے حاشیہ کے لئے لے جا رہا تھا۔ میرا ہونہر بہت کم تھا کہ ایک سو بار گنتی
وروانہ کی طرف سے گھوڑا دھکا تا ہوا آیا۔ اور قلعہ کے دروازہ کے کھانے میں جہاں

کپتان ڈگلس کھڑے تھے گیا۔ میں نے کپتان ڈگلس کو اس شخص سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا۔ اور پھر اس سوار نے اپنا گھوڑا پھیرا۔ اور ہنگامہ اچلا گیا۔ کپتان ڈگلس نے مجھے کمرے پر پھیرنے کے لئے کہا اور کہنے لگے کہ میں قلعہ میں ہواؤں تم ہمیں پھیر میں بہت جلد اس آؤں گا پھر کپتان ڈگلس چلے گئے۔ اور میں دروازہ پر پھیرا لیکن کپتان ڈگلس اور دیگر لوگ انہیں کے پیچھے چلے گئے کپتان ڈگلس کے جانے کے بعد مسٹر فریزر بھی میں پھیر کر آئے۔ اور ان کی بابت مجھ سے دریافت کرنے لگے۔ وہ کچھ سے اتر کر تھوڑی دور چلے پھر کہنے لگے۔ کپتان ڈگلس آجائیں تو کہدینا میں کلکتی دروازہ جاتا ہوں ان کے جانے کے بعد میں بھی بادشاہ کے کمرے کی طرف چلا۔ راہ میں کپتان ڈگلس پریشان حالت میں مل گئے میں نے مسٹر فریزر کا پیغام ان کو سنایا کپتان ڈگلس قلعہ کے لاہوری دروازہ پر پہنچے۔ اور ہندوستانی گارڈ کے انٹر کو بھاگ بند کر دینے کے لئے کہا۔ جو کر دیا گیا۔ انہوں نے حکم بھی دیا کہ قلعہ جانو اسے چل پھرجوم نہ ہونے پائے۔ اسی وقت بادشاہ کا افسر جو کپتان کے عہدہ پر مامور تھا۔ وہلی کی سڑک سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ دروازہ بند تھا۔ اور کپتان ڈگلس کی کچھ اندیشی۔ انہوں نے مجھے ویسی افسر کی کچھ کلکتی دروازہ تک چلنے کے لئے مانگنے کی ہدایت کی۔ پھر کپتان ڈگلس اس میں بیٹھ گئے۔ اور میں پیچھے جا بیٹھا۔ کلکتی دروازہ پر مسٹر فریزر مسٹر کزن سہیل کلرک۔ چار پارچے انگریز تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔ مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلس دونوں ایک گہی میں بیٹھ گئے۔ اور دیگر انگریزوں کے ساتھ جو گھوڑوں پر سوار تھے قلعہ کی طرف آنے لگے لیکن تھوڑی دیر پہنچا نہ گئے۔ چونکہ کہ چار پارچے سواروں نے جو تالاب کی سمت سے تیزی سے گھوڑے دوڑا کر چلے گئے۔ انہیں پہنچا نہ گیا۔ مسٹر کزن کو سپنل کی گولی سے مجروح کیا گیا۔ اور وہ چلے گیا۔ مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلس گہی سے اتر کر باغیچہ کے طرف

مہش گئے اور بھانک کے محافظ سپاہیوں کے پاس جا کھڑے ہوئے اس وقت
 دو انگریز اور انہیں کے پاس آگئے مسٹر فریزر نے ایک سپاہی کی بددقت لیکر ایک
 سوار کے تاک کر گولی مار دی۔ پھر دوسروں کے قدم نہ جم سکے۔ اور نہ بھیر کر بھاگ
 گئے اس وقت وہاں ابنوہ کثیر اکٹھا ہو گیا اور کپتان ڈگلس اور ایک صاحب خندق
 میں گھیر کر کود پڑے اور اسی کے اندر اندر قلعہ کے دروازہ تک چلے گئے مسٹر فریزر اور
 دیگر جان بچک بہتے وہیں پہنچ گئے۔ لیکن میں نہیں بیان کر سکتا کہ اس وقت کیوں
 اتنی گھبراہٹ تھی۔ بسبب زخم کے جو خندق میں کودتے سے لگے تھے۔ کپتان ڈگلس پر
 بیہوشی طاری تھی ہم نے انہیں کمرہ کلیات خانہ میں لیجا کر بستر پر لٹا دیا مگر لیجا سکے پہلے
 مسٹر جینٹلس پادری صاحب نے آکر کہا تھا کہ کپتان ڈگلس کو کمرہ پرے چلو پھر میں
 طبیب شاہی کو بلا لانے کا حکم ملا۔ اور عبدالرحیم چراسی فوراً انہیں بلا لیا یا حکیم حسن اللہ
 کے جانے کے تھوڑے عرصہ بعد بادشاہ کے تقریباً پانچ مسلمان ملازم دین۔ دین
 کے نعرے مارتے ہوئے آئے اور اسی وقت مسٹر فریزر بھی اوپر چڑھنا چاہتے تھے
 جن پر ان لوگوں نے حملہ کیا اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ شمالی زینہ پر ہوا
 تھا۔ اسی وقت ایک ہجوم جو تلوار اور لٹاقیوں سے مسلح تھا جنوبی زینہ سے اوپر چڑھ
 آیا اور تمام کمروں پر قبضہ کر لیا۔ بچنے والے بھی آکر اس سے مل گئے۔ اس وقت تجھیں
 اپنے بچاؤ کی فکر کر رہا تھا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ اس تاریخ سے چھریں نے قلعہ کاغ
 نہیں کیا۔ یہاں تک کہ دہلی سے جو کے کنڑہ کو چل دیا۔ یہاں پہنچا تب نا ضروری ہے
 کہ حملہ آور گروہ کا سردار اڑتیسویں ویسی پیدل رجمنٹ کا حوالدار تھا۔ جو مسلمان تھا اور
 قلعہ کے لاہوری دروازہ کے گارڈ میں تھا۔ اس کے سوا میں اور کچھ نہیں جانتا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ مہش جاتا ہے

کشن سنگھ چہر اسی ملازم گورنمنٹ طلب کیا جاتا ہے اور اس سے حلف لیا جاتا ہے۔
جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ کیا گیارہویں گزشتہ کو تم دہلی میں تھے؟

جواب۔ جی ہاں میں کپتان ڈگلز کی اردلی میں تھا۔

سوال۔ کیا کپتان ڈگلز بادشاہ کے کمرہ میں برآمدہ کے نیچے کھڑے ہوئے باغیوں کے گفتگو کرنے گئے تھے اگر ایسا تھا تو کیا بادشاہ سے بھی گفتگو کی تھی اور اس وقت تم موجود تھے؟

جواب۔ جی ہاں میں موجود تھا۔ کپتان ڈگلز اور بادشاہ سے تھوڑی دیر گفتگو ہوتی رہی۔
بادشاہ نے انہیں کہا تھا کہ باغیوں کے پاس نہ جائیں مگر جب کپتان ڈگلز نہ مانے تو انہوں نے اپنے ملازم کے ہاتھ دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ وہ باہر نہ جائے پائیں۔

سوال۔ جب یہ کہا گیا تھا اس وقت کپتان ڈگلز کتنے فاصلے پر تھے؟

جواب۔ وہ چلے جاتے تھے۔ بات کرنے کو کھڑے نہ ہوئے تھے۔ دو چار قدم گئے ہونگے کہ
بادشاہ عبادت خانہ دروازہ پر آ کے کھڑے ہو گئے۔

سوالات جرج ازملم

سوال۔ واپس ہوتے ہوئے کپتان ڈگلز دیوان خاص میں سے گے یا کسی اور راستہ سے؟

جواب۔ وہ عبادت خانے کی دوسری راہ سے گئے تھے۔

سوال۔ کیا ملازم نے یہ نہیں ظاہر کیا تھا کہ انگریزی سلطنت میں انہیں بہت آرام حاصل ہے؟

جواب۔ جی نہیں۔ گورنمنٹ کی نسبت انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن کپتان ڈگلز کی نسبت کہا تھا کہ وہ ملازم پر بہت مہربان ہیں۔

سوال۔ کیا کپتان ڈگلز نے ملازم سے برآمدہ کے نیچے جانے کی استدعا نہیں کی تھی۔ اگر

کی تھی۔ تو ملازم کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ وہ ایسا کرنے والے ہیں؟

جواب۔ مجھے بھی طرح خیال نہیں۔ تو مجھے کیا واقعہ ہے۔ البتہ کپتان ڈگلس نے مجھے کا
دروازہ کھلوانا چاہا تھا۔

چار بج گئے کل گیارہ بجے تک کیلئے عدالت برخاست ہوئی۔

گیارہویں روز کی کارروائی

یومِ شنبہ۔ مورخہ ۹۔ فروری ۱۹۵۸ء

آج پھر قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں عدالت گیارہ بجے منعقد ہوئی۔

پریسڈنٹ ممبران۔ جوری مترجم۔ ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

مزم ان کے مختار غلام عباس سمیت عدالت میں لائے گئے۔

ڈپٹی سپرنٹ اخبار نویس طلب کیا گیا۔ اور اس سے حلف اٹھوایا گیا۔

جج ایڈوکیٹ نے انہما ہار لئے

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے؟

جواب۔ جی میں اپنے مکان میں تھا۔

سوال۔ کیا تم نے میرٹھ سے آتے ہوئے سپاہیوں کو دیکھا تھا۔ اگر دیکھا ہو تو جو کچھ تمہیں

اس کے متعلق معلوم ہو بیان کرو؟

جواب۔ نہیں میں نے انہیں آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ لیکن دروازے کے پچھلے

بند ہو جانے کی خبر سنکر میں باہر دیکھنے گیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ چاندنی چوک کی سڑک پر

جب میں پہنچا تو دیکھا کہ کوئال دوکانیں بند کرانے میں مصروف ہیں۔ انہیں سے یہی

سنا کہ سر فیلڈ فلس میکا ونجی انتظام میں مصروف ہیں۔ ایک ہجوم کے ہمراہ کلکتی دروازے

کی طرف گیا۔ اور ستر فریزر اور چار پانچ انگریزوں کو وہاں دیکھا۔ ستر فریزر

جھجھر کے سوار تھے اور وہ کوئال شہر شریف الحق اور پولیس آفسر سبزی

درجہ دوم کے ہمراہ دروازہ پر چڑھے۔ پھر اتر گئے اور ہجیر کے سواروں کو صف باندھ کر کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ اور خود بھی ان میں کھڑے ہو گئے۔ دربان سپاہی صف بستہ تھے اور انہیں تلواریں برہنہ کرنے کی ہدایت کی جا چکی تھی۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر دیا گنج کی طرف سے چھ شخص اونٹوں پر سوار ہو کر چلے آ رہے تھے۔ ایک ہندو کی زبردہ ٹھٹھہر کر انہوں نے انگریزوں پر متواتر فیر کئے جس سے مجمع ہر چار طرف منتشر ہو گیا۔ اور میں بھی اپنے مکان چلا آیا۔ آئے سے قبل اتنا ~~مطمئن~~ ^{مطمئن} نہ دیکھا کہ ہجیر کے سواروں نے ان لوگوں سے کچھ مزاحمت نہیں کی بلکہ سٹر فریز کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے بعد ازاں میں مکان سے نہیں نکلا۔ اور اس روز کے کسی اور حادثہ سے محض ناواقف نہیں۔

سوال جس وقت تم کلکتی دروازہ پر گئے کیا بہت ہجوم وہاں جمع ہو گیا تھا؟
جواب۔ تخمیناً چار یا پانچ سو آدمی اس مختصر جگہ میں تھے۔ جسے انگریز باغ کہتے ہیں۔

سوال۔ ایسا کب ہوا تھا؟

جواب۔ قریب نو بجے کے گریں ٹھیک وقت نہیں بتا سکتا۔

سوال۔ جب وہ عام راستہ نہیں تھا تو کیوں اتنا ہجوم جمع ہو گیا؟

جواب۔ خلاف معمول پھانک بند ہو جانے کی وجہ سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ اور اشتیاق کرنے والوں کی جماعت غیر معمولی سرعت سے دوڑی آئی تھی تاکہ پھانک بند ہونے سے قبل وہ نکل جائے۔

سوال۔ تم کہتے ہو کہ تم اخبار نویس تھے پس جو واقعات گزرے تھے ان سے پوری واقفیت ہونی چاہئے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ جو حادثہ گیارہ مئی کو ہونے والا تھا۔ دوا تین روز قبل امرکا کچھ چرچا نہ تھا؟

جواب۔ جو واقعہ خصوصیت سے گیارہ مئی کو ہوا۔ اس سے مجھے اسلا واقفیت نہیں تھی لیکن شہر میں بہت جوش و اشتیاق پھیلا ہوا تھا۔ شاہ ایران کے اعلان انبالہ کے

ہنگلوں کو جلا ڈالنے کی خبریں پھر جاری کی گئیں۔
 بابا بجا اڑ رہی تھیں۔

سوال: کیا تم نے کوئی خاص اخبار جاری کیا تھا اگر کیا تھا تو اس کا کیا نام رکھا تھا؟
 جواب: میں نے جاری کیا تھا۔ وہ کسی نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔ بلکہ مضامین کے لحاظ سے لوگ دہلی اخبار کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ میں اسے روزمرہ لکھتا اور اپنے خریداروں کو پڑھ کر سنا دیتا تھا۔

سوال: کیا تم اس کے کل فائل میں رکھتے تھے۔ اور اگر رکھتے تھے تو کیا اب بھی ہمارے

ہاتھ میں سے نذر کے ہیں۔ بعد کی ہل کا بیاں چھ کیں اور انہیں فائل کر دیا۔
 یہ دہلی سے کئی روز تک کی کابیاں نہیں تھیں مگر نذر کیلئے دہلی پر قبضہ ہو جانے کے بعد میں نے دو گئی پوری کر لی۔ اور کرنیل رن ملٹری گورنر دہلی کے سپرد کر دیں۔
 جنہوں نے ان کا ترجمہ کر دیا۔

سوال: کیا یہ کسی کو مسٹر فریڈ کے ہزارہ خیر کے لئے سوار تھے؟
 جواب: گو دینت مسروں کے ہائیں یا تینس آدمی تھے، اور جس وقت حملہ ہوا وہ

سوال: تم نے بیان کیا ہے کہ تمام آدمی اگرچہ باقاعدہ صف بندی کئے ہوئے تھے لیکن
 رات بھر سواریوں کو دیکھ کر جات کھٹے ہوئے۔ کیا انہیں یقین ہے کہ جو کچھ ہونے والا

ہو گا وہ ان کے لئے نہیں تھا بلکہ دینی دین دینا کے لئے ہے۔ اس

سوال: کیا تم نے ان کے لئے کوئی خاص نام رکھا تھا؟

دیا تھا؟

جواب۔ آٹھ بیٹے گذر گئے۔ جب یہ سب کچھ ہوا تھا۔ اب متفرق باتیں یاد آتی جاتی ہیں۔ جب میں جانے لگا تو باغی سوار دین دین پکار رہے تھے۔ اور دو طرفہ جرم سے کہہ رہے تھے کہ وہ ہندوستانیوں کو نہ سناں گے نہ ہاتھ لگائیں گے۔

سوال۔ گیارہویں سے قبل تم اپنے اخبار میں کس قسم کے مضمون لکھا کرتے تھے۔ کیا ہندوستانی سپاہ کی اہمیت بھی کبھی کوئی مضمون نکلا تھا یا ان کی ناراضگی کا ذکر کیا تھا؟

جواب۔ میرے اخبار میں برہمن کے عامیانہ مذاق کے مضامین اور وہ جو میں مطبوعہ پرچوں سے نقل کر لیتا تھا درج ہوتے تھے۔ سناہ کار توں اور اسپرٹ پر بھی روشنی ڈالی تھی۔

سوال۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ برہمن کی طرف سے ایرانیوں کی پیش قدمی کی بھی کوئی خبر درج کی تھی یا مضمون لکھا تھا؟

جواب۔ مجھے یاد نہیں کہ یقیناً میں نے ایسا کیا ہو لیکن کلی العموم ایسی خبریں جن کا تعلق ایران سے تھا شہر کے فارسی اخبارات سے اخذ کر لیتا تھا۔

سوال۔ جب تم خود اپنے خریداروں کو پڑھ کر سنا دیا کرتے تھے۔ تو تم ضرور جانتے ہو گے کہ سناہ کو کن مضامین سے دلچسپی رہتی تھی۔ کیا سپاہیوں میں ناراضگی پھیلنے کو دلچسپی سے سنا جاتا تھا؟

جواب۔ ہندوؤں میں تو کوئی جوش نہیں پھیلا۔ مگر مسلمان ایرانی خبروں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ اور شیخیاں گھبراتے تھے۔ مارے خوشی کے پھوسے نہیں سماتے تھے کہ ایرانی عنقریب آئیں گے۔ یہ کہیں گے وہ کہیں گے۔ سناہ سپاہیوں میں ناراضگی پھیلنے کو بھی صرف مسلمان بہت دلچسپی سے سنتے تھے۔ اور اس سے ان میں بے بسی پیدا ہو گیا تھا۔

سوال۔ جس زمانہ میں ایرانیوں کی آمد کا ذکر تھا کیا روسیوں کی بابت بھی کچھ چاہتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ ان دونوں کا ذکر ہوتا تھا۔ لیکن ایرانیوں کا کثرت سے۔

سوال۔ کیا دہلی سے کوئی دبی اخبار نکلتے تھے جبکہ انشا گورنمنٹ برطانیہ کی مخالفت تھا؟

جواب۔ ایسا ایک پرچہ تھا جو جلال الدین کی طرف سے مفتہ وار شائع ہوتا تھا اس کے مضامین گورنمنٹ سے عداوت ظاہر کرتے تھے اور عداوت الاخبار کہتے تھے۔

سوال۔ کیا یہ پرچہ کثرت سے شائع ہوتا تھا۔ اور چھپا ہوا ہوتا تھا؟

جواب۔ اس کی تعداد اشاعت شہر میں اور شہر کے باہر دو سو تھی۔ اور لیتھو پریس میں طبع ہوتا تھا۔

سوال۔ کیا یہ پرچہ اپنی منہ وراشاعت پر اکتفا کرتا تھا۔ یا خبریں ہم بیہودہ پر مشتمل بھی نکال کر لیتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ غیر معمولی خبریں آنے پر ضمیمہ جات بھی شائع کرتا تھا۔

سوال۔ کون اور کس طبقہ کے افراد میں اس کی اشاعت زیادہ ہوتی تھی؟

جواب۔ ہر طبقہ میں بدولت تخصیص سب کے یہ مقبول تھا۔

سوال۔ اتنے بڑے شہر دہلی کے لئے مقبول عام اخبار کی دوسو کاپیاں تربیت کم ہیں

کیا ہندوستان میں مروج ہے کہ ایک اخبار کئی لوگوں کو سنانے کے لئے خرید لیا جائے کس طرح ایک پرچہ کئی خاندانوں کے لئے کافی ہوتا ہوگا؟

جواب۔ جی ہاں۔ خریدار پڑھ کر اپنے پرچے دوستوں اور عزیزوں کو پڑھنے کے لئے دے دیتے ہیں۔

سوال۔ کیا دہلی میں صادق الاخبار پرنٹنگ ہاؤس تھا۔ اور تعداد اشاعت میں

دوسرے پرچوں سے بڑھ کر تھا؟

جواب۔ جی ہاں یہ مقتدر آگن خیال کیا جاتا تھا اس کے مضامین اخبارت سے بھی

اخبارات، اقتباسات ہوتے تھے مسلمانوں میں بہت منظور نظر تھا۔ دیگر اخبارات سے

اور اس سے کثرت اشاعت کا تاوان تو میں نہیں کر سکتا۔ البتہ وہ بہ نسبت کسی ہندوستانی
مضمون کے زیادہ طبع ہوتا تھا۔

سوال۔ ستم نے بیان کیا ہے کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ سے عداوت رکھتا تھا کیا انہیں کوئی
خاص مضمون یا دے جس میں ایسے جذبات کو ظاہر کیا گیا ہو؟

جواب۔ میں کوئی ایسا خاص مضمون نہیں یاد کر سکتا جس میں ایسے جذبات کو زیادہ
وضاحت سے ظاہر کیا گیا ہو۔ لیکن ایران و روس کے متعلق جو کچھ لکھا انگریزوں کے لئے
الفاظ سخت برتے ہیں۔

سوال۔ کیا تم نے کسی گناہ دروغ است کی نسبت کچھ سنا جو عجبریت کے نام سے کہ کشمیری
دروازہ بودہ کر کے چھین لیا جائیگا؟

جواب۔ جی مجھے یاد نہیں کہ کوئی ایسی خبر سنی ہو۔

سوال۔ کبھی یہ خبر سنی کہ ۳۰ مئی یا کسی اور مقررہ تاریخ کو بہت ہنگامہ سپٹ گا؟

جواب۔ نہیں میں نے اس ستم کی ایک بھی خبر نہیں سنی۔

سوال۔ کیا انہیں چپا تیل کا حال معلوم ہے جو گاؤں گاؤں تقسیم کی گئی تھیں؟

جواب۔ جی معلوم ہے عذر سے پہلے سنا تھا۔

سوال۔ کیا ہندوستانی اخبارات میں اس پر بحث کی جاتی تھی۔ اگر کی جاتی تھی تو اس کا

کیا نتیجہ نکالا گیا تھا؟

جواب۔ جی ہاں اس پر تنقیدیں کی جاتی تھیں۔ اور یہی آئے والے واقعہ کی غالب بھی

جاتی تھی۔ اور تمام دیہات کی آبادی کو تقسیم کر کے انہیں کسی سرسبز راز کے لئے قتل کرنا سمجھا

جاتا تھا جس کی عقدہ کشائی کہتے تھے کہ آگے ہوئی۔

سوال۔ تم جانتے ہو یہ چپا تیل سب سے پہلے کہاں تقسیم ہونی شروع ہوئیں یہاں ہندوستانی

یا خیال کیا ہے؟

جواب۔ مجھے علم نہیں کہ کہاں سے تقسیم ہونی شروع ہوئیں۔ مگر عموماً خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اپنی پت کرناں سے نکلی ہیں۔

سوال کیا تم جانتے ہو اہل قلعہ کے پاس بھی صادق الاخبار کا ایک پرچہ روانہ کیا جاتا تھا؟
جواب۔ ایک کیا کئی پرچے قلعہ میں جاتے تھے مگر میں نہیں جانتا کہ انہیں کون کون کھاتا تھا۔
سوال کیا نائنہ لغات میں فوجی اخبار بھی لازم کے حکم سے مقرر ہوا تھا؟

جواب۔ جی ہاں ایک تھا جو شاہی لیتھوگراف پریس قلعہ میں طبع ہوتا تھا اس میں صرف بادشاہ اور قلعہ وغیرہ کے حالات دیئے جاتے تھے اور گاہے گاہے دیگر حالات بھی لکھے جاتے تھے اسے سراج الاخبار کہتے تھے۔

سوال جب انگریزوں کو قتل کیا گیا تم موجود تھے؟
جواب۔ میں تھا۔ صدر کے پانچ چھ روز بعد صبح کے وقت میں نے اپنے گھر میں سنا کہ قلعہ میں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ میں فوراً وہاں سے چلا۔ اور دہلی دروازے سے داخل ہو کر نئے قلعہ میں پہنچا۔ جہاں میں نے بادشاہ کے مسلح مصاحبوں اور چند باغی سپاہیوں کو انگریزوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت ساڑھے نو یا دس بجے تھے۔ بادشاہ کے ایک ملازم نے مجھ سے کہا۔ "تم بہت انگریزوں کے لئے خبریں جمع کرتے ہو" اگر اب بھی لئے جاؤ گے تو تمہاری پوہنی خاطر کی جائے گی۔ جس طرح ان لوگوں کی گئی ہے۔ اس شخص کا نام بھیکو تھا۔ اور یہ ہرنن اعبد اللہ ملازم کے بیٹے کا ملازم تھا۔

سوال یہ انگریز کہاں سے گرفتار کئے گئے تھے؟
جواب۔ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ ہوشیار کے باورچی خانہ سے نکال کر لائے گئے۔

سوال کیا یہ باورچی خانہ اسی محل میں تھا۔ جہاں بادشاہ کا کمرہ تھا؟

جواب۔ بادشاہ کا کمرہ اس کے سامنے تھا۔ درمیانی جگہ میں صحن تھا۔ اور اس طرف پر یہ باورچی خانہ تھا۔ جہاں انگریزوں کو قید رکھا گیا تھا۔ صحن میں دیوان خاص اور دیوان عام واقع ہیں۔ بادشاہ کے کمرہ اور باورچی خانے کے درمیان دو یاڑھائی سو گز کا فاصلہ ہے۔

سوال۔ جہاں انگریز مرد اور عورتوں اور بچوں کو محبوس رکھا گیا تھا۔ وہاں کس عہدہ اور قسم کے لوگ بود و باش رکھتے تھے؟

جواب۔ اس عمارت میں بادشاہ کے سفی کا دفتر رہتا تھا۔

سوال۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جیسی عمارت میں لیڈیوں اور بچوں کو رکھا گیا تھا وہ معزز عہدہ داروں کے استعمال کے قابل تھی؟

جواب۔ جی نہیں۔ اس میں غالباً کوئی نہیں رہتا تھا۔

سوال۔ پھر اس سے کیا کام نکالا جاتا تھا؟

جواب۔ وہ مال گودام کا کام دیتی تھی۔ اور قدیم زمانہ میں مجرموں کو قید کیا جاتا تھا۔

سوال۔ کیا لیڈیوں اور بچوں کو وہاں زیادہ آرام مل سکتا تھا۔ یا یہ خیال تھا کہ کوئی پیمائش انہیں چھیڑ نہ سکے؟

جواب۔ نہیں وہ کھلی ہوئی عمارت تھی جس میں پردہ وغیرہ نہیں تھا صرف تاریک کوٹھڑی تھی۔

سوال۔ کیا ادنیٰ ہندوستانی بھی وہاں رہنا انتہائی تحقیر نہ سمجھے گا۔

جواب۔ جی بالکل صحیح وہ اپنے آپ کو حد درجہ ذلیل و بے عزت سمجھے گا۔ اگر اسے وہاں رکھا جائے۔

سوال۔ کیا وہاں ایک جگہ رہ گئی تھی۔ جہاں لیڈیوں اور بچوں کو قید

جواب۔ وہاں عمارت کی کئی نہیں تھی جن میں ان کو خاطر خواہ آرام مل سکتا تھا۔

سوال۔ کس کے حکم سے ان انگریزوں کو قتل کیا گیا؟

جواب۔ بادشاہ کے حکم سے کیا گیا اور کون ایسا حکم دے سکتا تھا۔

سوال۔ تم نے بادشاہ کے کسی رکن کو قتل کا نظارہ کرتے دیکھا تھا؟

جواب۔ وہاں مجھ کثیر تھا میں ان میں سے کسی کو دیکھ نہ سکا۔ البتہ مرزا منگل کے مکان

کی چھت پر کچھ لوگ کھڑے تھے۔ اور سنا گیا کہ مرزا صاحب بھی بھڑکوں میں سے

دیکھ رہے ہیں۔

سوال۔ کیا قتل سے پیشتر انگریزوں کو رسیوں سے باندھا گیا تھا؟

جواب۔ میں نے خیال نہیں کیا۔

سوال۔ کیا قتل کرنے کے قبل انہیں ایک قطار میں بٹھایا گیا تھا؟

جواب۔ میں اس جگہ نہیں جاسکتا تھا۔ مینے انہیں بھی نہیں دیکھا۔ لیکن جب قتل ختم

ہوا اور مجھ منتشر ہو گیا تو بادشاہ کے احکام آئے کہ لاشوں کو پھینک دیا جائے۔ پھر

انہیں گاڑیوں میں لا دیا جارا تھا میں گیا اور بہتوں سے پوچھا جو اس کام کو کر رہے تھے

ان سے معلوم ہوا کہ ۵۰ نفروں کو قتل کیا گیا ہے۔ اس وقت لاشیں حلقہ نما بھری پڑی تھیں۔

سوال۔ ان میں مردوں کی کتنی لاشیں تھیں؟

جواب۔ صرف پانچ یا چھ بقیہ تمام بچے اور عورتیں تھیں۔

سوال۔ تم جانتے ہو ان لاشوں کو کیا کیا گیا؟

جواب۔ جی ہاں آرام کے حکم کے بموجب ہر گٹھ کی جانب لیا کر دیا میں وال دی گئیں۔

سوال۔ کیا قتل سے فراغت پا کر اظہار خوشی میں توہیں سر کی گئی تھیں؟

جواب۔ میں نے توہیں کی آواز نہیں سنی اور نہ کسی سے سنا کہ توہیں بھی ملے تھے

چار بج گئے عدالت کل گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی کر دی گئی

بارہویں روز کی کارروائی

پہلے چار شنبہ روز ۱۰ فروری ۱۸۵۸ء

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں حسب معمول عدالت منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ - ممبران بمترجم - ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔
لوزم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں حاضر کئے گئے۔
چنی کل کا گواہ دوبارہ طلب کیا گیا۔ اور اپنے گزشتہ بیان کے سلسلہ
میں شہادت دینے لگا۔

جج ایڈووکیٹ جنرل نے اظہارئے

سوال کیا تم عدالت کو بتا سکتے ہو کہ شہر دہلی کے کسی اور حصہ میں اگر قتل کئے گئے؟
جواب میں نے سوائے ان کے جن کا ذکر کر چکا ہوں۔ دوسرے مقتولوں کو نہیں دیکھا
البتہ سنا ہے کہ راجکشن گڑھ کے مکان میں پچیس انگریزوں نے پناہ لی تھی۔ اور جب
تک ان کے پاس بارود گولی رہی جان بچاتے رہے۔ بعد میں انہیں تہ خانہ میں سے باہر
لا کر باغی سواروں کے چند مسلمان ہمارے میوں نے تہ تیغ کر ڈالا۔

سوال کیا کبھی ملی ہیں بادشاہ کی فراروائی کا اعلان کیا گیا تھا۔ اگر کیا گیا تھا تو کب؟

جواب - بارہویں کو دوکانیں کھولنے کا حکم ہوا اور بادشاہ کی طرف سے سنادی کرانی گئی
اس کے دو روز بعد بادشاہ باہمی پر سوار ہو کر شہر میں نکلے۔ ایک پیدل جمبٹ چند توپیں
منجھڑ باجہ۔ اور خاص مسلح باڈی گارڈ بھی ہمراہ تھا۔ وہ دوکانیں کھولنے کی غرض
سے اور شاہ راہ عام کے اس حصہ تک چلے گئے۔ جہاں مکانوں کا سلسلہ
مختتم ہوتا ہے۔ پھر جس جگہ کے ہمراہ گئے تھے۔ اسی کے ساتھ واپس قلعہ میں داخل
ہوئے۔ یہی وقت آگس توپوں سے سلامی سر کی گئی تھی۔ اور حسب

تھوہ پوہ پوہ تو سلامی اسی طرح سر ہوئی۔

سوالات جمع از لزوم

سوال۔ کبھی تم نے یہ بھی سنا کہ میرے بھٹے آئی ہوئی باغی فوجوں نے بادشاہ کے کہنے سے ایسا کیا یا اپنی مرضی سے جبر کیا اور کرایا؟

جواب۔ مجھے اس سے آگاہی نہیں ہے۔ اس طرح ہوا ہوگا۔ یا اس طرح۔

سوال۔ کل تم نے بیان کیا تھا کہ جس مکان میں بیڑیوں اور بچوں کو عبوس کیا گیا تھا اس میں شاہی مفتی رہتے تھے۔ بعد میں یہ کہا کہ کسی دیہی منتر کو وہاں رکھا جائے تو وہ بے فہم خود کو ذلیل و حقیر سمجھ گا۔ ان ہر دو بیانات میں کیوں کہ ساطقت ہو سکتی ہے؟

جواب۔ ادنیٰ اور اعلیٰ ہر شے کے آدمی بدھ و فتر ہونے کے وہاں جمع ہوتے تھے اور اس سے یہ ظاہر ہے کہ محض زنا خاص کے رکھنے کا وہ موزوں مقام نہیں اور مفتی صاحب کا بھی جلت قیام نہیں تھا۔ صرف وہ جگہ تھی جہاں وہ فتر کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ گواہ ہٹ جاتا ہے۔

چنی لال بساطی عدالت میں طلب کیا گیا اور اظہار دینے لگا۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لے

سوال۔ کیا گذشتہ گیارہ و بارہ مئی کو تم دہلی میں تھے؟

جواب۔ جی ہاں میں دونوں تاریخوں میں تھا۔

سوال۔ کیا دونوں تاریخوں میں سے کسی میں بادشاہ کا عنان حکومت ہاتھ میں لینا بدیع منادی اعلان کیا گیا تھا؟

جواب۔ گیارہ تاریخ کو بوقت نیم شب قلعہ میں میں توپیں سر کی گئی تھیں جن کی آوازیں نے اپنے مکان سے سنی۔ دوسرے روز دوپہر کے وقت منادی کرائی گئی کہ ملک پر پھر بادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔

سوال۔ کیا تم نے کوئی جلوس جسے بادشاہ نے باغی پرستار بن کر نکالا ہو دیکھا تھا؟
جواب جی نہیں۔ غدر کے چند روز بعد میں نے قلعہ ہانا ترک کر دیا۔ اور بھی بادشاہ کا
جلوس نہیں دیکھا۔ البتہ مرزاغل کا جلوس نکلتے ہوئے دیکھا تھا جو انہیں کمانڈر انچیف
کا اعزاز بخشنے کی خوشی میں نکلا تھا۔
ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ چلا جاتا ہے۔

گلاب نامہ بر عدالت میں طلب کیا گیا اور اظہار دینے لگا۔

رج آئیڈ وکیٹ کا اظہار لینا

سوال۔ گذشتہ مئی میں جوقت اگر زیر پچے اور لیڈیاں قلعہ میں قتل کئے گئے کیا تم موجود تھے؟
جواب جی میں تھا اور انہیں قتل ہوتے ہوئے دیکھا۔

سوال۔ تم نے سب سے پہلے کب سنا تھا کہ وہ قتل کئے جائیں گے؟

جواب۔ میں نے واردات کے دو روز قبل سنا تھا۔ یہ کہا گیا تھا کہ اگر زیر و روز کے اندر
انہیں قتل کر دیئے جائیں گے مگر مجھے یاد نہیں کہ وہ کیا دن تھا قتل کے مقررہ روز عوام الناس
کے غول کے غول و سب کے وقت قلعہ جا رہے تھے اور ان میں میں بھی شامل تھا جب
پہلے صحن میں پہنچے تو دیکھا کہ اگر زیر سب کے سب ایک ساتھ کھڑے ہوئے ہیں اور شاہی
سرخ مصباحین جنہیں باڈی گارڈ کہا جاتا ہے چاروں طرف سے ان کے گرد حلقے کئے
ہوئے ہیں۔ انہیں کے ہمراہ چند باغی سپاہی بھی تھے۔ میں نے کسی کو کوئی اشارہ یا حکم دیتے
نہیں سنا۔ بلکہ لگا لگا ایک ان لوگوں نے اپنی تلواریں کھینچ لیں اور ایک ہی دفعہ سب نے منکر
فتیروں پر ہار کئے اور پے در پے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان سب کو قیدہ قیدہ کر ڈالا۔
کم از کم۔ یا پھر سو آدمی اس کام کو انجام دے رہے تھے۔

ان کی بچاؤ کی کوشش نہیں کی۔ یا تم نے کبھی سنا کہ کسی نے بادشاہ

کے پاس ان کی شفاعت کی ہو؟

جواب۔ جی نہیں۔ نہ بچانے کی کسی نے کوشش کی۔ اور نہ میں نے کبھی سنا کہ کسی نے بادشاہ کے پاس ان کی شفاعت کی ہو۔

سوال۔ تم کہتے ہو کہ ان عورتوں اور بچوں کے قتل کا وقت دور و زبیشتری سے مقرر کر دیا گیا تھا۔ یہ بھی بتا یا گیا تھا کہ کس کے حکم سے وہ مارے جانے گئے؟

جواب۔ میں نہیں جانتا کہ اس معاملہ میں کس کے احکام جاری ہوئے تھے مگر بعینہ حکم ایسا ہو بھی نہیں سکتا تھا۔

سوال کیا عموماً یہ سمجھا جاتا تھا کہ بادشاہ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کی اجازت دے دی ہے؟

جواب۔ اس وقت یہ نہیں معلوم ہوا لیکن لوگ اتنا ہی بتاتے تھے کہ پریوں قیدی مارے جائیں گے۔

سوال کیا دلی میں بادشاہ کی مہسری کا کوئی اور بھی تھا جو ایسے احکام دے سکتا ہو؟

جواب۔ صرف بادشاہ یا ان کے صاحبزادے مرزا مثل بی دو مرکز تھے جہاں سے احکام کا اجرا ممکن تھا۔

سوال۔ ہمارے خیال میں کتنے قیدی قتل کئے گئے تھے۔ اور کیا قتل سے پیشتر انہیں تپان میں جکڑ دیا گیا تھا؟

جواب۔ میں حساب نہیں بتا سکتا۔ وہ قاتلوں سے گھرے ہوئے تھے۔ ان کا زیادہ حصہ بچے تھے۔ اور وہ جکڑے ہوئے نہیں تھے۔

سوال۔ تم جانتے ہو لاشوں کو کیا کیا گیا؟

جواب۔ جی نہیں۔ سپاہیوں نے قتل کرنے کے بعد قلعہ سے سب کو باہر کر دیا تھا اور پھر میں نے نہیں سنا کہ ان کا کیا ہوا۔

سوال۔ بینک میں کسی کو قتل ہونے دیکھا تھا؟

جواب۔ جی ہاں مسٹر بیرس فارڈ اور ان کے خاندان کو قتل کئے گئے۔

رہا تھا۔ باغیوں اور مفسدوں نے جب بینک پر حملہ کیا تو مسٹر بیرس فارڈ اور ان کا خاندان بیرونی دفتر میں روپوش ہونے پڑے گئے۔ اور جب قاتلوں نے ان کی تلاش کی تو وہ عمارت کی چھت پر تھے۔ مسٹر بیرس فارڈ تلوار سے مسلح تھے اور مسٹر بیرس فارڈ کے پاس نیزہ تھا۔ سلمیٰ والے زینہ سے چڑھتے ہوئے باغی خائف ہوئے۔ انجام کار مفسدوں نے دباوا کیا اور وہ مغلوب ہو کر قتل ہو گئے۔ میں نہیں جانتا کہ بینک میں کتنے آدمی مارے گئے مگر قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک تھے۔ عین غدر کے روز بارہ بجے یہ واقعہ ہوا تھا۔

سوال کیا کسی لپٹی کو زندہ لے گئے تھے یا سب کو قتل کر ڈالا تھا؟

جواب ان سب کو فی الفور قتل کر دیا گیا تھا۔

سوال کیا بادشاہ کے مسلح صحابوں میں سے کوئی بینک میں موجود تھا؟

جواب جی نہیں۔

سوال کیا غدر ہوتے ہی بادشاہ فرار وامشہتر کر دیے گئے تھے؟

جواب جی ہاں۔ غدر کے روز بوقت تین بجے منادی کرانی لگی تھی کہ آج سے بادشاہ کی

حکومت ہو گئی ہے

میں نے

ملازم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

میں نے گئے تو

میں نے انظار سے

سوال تم جانتے ہو کہ قیدیوں کو کیوں تشدد کیا گیا؟

کوئی خاص دن مقرر کرنے کی بھی کوئی وجہ تھی؟

میں نے فریئر کو اور کئی انگریزوں

جواب جی نہیں مجھے دونوں باتوں کا علم نہیں۔

براہ راست ہے؟

علیم حسن الدفان پھر کہنے لگے۔ گذشتہ صفت کی دوست بادشاہ کے ملازمین قتل میں شامل تھے

جج ایڈوکیٹ نے ان پر خواست نہیں کیا گیا۔

میں نے وہ وقت کی

جواب: کورٹ ڈائری وفاق ہموں تھی جیسی کہ غدار کے بہت پہلے سے کھی جاتی تھی۔

سوال۔ اس صفحہ کو دیکھو اور بتاؤ کہ کس کا خطبہ کیا ہیچا ہے جو؟

جواب: جی ہاں یہ اس کا خط ہے جو کہ ڈائری لکھا کرتا تھا اور یہ صفحہ اسی ڈائری کا ہے۔

کورٹ ڈائری مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۷۷ء کے آفتاب کاترجمہ

”باو شہداء نے وہی ان خاص میں دربار کیا۔ ۳۵۔ اگر تم مقتید تھے۔ فوج نے اس کے

قتل کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ نے قیدیوں کو فوج جسیا چاہے کیسے کہہ کر ان کے حوالہ کر دیا۔

اور آخر کار وہ لوگ تنہی کے گئے۔ درباری بہکرت تھے۔ رؤسا، شرفاء، افسران۔ اہل قلم۔

سب و برابری میں حاضر ہوئے۔ احمد اعظمیؒ کو لانے کی عزت حاصل کی۔

سوال کیا گیا یہ سنی کو تم وہی ہیں حاضر تھے؟

جواب: جی ہاں میں موجود تھا۔

سوال۔ اس موقع پر تم نے جو کچھ دیکھا وہ بیان کرو۔

جواب۔ سولہ رمضان یعنی گیارہویں مئی کو صبح بوقت سات بجے نمبر ۴۴ میں فریسی یاد دہان ہوئے۔

اب ہندو سیما ہی قلعہ میں ولیان خاص کے روضہ پر آیا۔ اور چنیدہ را باطل سے

یہ وقت وہاں موجود تھے کہا کہ ویسی فوج نے میری طرف سے کوئی سختی سے خلافِ انصاف

جواب :- بی بی داخل ہوا چاہتی ہے۔

نچے تھے، اور یہ ملک و سرزمین کے لئے میرا ایک خاصہ میں دیوان خاص کے

سوال: تم جانتے ہو؟ انور محمد سے آگے کیونکر جوتھ کے سپیادی نہ کیا

جواب: جی ہنیر، اگر وہ کسی کشتہ دہن کے غیبه طلب کیا ہے تو وہاں کیا

میں نے نہیں سنا کہ ان

سوال پنجم کسی کو قتل کرنے کے لئے کسی کو دھوکہ دینا اور اسے قتل کر دینا

جواب جی اے مسٹر جیو شاف

اکثر رو دیاں پہنچے ہوئے تھے۔ اور بعض معمولی ہندوستانی کپڑوں میں تھے۔ میں نے فوراً دروازے بند کر دیئے جانے کے لئے بادشاہ سے کہا۔ جس میں سے ہو کر زہر چھڑو کہ سے قلعہ میں داخل ہوتے تھے۔ یہ مشکل بند کیا گیا تھا کہ پانچ یا چھ سوارشن برج کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ جہاں بادشاہ کے خانگی کمرے بلکہ اور دیگر شاہی بیگات کے کمرے تھے۔ سواروں نے چلا نا شروع کیا۔ ”دہائی ہے بادشاہ صاحب کی ہم اپنے دہرم کی جنگ میں مدد کے غرض نگار ہیں۔“ بادشاہ نے سن کر کچھ حواب نہیں دیا۔ اور نہ نیچے والے آدمیوں کو اپنا چہرہ دکھایا۔ بلکہ غلام عباس شمشیر الدولہ کو جو اس وقت حاضر تھے کپتان ڈگلنس قلعہ دار کے پاس جا کر سواروں کی آمد سے مطلع کرنے اور مناسب انتظام کی فہمائش کرنے کے لئے روانہ کیا۔ پھر بادشاہ اندرونی کمروں میں چلے گئے اور میں دیوان خاص میں آ گیا۔ تقریباً اسی وقت کپتان ڈگلنس غلام عباس کو ہمراہ لئے ہوئے پہنچے۔ اول الذکر برآمدہ پر چڑھ کر زہر چھڑو کہ دیکھنے لگے۔ جہاں سوار دستور موجود تھے اور ان سے کہا۔ ”یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ بادشاہ کا محل ہے۔ ہتھارا یہاں کھڑا رہنا بادشاہ کی ناراضگی کا باعث ہوگا۔“ اس پر سوار راج گھاٹ کی راہ سے جو شہر میں پہنچنے کا قریبی راستہ ہے چلے گئے۔ بادشاہ کپتان ڈگلنس کی آمد سن کر فوراً باہر نکل آئے۔ اور دیوان خاص اور کمرہ خاص میں لے گئے۔ ان سے ملاقات کی۔ کپتان ڈگلنس نے بادشاہ سے کہا آپ گھبرائیے نہیں یہ قتل کئے گئے تو فرو کر دیا جائیگا میں ابھی جا کر انہیں گرفتار کر لیتا ہوں۔ وہ کہہ کر جدا ہو گئے۔

کپتان برج محل کا دروازہ جو میں نے بند کر دیا تھا کھول دیا جب تک گنگوکر سکیں۔ بادشاہ نے کہا نہ تمہارے پاس سپتول ہے نہ شرفیہ رکاو اور کسی انگریزوں اور دشمنوں میں جارہے ہو۔ یہ نا تجربہ کاری ہے یہ سربہ کواہ پاتے رہے؟

چلے گئے۔ اسکی تھوڑی دیر بعد پران جہدار کپتان بادشاہ کے ملازمین قتل میں شامل تھے۔ اس کو بلائے میں جب پہنچا۔ جو است نہیں کیا گیا۔

بہت چوٹ آئی ہے ان کے ہمراہ ایک اور صاحب تھے جنہیں میں نہیں پہچانتا اور وہ ایک کوچ چھوڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے شانے میں بہت گہرا زخم لگا ہوا تھا کپتان ڈگلس نے کہا۔ وہ پا لکیاں فوراً منگھاؤں کے کچھ اور دیکھئے تاکہ انگریزی لیڈیوں کو یہاں سے بچا کر ملک کے پاس چھوڑ دیا جائے۔ اسی وقت مسٹر من فریزر صاحب کشتہ مارے میں آئے اور کہنے لگے۔ بادشاہ کے یہاں سے دو تو ہیں منگواؤ۔ اور بھاٹک پر رکھو اور پھر مسٹر فریزر مجھے اور غلام عباس کو ہمراہ لے جوں کے نیچے آئے جہاں سے وہ دو دروازے کی طرف چلے گئے۔ اور یہ غلام عباس کو ہمراہ سے ہوتے بادشاہ کے پاس مسٹر فریزر کا پیام سناتے کے لئے چلا گیا۔ پھر بادشاہ کی اجازت سے ہم نے لیڈیوں کے لئے دو پا لکیاں پہنچا دیں اور توپوں کے لئے بھی حکم دیدیا۔ لیکن بعد میں یہ خبر موصول ہوئی کہ سوار محل میں لاہوری دروازہ سے داخل ہو گئے ہیں۔ جہاں مسٹر فریزر توپیں لگانی چاہتے تھے۔ ہم سے یہ بھی کہا گیا کہ ان سواروں نے مسٹر فریزر کو قتل کر ڈالا ہے۔ اور کپتان ڈگلس کو قتل کرنے گئے ہیں۔ کہا روں نے بھی واپس آکر اس خبر کی تصدیق کی۔ انہوں نے بیان دیا کہ مسٹر فریزر کو قتل ہوتے دیکھ آئے ہیں۔ جن کی لاش بھاٹک کے پاس پڑی ہے۔ میرے بھاٹک کے اوپر کے سنے والوں کو قتل کرنے چڑھ رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ میں کو یہ سن کر بند کرنے کا حکم دیا۔ لیکن جواب دیا گیا کہ پیدل یعنی اڑتیسویں بچے تھے۔ اور یہی جو قلعہ کے ~~کے گارڈ تھے۔ ایسا نہیں کرنے دیتے۔~~ سوال۔ تم جانتے ہو یہ سوار دیوان خاص تک پہنچے آئے اور گھوڑوں کو پا میں باغ جواب۔ جی نہیں فرزند نے بھی قلعہ کے دیوان خاص و عام میں جا رہا ہے جی ہاں میں نے نہیں سنا کہ ان کو نہیں کوئی جھٹ لیکن خیال ہے کہ وہ بی کی تینوں سوال بیک میں کسی کو قتل کر دیا وہ اس معذرت کے بلکہ وہ بی نہ پہنچ سکی وہ جواب۔ جی ہاں مسٹر فریزر گھوڑا ہمت آکر وہاں پہنچے

بستر پہ بھیدا دیئے۔ اس روز کوئی خاص دربار نہیں ہوا۔ لیکن بادشاہ دیوان خاص میں کوئی تین چار مرتبہ آئے۔ جہاں ہر طرف باغی پڑے ہوئے تھے۔ باغی سوار دن بھر اور رات بھر گروہ درگروہ آتے رہے۔ شام کو نمبر ۵ پیادہ رجمنٹ اندر آئی۔ اور قلعہ سلیم گڑھ پر قبضہ کر لے چلی گئی۔ جہاں دوسرے روز میگدین سے لاکر تو یہیں نصب کر دی گئیں تاکہ میرٹھ سے آنے والی انگریزی فوجوں کو راستہ میں ہی روک لیں۔ تین روزوں اور رات انگریزوں کے آنے کا حذشتہ لاسی رہا۔ ذرا بگل کی آواز آئی اور باغی کیل کانٹوں سے درست ہو کر چوکنے ہو گئے۔ گیارہ مئی کو ملازم کے تین فرزندوں۔ مرزا مغل۔ مرزا خیر سلطان اور جواں بخت اور پوتے مرزا ابو بکر نے فوج پر اعلیٰ سردار ہونے کی درخواست کی۔ میں نے بادشاہ سے کہا کہ ابھی یہ لوگ کم عمر ہیں۔ اور ایسے منصوبوں کا تجربہ بھی نہیں رکھتے۔ اور وہ اپنے فرائض کو نہ سمجھ سکیں گے۔ بہتر ہوگا کہ آپ انہیں عہدے نہ دیں۔ شہزادے اس بات سے بہت ناخوش ہوئے۔ اور مرزا سینڈز ہوا۔ مرزا بخت اور شاہ اور مرزا عبدالکرم و امیران فوج اپنی درخواست پر متفق کرنے کے لئے گانٹھا۔ اور دو روز کے بعد وہ جبراً امیران اعلیٰ مقرر ہو گئے۔

سوال۔ تم نے کہا ہے کہ کپتان ڈگلز کے مکان پر دو پاکلیاں روانہ کرنے کے لئے گئی تھیں جب انہوں نے سنا کہ کپتان موصوف اور مسٹر فریئر قتل کئے گئے تو

کیا فائلوں کی گرفتاری یا سزا میں سی کی گئی تھی؟

جواب۔ جی نہیں وہاں ایسی گڑبڑ تھی کہ کچھ نہ کیا جاسکا۔

سوال۔ یہ ظاہر ہے کہ بادشاہ کے خاص ملازموں نے اس روز مسٹر فریئر کو مار دیا کی انگریزوں کو قتل کیا تھا کیا یہ ملازمین بدستور اپنی جگہ پر بحال رہے اور خواہ پاتے رہے؟

جواب۔ میرے گوش گزار کبھی یہ بات نہیں ہوئی کہ بادشاہ کے ملازمین قتل میں شامل تھے لہذا۔۔۔ صحیح ہے کہ کوئی شخص اس وجہ سے کبھی درخواست نہیں کیا گیا۔

سوال کیا تمہارا اس سے یہ مطلب ہے کہ عام طور سے معلوم نہیں ہوا کہ قتل کے مرتکب کون تھے؟

جواب جی ہاں عام طور پر یہ بات معلوم نہ تھی۔ نہ میں نے سنا کہ قتل کس نے کیا۔

سوال کیا اس کی کبھی تحقیقات کی گئی تھی؟

جواب نہیں۔

سوال غدر سے پہلے بادشاہ کے کئے ہماری مسلح رہتے تھے؟

جواب قریب قریب بارہ سو کے۔

سوال کیا یہ آدمی فوج کے مختلف شعبوں میں تھے مثلاً توپخانہ، سوار، پیادے وغیرہ؟

جواب جی ہاں، اس میں توپخانہ، سوار، پیدل، سب شامل تھے،

سوال بادشاہ کے پاس کتنی توپیاں تھیں؟

جواب قابل استعمال توپیں چھ تھیں اور جنہیں جانتا کہ بیکار کتنی تھیں۔

سوال گیارہویں کو غدر کے روز اس فوج سے کیا کام لیا گیا تھا؟

جواب یہ خاص خاص دروازوں اور قلعہ کے خاص امور کے مکارانہ کی حفاظت

پر متعین کئے گئے تھے کچھ ان میں سے جن کا تقرر روپیہ کے بالموضع ہوا تھا بہت کم حاضر

رہتے تھے تاہم انہیں اہل فوج خواہ گھوڑے والے یا پادری تھے۔

سوال ان راستے ان ریزہ ریزے اور جوتیں کیونکر قلعہ میں لائے گئے اور مقید کئے گئے؟

جواب با عینوں نے انہیں شہر اور شہر کے گرد و نواح سے گرفتار کیا تھا۔ اور چونکہ وہ

قلعہ میں مقیم تھے لہذا ان قیدیوں کو بھی اپنے ہمراہ قلعہ میں لیتے آئے۔

سوال کیا تمہارا اس سے یہ مطلب ہے کہ جس شخص نے جس عورت اور بچے کو پکڑا اسے

اپنی قید میں لے کر رکھا؟

جواب جی نہیں۔ کتبہ انہوں نے اس امر کی اطلاع محفوظ قید خانہ کو کی۔

حکم ملا کہ وہ ہر ایک انگریز کو باورچی خانہ میں لپکا کر قید کر دیں۔

سوال۔ باورچی خانہ کو قید خانہ کس نے بنایا تھا؟

جواب۔ بادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ وہ بہت وسیع عمارت ہے۔ باغیوں کو ہدایت کی کہ قیدیوں کو وہیں رکھا جائے۔

سوال۔ غدر سے پہلے بادشاہ کے باڈی گاڑو کا کون افسر تھا؟

جواب۔ محبوب علی خان۔

سوال۔ کیا ان میں سے کسی نے گیارہ تاریخ کو سگیزین پر حملہ کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو کس کے حکم سے؟

جواب۔ جی نہیں۔ میں نے نہیں سنا کہ ان میں کا کوئی شخص کسی کے حکم سے حملہ کرنے گیا ہو۔ نہ میں یہ جانتا ہوں کہ کسی شخص نے حملہ کیا بھی یا نہیں۔ لیکن جو کچھ میں کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ شہر کے باہر رہنے والے لوگ حملہ آور ہوئے ہونگے۔

سوال۔ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ فی الحال بادشاہ کا سفیر باکوئی عزیز شاہ ایران کے دربار میں ہے۔ یا حال میں گیا ہے؟

جواب۔ جی نہیں موجودہ حالت کی بابت میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ جابجا ہو جائے۔ جبکہ خبر کے اخبار میں میں نے یہ پڑھا تھا کہ مرزا نجف ملازم کے بھائی شاہ ایران کے دربار میں گئے ہیں جن کا استقبال نہایت بزرگ و احتشام سے کیا گیا۔

سوال۔ کیا شخص دہلی سے روانہ کئے گئے تھے؟

جواب۔ میں نہیں جانتا۔ البتہ ان کے بھائی دو برس پیشتر بہت سے کاغذات و دیگر سفیر بنا کر گورنمنٹ کے پاس کلکتہ روانہ کئے گئے تھے۔

سوال۔ کیا جن عسکری کے شدید قہر کو ایران روانہ کرنے کی کوئی اطلاع تم عدالت کو پہنچا ہے کہ ضروری کاموں میں تم پر بھی اعتبار کیا جاتا تھا۔

خصوصاً تھوڑے ستعلیق ریز یقین کر لیا گیا ہے کہ کچھ بیان ہو چکا ہے اس سے تم بخوبی واقف ہو؟
جواب میں تمہیں کہتا ہوں کہ میں نے عدالت سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی۔ لاکھ بچہ پر
عتبار کیا جاتا تاہم میں ذکر کرتا ہوں۔ بہت راز مجھ سے مخفی رکھے جاتے تھے مثال کیلئے سنئے
بادشاہ نے اپنی بیوی تلج محل سے نکاح کرنے کی درخواست کی مسلمان ڈومنی تھی۔
اور نیچے طبقہ کی تھی۔ اور جس سے بعد میں بادشاہ کا نکاح ہو گیا، مجھ سے بالکل صلاح
نہیں لی تھی۔ نہ جو ان بخت کی تخت نشینی کی سازش سے مجھے آگاہ ہی تھی۔ اور ایسے
کئی دیگر اہم معاملات کا حال ہے۔ لہذا میں نہیں کہہ سکتا کہ لازم حسن عسکری اور
شیدی قبیلہ میں کیا گزرار۔

سوال کیا تم جانتے ہو کہ غدر سے پہلے بادشاہ نے اپنے رفقاء کی معرفت کمپنی کی ویسی
فوج کے افسروں سے خط و کتابت یا پیام رسانی رکھی ہو؟
جواب جی نہیں۔ میں نہیں جانتا۔ یہ ممکن ہے کہ ان میں خط و کتابت ہوئی ہو۔ مگر
مجھے یقین نہیں ہے۔ کہ ایسا ہوا ہو۔

چار بج جانے سے عدالت کل گیارہ بجے تک کے لئے برخاست ہو گئی۔

تیرہویں روز کی رولٹ

یوم جمعرات ۱۱ فروری ۱۹۵۹ء

عدالت پستور قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ۔ ممبران، مترجم، ڈپٹی جج، ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔
لازم عدالت میں لائے گئے۔

حکیم حسن الدخان بھی عدالت میں طلب کئے گئے۔ اور گورنر صاحب

یاد دہانی کی گئی۔

جمع ایڈوکیٹس نے اظہارئے

سوال کیا بہتین معلوم ہے کہ پچھ صاوق الاخبار کو لازم مدرسے پہلہ بہت پڑھا کرتے تھے؟
جواب۔ وہ باقاعدہ نہیں پڑھتے تھے البتہ اتفاقیہ کوئی شہزادہ کسی صمون کا کچھ حال بتا دیتا تھا۔
سوال شہزادے مضامین متعلقہ ایران کو ضرور دیکھی سے پڑھتے ہوئے اور کیا عموماً یہ بتایا
جاتا تھا کہ انگریزوں کو ایرانیوں کے ہاتھ سے شکست ہوئی۔

جواب۔ میں نے خود وہ اخبار نہیں پڑھا نہ میں یہ جانتا ہوں لیکن عام طور پر بیان
کیا جاتا تھا کہ انگریز ایرانیوں سے شکست کھا رہے ہیں اور شہزادے اس خبر کو ضروری
سمجھ کر پڑھتے اور اس پر یقین رکھتے تھے۔

سوال۔ مدرسے پہلے کیا مسلمانوں کو یقین تھا کہ انگریزی عملداری ختم ہو جائیگی اور کیا
شہزادوں کو بھی اس رائے سے اتفاق تھا؟
جواب۔ جی نہیں میں نے ایسا نہیں سنا۔

سوالات جرح از لازم

سوال۔ تم نے بتایا ہے کہ بادشاہ کی ملازمت میں ۲۰۰ سپاہی تھے بادشاہ کی فرخ کی
تینوں ٹکڑیوں کی وردیاں بیان کرو اور مختلف رجمنٹوں کے کیا لقب تھے؟

جواب۔ دو ہیل رجمنٹیں تھیں۔ ہر ایک میں پانچ سو آدمی تھے۔ ان کی وردیوں کا رنگ
گہرا سیاہ اور خاکستہ تھا انکے حملے اور کمر بند سرخ تھے وردیوں پر کوئی نشانات یا نشانے نہیں
تھے جس سے مختلف ٹکڑیوں میں امتیاز کیا جاسکتا تو بچانہ میں تقریباً ۴۰ آدمی تھے ان کی وردی
گہری نیلگوں حملے اور کمر بند سرخ ہوتے تھے انکی وردیوں پر بھی کوئی خاص نشانہ یا علامت نہیں
رہتی تھی لازم کا باڈی گارڈ سرخ کوٹ پہنتا تھا اور گہرے نیلگوں حملے اور کمر بند تھے۔
گواہ ہٹ جاتے ہیں

پہانگو نیڈا لڈویل گورنمنٹ نیشنل خوار عداوت میں طلب کی گئیں اور ان سے حلف لیا گیا

بج ایڈوکیٹ نے اظہارے

سوال کیا گیارہ مئی ششہ کو تم دہلی میں تھیں؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ تم کہاں رہتی تھیں اور تم نے کس وقت سنا کہ دبی فوجیں میرٹھ سے آئی ہیں؟
جواب۔ میں شہر کے اس حصہ میں رہتی تھی جسے دیا گنج کہتے ہیں اور میرٹھ کے سپاہیوں کے
آنے کی خبر مجھے گیارہ مئی کو صبح آٹھ اور نو بجے کے درمیان ملی۔

سوال۔ اس روز جو کچھ تم نے دیکھا ہو بیان کرو؟

جواب۔ میرے ایک ساتھیوں نے آکر بیان کیا کہ فوجیں بغاوت کر کے میرٹھ سے آگئی ہیں
اور راہ میں جو انگریز ملے گئے انہیں قتل کر ڈالا اور کہنے لگا کہ اپنی گاڑی تیار کر کے بھاگنے
کے لئے آمادہ ہو جانا چاہیے کیونکہ باغی دہلی کے انگریزوں کو بھی قتل کریں گے میں اس سے
باتیں کر رہی تھی کہ ہمارے دوسرے دو دروازے کے مہارے مسٹر ڈون نے آکر ساتھیوں کے
بیان کی تصدیق کی۔ اور مسٹر آلڈویل کو دریافت کرنے لگے تاکہ ان سے کچھ مشورت کر سکیں
پھر مسٹر آلڈویل کے پاس چلے گئے۔ اور یہ دو دروازے صحت تک اہم مشورہ کرتے رہے اور
آخر کار یہ طے پایا کہ تمام قریب و چار کے قریب تمام کان میں جو نہایت فرخ اور حکم تھا
آکر مجتمع ہو جائیں اور جب تک دم میں دم ہے اپنی عزت و آبرو پر آنچ نہ آنے دیں میں
کے بعد مسٹر آلڈویل اور مسٹر ڈون نزدیکی کے ہسپتال کے گارڈ کے پاس گئے۔ اس
گیارہویں ہندوستانی پیدل سپاہی تھے اور ان سے اپنے ساتھ جدوجہد کرنے
کے لئے دریافت کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ اس کے بدلے انگریز انہیں معقول معاوضہ دینگے
سپاہیوں نے جواب دیا۔ جاؤ اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ اس وقت صبح کے
بچے سے کچھ زیادہ وقت تھا۔ اور میرٹھ کے سپاہیوں نے تلک کہہ کر انہیں کہا تھا
جو یہ کہا جاسکے کہ گارڈ کے سپاہیوں نے انہیں لگا کر لیا تھا۔

انگریزوں نے جو ہمارے مکان میں جمع ہو رہے تھے۔ دروازوں کی ناکہ بندی کرنی شروع کی۔ اور عورتوں و بچوں کو چھت پر چڑھا دیا گیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ منع عورتوں اور بچوں کے کل تعداد میں بھی پچھرو بجے کے قریب باغیوں کو ہم نے پل عبور کرتے ہوئے دیکھا ان میں خاصی تعداد سواروں کی تھی۔ اور کچھ پیادے بھی تھے۔ باغیوں کا یہ گروہ ہمارے مکان کے زیر دیوار گزارا ہوا تھا جوب دریا واقع تھا اور ان میں سے بعض نے ایک صاحب پر نیزہ بھی کیا تھا۔ جو چھت پر تھے پھر یہ جماعت جلیانہ کی طرف چلی گئی اور ہم نے سمجھا کہ وہ قیدیوں کو آزاد کر گئی پھوڑی دیر بعد ہم نے سنا کہ وہ شہر میں گھس گئے ہیں اور انگریزوں کو جہاں پاتے ہیں قتل کرتے ہیں اسی وقت شہر کا ایک مسلمان باشندہ جو پیشہ کار رنگر تھا۔ خون آلود تلوار ہاتھ میں لئے کلمہ پڑھتا ہوا ہمارے مکان کے پاس آیا اور چلا کر کہنے لگا "انگریز کہاں ہیں" مسٹر ڈنل سنے اس سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ مگر اس کے جواب نہ دینے پر مسٹر ڈنل سنے گولی باردی اور وہ مر گیا۔ صرف یہی ایک شخص تھا جو اس وقت تک ہماری سرحد میں داخل ہوا مگر اس کے بعد ہی پچاس ساٹھ شہری باشندے اس کے پیرو ہمارے دروازے پر اکٹھے ہو گئے گیا رہ بجے کے قریب مسافر خانہ ایک مسلمان کے ہاتھوں ہمارے مکان میں پہنچائی گئیں۔ انہیں شہری باشندوں نے زود کو بکایا تھا جس سے ان کے سر میں کاری زخم آیا تھا اور ان کے مکان کا تمام اسباب لوٹ گھسٹ کر لے گئے تھے پھر تین بجے تک کوئی بات قابل ذکر نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ میگزین اٹا دیا گیا۔ اس وقت میں نے مسٹر آلڈ ویل سے التجا کی کہ مجھے اور میرے تینوں بچوں کو مکان سے نکال دیں کیونکہ خدمتگاروں نے مجھ سے کہا تھا کہ بعض آپس لینے گئے ہیں تاکہ یہاں لا کر نصب کریں اور میں نہاہ گاہ ڈوبنے کے خوف سے اتنی پہنچا نہیں سے اور تینوں بچوں نے ہندوستانیوں کے درمیان سوار ہو کر مکان سے نکل گئے اور بادشاہ کے

پوستے مرزا عبداللہ کے مکان پہنچے۔ اس کی بہن اور اہلیہ نے ہماری بہت خاطر توفیق کی کیونکہ مسٹر آڈول کو اور مجھے وہ لوگ بہت عرصہ سے جانتے تھے۔ رات کے آٹھ بجے تک ہم وہاں رہے جب مرزا عبداللہ آیا اور کہا کہ وہ ہیں بہترین پناہ گاہ اور محفوظ مکان یعنی اپنی ساس کے مکان میں پہنچاؤ لگا چنانچہ اسی وقت اس نے ہمیں وہاں پہنچا دیا مگر ہمارا کچھ اسباب اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ اور کہنے لگا عام راستہ سے اس قدر سامان لے کر نکلنا بہت خطرناک ہے کل تم اپنے منشی کو روانہ کرنا میں وہ سامان اس کے ہاتھ بھیج دوں گا۔ میں نے دوسرے روز حسب وعدہ اپنے منشی کو دوسروں پر یہ نقد اور کچھ چاندی کی طشتریاں مرزا عبداللہ سے لیکر آنے کے لئے روانہ کیا لیکن مرزا نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور ساتھ ہی ہمیں یہ پیام بھیجا کہ اگر اس کی ساس کے مکان کو فی الفور نہ خالی کر دیا جائے گا تو وہ لوگوں کو ہمارے قتل کے لئے روانہ کر لگا لے جائے گا۔ شام کو اپنے چچا اور چند لوگوں کو دیکھنے کے لئے روانہ کیا کہ اگر ہم پہنچے گئے ہوں تو وہ لوگ قتل کر دیں میں نے اس کے چچا کو تو نہیں دیکھا۔ لیکن ملازموں کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں ہر پہنہ تلواریں تھیں۔ یہ سب منشی کی والدہ ملاست کرنے لگیں۔ اور کہنے لگیں کیا یہی مرزا کی مہال نوازی ہے؟ اس کا اگر یہی ارادہ تھا تو کیوں ہمیں مکان میں گھسنے دیا۔ کیا حفاظت اور پناہ گاہ کا وعدہ صرف قتل کے لئے کیا تھا؟ اس نے ان لوگوں سے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو قتل کرنا ہی ہے تو پہلے مجھے کہو۔ میں نے انگریزوں کا منک کھایا ہے اور انہیں قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ پھر یوں کہنے لگی۔ مجھے قتل کرنے سے تم کو بہت ثواب ہو گا۔ کیونکہ میں سیدانی اور شیعہ ہوں۔ یہ بادشاہ کے خاندان کی طرف اشارہ تھا جو سنی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور سنی فرقہ نے حقیقتاً نبی کے بچوں یا سیدوں کو شہید کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو یقیناً کافر ہو جائیں گے۔ البتہ انہوں نے

۱۔ ہم کو شاید معلوم نہیں کہ سنیوں نے سادات کو شہید نہیں کیا تھا۔

عیسائیوں کے قتل کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ پھر اس سے کہنے لگے کہ وہ مکان سے نکل جائے تاکہ وہ لوگ نہیں قتل کرویں ورنہ ہمیں مکان سے باہر کر دے تا سرحد پر لچا کر ان کو ہلاک کیا جائے۔ آخر کار بعد وقت دوسرے روز صبح تک مکان خالی کر دینے کی ہمیں اجازت ملی۔ رات کے وقت منشی میرے درزی کو بلا کر لایا۔ اور میں نے اس سے کوئی ایسی جگہ دریافت کی جہاں جا کر سچ لوگ روپوش ہو سکیں۔ اس نے کہا کہ سنا گیا ہے کہ نواب احمد علی خاں انگریزوں کو پناہ دے رہے ہیں اور وہ ہیں وہاں بجا کر پوشیدہ کر گیا پھر وہ سواری لانے کے لئے نواب کے ہاں گیا مگر ناکام واپس آیا اور کہنے لگا کہ نواب کے مکان میں انگریزوں کا روپوش ہونا باغیوں کو معلوم ہو گیا ہے اور وہ اس کے مکان کے سامنے توپیں لگانا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ ہمیں اپنے مکان میں رکھے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ہم اس کے مکان میں رہنے لگے۔ ایک روز کہنے لگا کہ کئی عیسائیوں کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا گیا انہوں نے اگرچہ حراست میں رکھ لیا مگر ان کی جان بخشی کر دیا ہے اور ہمیں بھی وہاں جانے کی ہدایت کی ہے بدھ کے روز سات اور آٹھ بجے شپ کے درمیان درزی ایک باغی سوار قاور داد خاں کو بلا لایا جس نے ہمیں قلعہ میں پہنچا دیا اگرچہ باغیوں نے قسم کھائی تھی کہ انگریزوں کو ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے مگر وہ سوار درزی کا کسی زمانہ کا احسان مند تھا۔ اور اس وجہ سے ہماری حفاظت کا پختہ وعدہ کر لیا اور کہا کہ وہ زمیندار بے ایمانی نہ کرے گا۔ قلعہ کے لاہوری دروازہ تک اس نے ہمیں پہنچا دیا جہاں محافظ گارو کے ہاتھوں ہم لوگ قیدی بنے گئے یہ لوگ پھر ہمیں مرزا منگل کے روبرو لے گئے جنہوں نے ہمیں بھی دوسرے قیدیوں کے ہمراہ رکھے جانی کا حکم دیا۔ پھر ۲۲ مئی یوم بدھ کو رات کو ہمیں چھپے چھپے میرا خیال ہے مجھے کہنا چاہیے کہ قبرستان کے مندرجہ ذیل ہیں۔ مسز اسکی اور تین نیچے مسز انکھن

مسٹر ایڈوارڈس اور دو بچے، مسٹر مولانی اور دو بچے، مسٹر شہین اور ایک بچہ، مسٹر کارپٹ اور ان کی دختر، مسٹر سٹینس، مسٹر کارچرین، مسٹر شینس۔ اسٹراٹوڈا میں ایم مینٹا میں ای بری سفارڈ، میں ایل رائی میں الائن شائس، آئنشا۔ مسٹر رابرٹس اور ایک لڑکا، مسٹر کراڈ۔ مسٹر آتمہ۔ کوئی ایک شخص اور تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں۔ باقی عورتیں اور بچے تھے جن کے نام میں یاد نہ رکھ سکے۔ یہ ایک کھڑے کھڑے ایسے نرے تھے جن میں صرف ایک کھڑکی تھی۔ اس کے سوا کوئی دوسرا وزن نہیں تھا۔ وہ مقام کسی انسان کے رہنے کے لائق نہیں تھا اور ہمارے لئے تو بالکل نہیں۔ زبردستی اس میں ٹھونسا گیا تھا، ہر شخص ہوا لینے کے لئے کھڑکی کے پاس کھڑا رہنا چاہتا تھا۔ اور وہ کھڑکی بھی جہاں سے روشنی اور ہوا آتی تھی ہیں بند کرنی پڑی کیونکہ کب پابی اپنی بھری بندوقین جن کے گھوڑے چڑھے ہوتے لیکر آئے تھے۔ اور بچوں کو ڈرتے اور دہکاتے تھے۔ بسا اوقات ہم سے پوچھتے کہ اگر بادشاہ ہماری جان بخشی کر دے تو کیا ہم مسلمان ہونے اور ان کی لوندیاں بننے کے لئے تیار ہیں لیکن بادشاہ کے خاص مسلح باڈی گارڈ کے سپاہی جو ہم پر مسلط تھے دیگر سپاہیوں کو ہدایت کرتے رہتے تھے کہ ہمیں زندگی کی بالکل امید نہ دلائی جائے اور کہتے تھے کہ ہم کڑے کڑے کر کے چیلوں اور کوؤں کو کھلائے جائیں گے۔ یہیں کھانا سمولی دیا جاتا تھا۔ البتہ دو مرتبہ بادشاہ نے ہمیں نہایت عمدہ کھانا بھیجا تھا۔ صحبرات کو چند سپاہی آئے اور کہنے لگے کہ ”وہ ہیں مارڈالیں گے۔ اور انہوں نے انگریزوں کے قتل کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جبکہ کروہ پہر تک کوئی واقعہ نہیں گذرا صرف بادشاہ کے ایک خاص ملازم نے کسی لیڈی سے کہا تھا میں جانتی ہوں وہ مسٹر سٹینس تھیں کہ اگر انگریزوں کی بھر حکومت ہو جائے تو ہمارے ساتھ کیسا سلوک کریں“ لیڈی صاحبہ نے جواب دیا کہ ”جس طرح تم نے ہمارے خاوندوں اور بچوں کے ساتھ کیا ہے“ ۱۶ مئی یوم ہجرات کو سوامیرے اور میرے بچوں کے اور اس مسلمان عورت کے جو علیائیوں کو

مضی سب انگریزوں، بچوں اور عورتوں کو باہر نکال کر قتل کر دیا گیا۔
 سوال۔ تم نے کیسے جانا کہ یہ لوگ سب کے سب قتل کر دیئے گئے اور یہ کیونکت میں
 تمہارے بچے بچا دیئے گئے اور باقی سب کو قتل کر دیا گیا؟
 جواب۔ درزی کے مکان سے جانے کے قبل میں نے ایک دستہ رنٹ برطانیہ
 میری خواہش تھی کہ میں خود جا کر ان کے حضور میں اسے پیش کر دوں کہ ظلم و ستم
 کے لاکھوں روواڑہ پر ہو چکی۔ اور سپاہیوں نے جہاں اور چھوٹی فرنگی حکومت
 یہ بھی چھین لی۔ میں نے اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں اور میرے بچے
 ہیں۔ اسی وجہ سے قید خانہ میں ہمیں کھانا علیحدہ ملا کرتا تھا۔ اور باؤس بے شک
 ہمیں مسلمان سمجھتے تھے چنانچہ بارہ ماہوں نے ہمارے ہمراہ کھانا مارا
 کے شروع سے میں نے مسلمانوں کے مذہبی حکمت یاد کر لیں۔

دیئے تھے۔ چنانچہ ہم سب بڑی روانی سے ان کو اپنے ملازم وہ رکھنا چاہیں رکھنے
 ہماری حالت۔

کو ہمراہ لئے ہوئے آئے۔ اور ہماری جماع

باہر نکل آئیں اور پانچ مسلمان اندر

کیا اور کہا کہ انہیں پہلے ہی معلوم تھا کہ

ہندوؤں نے جہان کی قسم کھا کر کہا کہ ایسا

اور جس میں وہ فی الحال مقید ہیں وہ

وہ باہر لے گئے اور گنتی کی گئی۔ بجے تعداد

سب کو اکٹھا کر کے اس طرح بکڑا دیا

کچھ انہیں واپس

بہت پہلے کے درخت کی پے چڑھ کر حاضر کئے گئے اور شہادت دینا لگے

مسٹر اسپاہیوں میں سے کسی نے بھی ان کے قتل میں حصہ نہیں لیا۔ صرف بادشاہ کے اور ان کی دخترزموں کی تلواروں سے قتل رکھے گئے اور انہیں کو قیدیوں کے قتل کرنے کا ای ہیر سفارڈ میں آیل۔ کیونکہ ان کے عقیدے میں کفار کو قتل کرنے سے بہشت ملتی ہے کہ ڈی مسٹر آفٹھ۔ کوئی ایک نئے گی۔ میں نے یہ جاروب کش کی عورت سے سنا تھا۔ اور تمام جن کے نام میں یاد نہ رہے بارہا اس کی تصدیق ہوتی رہی قتل کے بعد ہی دو توپیں داغی ایک کھڑکی تھی۔ اس پہا گیا کہ یہ اظہار سرت میں سر کی گئی میں قتل کے ایک گھنٹہ بعد ایک کے لایق نہیں تھا اور صاحب کہتے تھے میرے محافظوں سے اگر کہنے گئے کہ وہ ان پانچ ہوا لینے کے لئے کھڑکی نچا چاہتے ہیں۔ جو بچائے گئے ہیں۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ ہماری جان آتی تھی ہیں بند کرنی چڑھی اور شاہی ملازموں سے کہا کہ ہمیں کسی محفوظ مقام میں پہونچا دیا جائے لیکر آتے تھے۔ اور بچوں کو ڈر سورت سے نہیں۔ کیونکہ سپاہی اور شہر کے باشندے ہماری جان بخشی کر دے تو کیا ہم مسلمان ہو۔ تم یہاں یہ بتا دینا چاہئے کہ بعض لوگوں کو میرے لیکن بادشاہ کے خاص مسلح باڈی گارڈ کے ساتھ لے کر

کرتے رہتے تھے کہ ہیں زندگی کی بالکل امید نہ دلائی گرتا کر لیا۔ ہم قیدیوں کی طرح مرنا مل کر کے چیلوں اور کوؤں کو کھلائے جائیں گے۔ پھر نے ان سے کہا کہ ہم عیسائی ہیں۔ اور مرتبہ بادشاہ نے ہمیں نہایت عمدہ کھانا بھیجا تھا یا کہ ہماری گرویں مادی جائیں لیکن کہنے لگے کہ ”وہ ہمیں مار ڈالیں گے۔ اور انہوں نے اذکرایا جب سپاہی نکست کھا کر واپس ہے۔ جبکہ کروہیہ ہر تک کوئی واقعہ نہیں گذرا صرف انگریزوں کے خلاف رہنے کی طاقت نے کسی لیڈی سے کہا تھا میں جانتی ہوں وہ مسکرواست کرنی شروع کی کہ ”انگریزوں سے حکومت ہو جائے تو ہمارے ساتھ کیسا سلوک ہو سہ ہر مذہب کے لئے لڑتے تھے وہ خود بھی افسوس ”جس طرح تم نے ہمارے خاندانوں اور نے کے قابل نہیں رہا۔ ہم مسلمانوں کو مذہب کو سہا میرے اور میرے بچوں کے اور اس سے کہنے رہے۔ انہیں ہمیشہ ہی

کہ آیا دراصل انگریز گورنمنٹ ان کے مذہب میں دخل دیتے ہوئے آگیا۔ تو
کی کثیر تعداد کہنے لگی کہ اگر اسے جاں بخشی کا اطمینان ہو جبکہ سائیہ ماطفت میں
ملازمت میں آنا چاہتے ہیں لیکن مسلمان ہمیشہ اس کے برخلاف قانونی افواج کے
کی ملازمت بہ نسبت گورنمنٹ کی ملازمت کے افضل و بہتر گورنمنٹ برطانیہ
جمہاریہوں سے بادشاہ کی مدد کریں گے۔ اور وہ ضرور اس کا واسطہ دے گا کہ وہ اس کے
سوال۔ دہلی میں جب تم غدر کے زمانے میں مقیم تھیں یہیں ہندو کی فرضی حکومت
سپاہیوں کے جذبات کا اندازہ کرنے کا بھی موقع ملا تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔ غدر کے زمانہ میں میں نے ہمیشہ مسلمانوں کو مرن بے شک
پایا ہے۔ محرم کے زمانہ میں مسلمان عورتیں اپنے بچوں کو دھا کر مار
رہی تھیں۔ مسلمان و عاقل میں عموماً انگریزوں کا

سب ہندوستان میں انگریزوں کی تہذیب کے ملازم وہ رکھنا چاہیں رکھنے
پدی کہ وہ اپنے وظیفہ میں سے تنخواہ

نی ہی بیان کر سکتے ہو کیا تھی؟

مقرر تھا جس میں سے ۹۹۰۰ روپیہ

مالوں کو ملتا تھا، نیز سرکاری اراضی سے

مقرر تھا۔ اور دہلی کے مکانات کا کرایہ اور

یہ وہ حاضر کے لئے اور شہادت دینے کے

مسٹر آئیڈیا ہیوں میں کس
اور ان کی دخترزموں کی تہ
ای ہیر سفارڈ میں اتنی ہے۔ جا۔ بج جانے سے عدالت کل گیارہ بجے تک کیلے
کراڈ۔ مسٹر آتھ۔ کوئی آہ۔

چودھویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ ۱۲۔ فروری ۱۸۵۵ء

کے لاین ہنیر
ہوا لینے کے لئے گیارہ بجے پھر عدالت قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔
آئی تھی ہمیں بند کرنی ہو، مسہران بستر جم۔ ڈپٹی جج۔ ایڈووکیٹ جنرل تمام اراکین موجود ہیں۔
دیکر آتے تھے۔ اور بچوں میں لائے گئے۔

ہماری جان بخشی کر دے تو کیا ہم مسلمان
لیکن بادشاہ کے خاص مسلح باڈی گار
کرتے رہتے تھے کہ ہمیں زندگی کی بالکل امید
کریں گے چیلوں اور کوؤں کو کھلائے جائیں۔
مرتبہ بادشاہ نے ہمیں نہایت عمدہ کھانا
کہنے لگے کہ ”وہ ہمیں مار ڈالیں گے۔ اور انہور
ہے۔ مجھے کر دو پہر تک کوئی واقعہ نہیں گذرا
نے کسی لیڈی سے کہا تھا میں جانتی ہوں و
حکومت ہو جائے تو ہمارے ساتھ کیا سا بکرو
”جس طرح تم نے ہمارے خاوندوں اوانے کے
کو سوا میرے اور میرے بچوں کے اور اس سے

کہا کہ بھاگ گئیں جب شہر اور قلعہ مرہٹوں کے ہاتھ سے نکل کر گورنٹ کے ہاتھ آ گیا۔ تو شہنشاہ شاہ عالم نے جنرل لیک صاحب سے انگریزی گورنٹ کے سایہ عاطفت میں آنے کی درخواست کی اور ۱۸۵۷ء کے فائنل قتل اور برطانوی افواج کے دہلی میں داخل ہونے سے کہیں زیادہ قابل یادگار رہے۔ شاہان دہلی گورنٹ برطانیہ کے پیش خوار اور رعایا بن گئے۔ اور برطانوی حکمرانوں نے انہیں مرہٹوں کے ظلم و ستم اور قید با مشقت سے چھڑا کر عیش و آرام عطا کیا۔ ملزم نے ۱۸۵۷ء سے دہلی کی فوجی حکومت حاصل کی لیکن ان کا اقتدار خاص قلعہ والوں پر بھی نہیں تھا۔ البتہ اپنے مقررین کو خلعت فاخرہ اور خطا بات دینے کی طاقت تھی۔ وہ اور ان کے اہل خاندان بے شک لوکل کورٹ سے بری تھے مگر گورنٹ عالیہ کے زیر نگین تھے۔

سوال۔ کیا گورنٹ نے ملزم کے مسلح سپاہیوں کی کوئی حد مقرر کی تھی؟

جواب۔ ملزم نے لارڈ ہاک لینڈ سے درخواست کی تھی کہ جتنے ملازم وہ رکھنا چاہیں رکھنے دیے جائیں۔ گورنر جنرل نے جواب میں اجازت دیدی کہ وہ اپنے وظیفہ میں سے تنخواہ دیکر جتنے ملازم رکھنے چاہیں رکھ سکتے ہیں۔

سوال۔ جو جنرل گورنٹ نے ملزم کے لئے منظور کی تھی بیان کر سکتے ہو کیا تھی؟

جواب۔ ان کا ایک لاکھ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر تھا جس میں سے ۹۹۰۰۰ روپیہ دہلی میں اور ۱۰۰۰ لکھنؤ میں ان کے اہل خاندانوں کو ملتا تھا۔ نیز سرکاری اراضی سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ وصول کرنا بھی منظور تھا۔ اور دہلی کے مکانات کا کرایہ اور زمین کا معاوضہ بھی لیتے تھے۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ پے جاتے ہیں۔

۱۵ مئی ۱۸۵۷ء عدالت کے رویہ حاضر کے لئے اور شہادت دینے کے لئے

بج ایڈوکیٹ نے اظہار سے

سوال کیا گذشتہ سنی کی گیارہویں تاریخ کو تم وہی میں تھے؟
جواب جی ہاں۔

سوال اس وقت جو کچھ تم نے دیکھا ہو بیان کرو۔

جواب گیارہ تاریخ کو حسب معمول صبح کے وقت قوا اعد تھی۔ اور بعض احکام پڑھ کر
سنائے تھے چنانچہ یہ بخیر و خوبی انجام پایا اور اس وقت تک عذر کا ذرا بھی شبہ نہ تھا لیکن
نوسبچے جمنٹوں کو فی الفور تیار ہو کر جمنٹ کے پل پر جانے کا حکم ملا تا کہ رسالہ نمبر سار کے
سوار جو میرٹھ سے بناوت کر کے آ رہے تھے۔ وریا کو عبور نہ کرنے پائیں۔ کرنیل رپل نے
پریٹکے میدان میں مجھے حکم دیا کہ اپنی کمپنی گریڈ ٹیرس اور کمپنی نمبر ایک دوڑوں کو صبح
دو توپوں کے ہمراہ لے کر پل پر جاؤں اور اس کی حفاظت کروں کرنیل مذکور نے مجھ
سے یہ بھی کہہ دیا کہ جانے کے قبل کپتان ڈے ٹیرس کے مکان پر چوراء میں ملنا تھا
جا کر ان کے احکام بھی حاصل کروں۔ کپتان ڈے ٹیرس نے مجھے مع کمپنی کے صدر
بازار میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ توپیں آئیں۔ پھر وہاں سے کوچ کرنا مگر پون گھنٹے
تک میں ٹھہرا رہا۔ اور توپیں نہ آئیں۔ تو میں نے اپنے تحت لفٹنٹ و برٹ کو تحقیق
کرنے کے لئے روانہ کیا کہ کیا سبب ہے جو ابھی تک توپیں نہیں آئیں۔ اور اس
خیال سے کہ توپیں ہیں راہ میں مل جائیں گی اور وقت بھی بچ جائے گا۔ میں نے اپنے
زیرکمان کمپنیوں کو مارچ کا حکم دیا۔ اور پل کی طرف روانہ ہوا۔ لفٹنٹ و برٹ مجھے
نصف راہ میں ملے اور کہا کہ ہندوستانی توپچی میگزین آچھوٹے ہیں لیکن توپیں
بہر حال بہت جلد پہنچا دی جائیں گی۔ اور جب میں پل سے ڈیڑ میل فاصلہ پر تھا
توپیں پہنچ گئیں کشمیری و روانہ سے سو گز آگے پہنچ کر کپتان ڈے ٹیرس نے مجھے
اس صفحہ فیلڈ آفسر تھے۔

انہوں نے مجھ سے کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو پل پہنچوں کیونکہ باغی سوار پہنچ چکے ہیں اور دہلی سپید نمبر ۵ کے افسروں پر فیر کر رہے ہیں۔ میں نے فوراً اپنی کمپنیوں کو بند و قس بھرنے کا حکم دیا۔ اور جب یہ ہو چکا تو کرنل رپلی کٹمیر بدروازہ سے ملکتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان کے کئی مقامات پر زخم آئے تھے۔ اور سرجر فالت انہیں سنبھالے ہوئے تھے۔ میں پھر باغیوں کی سرکوبی کا تصور کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔ لیکن راہ میں ایک بھی نہ ملا۔ نمبر ۵ سپید رجمنٹ کی آٹھویں کمپنی کے سپاہی جو کرنل رپلی کے زیرِ کمان پیشینہ کی لے روانہ کئے گئے تھے وہاں موجود نہ تھے۔ صرف نمبر ۳ دہلی سپید کے۔ ۵ سپاہی بطور گارڈ لفٹنٹ پرکٹر کی سپردگی میں موجود تھے کپتان والس نے مجھ سے ذکر کیا کہ نمبر ۴ کے ان سپاہیوں نے چند گز کے فاصلہ پر کرنل رپلی کو باغیوں کے ہاتھوں لٹے دیکھا۔ ہر چند میں نے حکم دیا مگر کوئی بھی کرنیل کو بچانے کے لئے ایک قدم نہیں ہلا۔ نمبر ۵ نے بھی اپنے افسروں سے ایسا ہی شرمناک برتاؤ کیا۔ مگر جاکے مغربی میدان میں میں نے کپتان اسمتھ کپتان بروڈ لفٹنٹ ایڈوارڈس۔ لفٹنٹ وارڈنیلڈ اور سرجنٹ کو مروہ پایا جو خاک پر پڑے ہوئے تھے یہ سب نمبر ۵ دہلی سپید کے افسر تھے توپوں کو موقع موقع نصب کر کے اور مختلف مقامات پر سنترلوں کو کھڑا کر کے میں نے لفٹنٹ ویرٹس سے مشورہ کیا کہ ہم چکر ان مقتولوں کی لاشیں اٹھالائیں لیکن کمپنی کے سپاہیوں نے ہمیں منع کیا کہ ابھی اس سے باز رہیں کیونکہ باغی سوار افسروں کی تلاش میں ہر طرف پھر رہے ہیں سپاہیوں نے یہ بھی کہا کہ وہ خود ان لاشوں کو اٹھا دینگے تو بڑی دیر کے بعد ایڈجیوٹنٹ لفٹنٹ آس برن او لفٹنٹ ٹیلر جو پٹھانوں کے ہاتھوں زخمی ہو گئے تھے ہم سے آئے۔ انسان انجیلو بھی ہمارے پاس چلے آئے اس وقت کٹمیر بدروازہ کے گرد فوج میں بالکل سکون تھا۔ بارہ بجے لاسٹ کمپنی کا ایک سپاہی میرے پاس آکر کہنے لگا کہ والد سرجنٹ نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ رجمنٹ کہاں

جائے پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ سواروں کے
افسروں پر گولیاں چلانے سے یہ لوگ بھاگ نکلے اور سبزی منڈی میں جا کر جمع ہو گئے۔
میں نے اس سے کہا کہ انہیں جا کر کشمیری دروازہ آنے کا حکم دے۔ وہ سب بغیر کسی
اگر نیا منر کے آگئے اور کہنے لگے کہ راستہ بھر باغی سواروں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور
کہتے رہے کہ ہم سے مل کر بغاوت میں حصہ لو۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے سپاہیوں
کی مدد سے اگر نیا منروں کی لاشیں اٹھوالیں۔ اب ہم ہیں نہ برم، مہاجر ایٹاٹ کے
زیر کمان مل گئی تھی۔ اور کپتان ڈیٹرزس کی دو توپیں بھی ہمارے ہی ہمراہ تھیں۔ میں
خیال کرتا ہوں کہ شاید اس وقت دو بجے تھے جبکہ ہمیں سیگن کی طرف سخت
ہنگامہ اور گولہ باری سنائی دینے لگی اور سارے تین بجے تک یہ آوازیں آتی ہیں
میں یہ کہنا بھول گیا کہ جب میں کشمیری دروازہ پر پہنچا تو مسٹر گیلوے نے آکر
خزانہ کے گکار کو تقویت دینے کیلئے کہا۔ چنانچہ کئی سپاہی روانہ کر دیئے گئے۔
مسٹر ولٹ بانی سیگن سے بھاگ کر ہم میں آئے۔ اور بیان کیا کہ کس طرح انہوں
نے اور چند اگر نیا منروں نے سیگن کو اب تک بچائے رکھا۔ اور بادشاہ کا فوج بھیجا
اور سیگن پر حملہ کرنے کے لئے سیرمبیاں روانہ کرنا وغیرہ بیان کرتے رہے ہم باہر نکلے
تک کشمیری دروازہ پر مقیم رہے جب میں کھڑا تھا کہ اچانک ایک ہارڈ ماری گئی جو میرے
سامنے سے گزر گئی اس میں نہرہ کے کپتان گارٹون اور لفٹنٹ ریولی مقتول اور
نہرہ کے لفٹنٹ اسپارن مجروح ہوئے پھر لائٹ کمپنی کے ایک سپاہی نے
میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بہتر ہو گا۔ میں فوراً چلا جاؤں۔ ورنہ گولی سے مار دیا
جاؤں گا۔ اور نہرہ کے سپاہیوں کو اپنی ماتحتی میں نہ پا کر اور اپنا ٹھہرنا لا حاصل سمجھ کر
میں نہرہ کے ایک افسر کے پاس چلا گیا۔ یہ شاہ زادہ سے جا رہا تھا۔ مگر وہ بھی لڑنا
کمپنی کے سپاہی (صرف وہی) کے پاس نہ تھا۔ انھوں نے گھیلوں میں سے

کے لئے کہنے لگا کیونکہ شاہراہ محفوظ نہیں تھی۔ چنانچہ ہم اسی کے نصیحت کے بموجب گلیوں میں سے برگزیدہ گروڑ کے پاس پہنچے۔ اور جو کچھ دیکھا تھا اطلاع دیدی۔ وہاں دو توپیں اور دو سی ہیدیل نمبر ۳۰۰ سپاہ موجود تھی جو اس وقت تک ہنہایت وفاداری سے خدمات بجالا رہی تھی۔ مجھے وہاں پندرہ منٹ کا وقفہ ملا۔ جس کے درمیان میں سپاہ مذکور نے عہد کیا کہ وہ ہماری رفاقت نہ چھوڑے گی اور جہاں ہم جائیں گے ساتھ چلے گی۔ چنانچہ وہ سپاہی ہمارے ساتھ ہوئے۔ پہاڑی پرستہ بچے اتر کر چھاؤنی کی سرک پر چلنے لگے اور جب لائنوں میں پہنچے تو وہ لوگ ایک ایک دو دو کر کے اپنی چھوٹی ٹریلوں میں چلے گئے۔ اور پھر صورت نہیں دکھائی جب میں نے ان سے دریافت کیا تو کہا کہ باقی پکیرا بھی آتے ہیں۔ مگر ہتھیار وغیرہ وہ لے کر چل دیئے یہ حالت دیکھ کر میں اپنے خاص مکان کے گارو میں پہنچا۔ اس وقت ساڑھے سات بجے تھے میں نے گارو کو اپنے ہمراہ چلنے کی ترغیب دی اور تقریباً آدھ گھنٹہ تک ان کی خوشامد کرتا رہا۔ آخر کار بہتر اخراہی حوالدار میجر اور دو سپاہیوں نے میرے ساتھ وینا منظور کیا چنانچہ ہم تینوں چل کھڑے ہوئے مگر تاریکی میں راستہ بھول گئے۔ اور صبح ہم نے اپنے آپ کو دہلی سے چار میل کے فاصلہ پر پایا۔ بین روز تک ہر طرف کے کھیتوں کے قرب و جوار میں روپوش رہا۔ جو دہلی سے تین میل کے فاصلہ پر ہیں حوالدار اور سپاہی نے پہلے ہی روز صبح کھانا لانے کے بہانے سے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ دوسرا سپاہی دوسرے روز تنہا چھوڑ چکا تھا۔ آخر کار میں ایک فقیر کی مدد سے کرناٹ بھاگ گیا۔

سوال کیا تھیں اپنی رحمت میں کوئی آثار معلوم ہوئے تھے جس سے ظاہر ہوا کہ سپاہیوں کو میرے لئے کی باغیوں کی آمد کی اطلاع پہلے سے تھی؟

جواب گیارہ مئی تک میں کوئی علامت یا نشانی محسوس نہیں کر سکا کیونکہ سپاہیوں

مجھے ان لوگوں کی اس روز کی تمام عادات و اطوار سے یقین ہوا ہے کہ انہیں
 ہینیک پہلے سے معلوم تھا کہ ہنگامہ سے قبل اڑتی اڑتی خبریں یہیں ملتی رہتی تھیں
 مگر اس کا سان و گمان بھی نہ تھا۔ فٹنٹ و برٹن نے گذشتہ ستمبر میں مجھ سے کہا تھا
 کہ صوبہ دار میجر کریم بخش نے کپتان رسل کو گیارہ مئی سے دو ماہ قبل اطلاع کی تھی کہ
 لوگ ہماری لائنوں میں آتے جاتے ہیں۔ اور سپاہیوں کو بغاوت کی تحریک کرتے
 ہیں۔ گذشتہ جون کی آٹھ تاریخ کو کپتان رسل بادی کی سرسے میں مار ڈلے گئے
 اور صوبہ دار میجر تاحال میرٹھ میں موجود ہے یہ مجھے یقین ہے۔ اور اب ثابت ہوتا ہے کہ
 جو خبریں کپتان رسل کو ملتی رہیں وہ ہینیک قدر ہی کی بابت تھیں۔
 لازم حرج سے انکار کرتے ہیں۔
 گواہ جاتے ہیں۔

کنڈال سکریٹری سابق شاہ دہلی طلب کیا جاتا ہے اور اظہار کیا جاتا ہے
 جج ایڈوکیٹ نے اظہار کرتے

سوال گذشتہ بغاوت کی صلیت اور دی فوج کے بارے میں تم کچھ جانتے ہو؟
 جواب۔ بادشاہ دہلی دو سال گذرے جب برٹن گورنمنٹ سے بدظن ہو گئے تھے
 اور ملے کر لیا تھا کہ وہ آئندہ انگریزوں کی بالکل خاطر اور عورت نہ کیا کر سکیں۔
 حالات یہ ہیں جب مرزا حیدر شکوہ اور مرزا فرید مرزا ان مرزا خان بخش ابن مرزا
 سلیمان شکوہ لکھنؤ سے یہاں آئے تو شاہ جن عسکری نے بادشاہ دہلی کو بادشاہ
 ایران کے پاس خطرہ وانہ کرنے کی رائے دی۔ انہوں نے بتایا کہ اس خط میں یہ پنا
 چلے کہ انگریزوں نے بادشاہ دہلی کو قیدی بنا دیا ہے اور تمام حقوق جو بادشاہ
 ہونے کی حیثیت سے انہیں حاصل ہونے چاہئیں سلب کر لئے ہیں۔ دلی عیسید
 مشرکہ سے ستر وکر دیا ہے۔ پھر یہ تحریر کیا گیا کہ دلی اور یوہ حاصل کیا جائے جس سے

وزی کی کارروائی

یہ معاملہ راہ پر آجائے۔ اور طرفین دست کرے اور ملاقات بھی ہوا کرے چنانچہ شیدی صاحب محبوب علی خاں کی معرفت عطل کئے گئے۔ اور وہ خط ۸۵۰ء

اس کے بعد مرزا حیدر اور اس کا بھائی لکھنؤ واپس چلے گئے منعقد ہوئی۔

لے مرزا نجف بادشاہ کے ایک دور کے رشتہ دار کو مرزا بلا صاحب حاضر ہیں۔

مشرف الدین ابن مرزا آغا جان کے ہمراہ وینا ہی ایک خط دیکر اہل

تین سال ہوئے کہ چند پیدل سپاہی متعینہ دہلی معرفت مرزا علی جن کا کام معزز شہ

وصول کر کے پیش کرنا تھا۔ اور حمید خاں جہدار بادشاہ کے مرید ہوئے اس موقع پر

بادشاہ نے ہر ایک مرید کو ایک ایک شجرہ مع تفصیل نام ان پیشواؤں کے جن کے ہاتھ

پر وہ بیعت ہوئے اور اس میں اپنا بھی نام داخل کر کے اور ایک رومال رنگین

سرخ علامت برکت کی عطا کی ریفٹ گورنر کے ایجنٹ نے یہ سن کر تحقیقات کی

اور فوجی لوگوں کا آئندہ مرید ہونا مسدود کر دیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس روز سے

بادشاہ اور فوج میں ایک قسم کا ارتباط ہو گیا تھا۔ گذشتہ بغاوت کے بیس روز قبل

خبر موصول ہوئی تھی کہ میرٹھ کی فوجیں علامہ بغاوت کرنے والی ہیں لیکن یہ نہیں سنا گیا

تھا کہ وہ یہاں آرہی ہیں جب سوار یہاں پہنچے تو پہلے محل کی کھڑکیوں کے تلے

آکر بادشاہ سے کہنے لگے۔ کہ وہ تمام انگریزوں کو قتل کر کے یہاں آئے ہیں۔ اور اب یہاں

کے انگریزوں کو فی الفور قتل کر ڈالیں گے۔ اور ملزم کو اپنا بادشاہ تصور کریں گے۔ اور

پھر کہنے لگے۔ کہ تمام ہندوستان میں کوئی ایک انگریز بھی نہ بچ سکے گا۔ سب کے

سب قتل کر دیئے جائیں گے اور تمام فوج بادشاہ کے احکام بجالائے گی۔ بادشاہ

نے کہا اگر ان کی یہ خواہش ہے تو انہیں آخری وقت تک ساتھ دینا ہو گا۔ اور اگر

اس پر وہ رضامند ہوں تو مشوق سے چلے آئیں اور تمام انتظام اپنے ہاتھ میں لیں

مجھے ان لوگوں کی اس روز کی تمام عادات و اطوار ایسے آتے دیا۔ وہ شہر میں گھس
 بیشک پہلے سے معلوم تھا ہنگامہ سے تھا۔ یا۔ قادر و او خاں نامی کابلی نے ریڈیٹ
 گدا اس کا سان و گمان بھی نہ تھا۔ پیدل سپاہی مسلح باڈی گاڑ کے سپاہیوں کے ہمراہ
 کہ صوبہ دار بھیج کریم بخش نے آگاہ میں گھس گئے اور انہیں قتل کر ڈالا۔ بعد ازاں جہاں
 لوگ بہائی لائونڈے باغی انہیں قتل کئے رہے۔ اسی روز تمام شہر میں شادی کرادی
 ہیں۔ گذشتہ صبح ان جہاں ہے اور بہادر شاہ اس ملک کے تاجدار ہیں اور انہیں کمال
 اور حیا حاصل ہے۔ دوسرے روز جب میرٹھ اور دہلی کی فوجیں آپس میں مخلوط ہوئیں
 تو بادشاہ تخت نشین ہوئے توپوں سے سلامی دی گئی اور افسروں کو ان کے اپنے
 مرتبے اور درجے کے موافق انعام بھی دیئے۔ دیوان خاص میں قدیم سے ایک تقرنی
 تخت رکھا ہوا تھا جس پر بادشاہ ایسے موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے لیکن مسئلہ میں لغت
 گزرنے جب بادشاہ کے خائف اور نذریں لینے کو ممنوع قرار دیا تو یہ تخت بھی بادشاہ
 کے نشست گاہ کے ترخانہ میں بند کر دیا گیا تھا۔ اس وقت سے یہ تخت ۱۲ مئی تک بیکار
 رہا۔ اور اس روز اسے پھر باہر نکالا گیا۔ جس پر بادشاہ پھر بیٹھنے لگے۔

سوال۔ کیا گیارہ مئی سے قبل بادشاہ کو سپاہیوں نے اپنے ارادوں سے
 آگاہ کیا تھا؟

جواب۔ مجھے معلوم نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی اطلاع بالا بالا لازم کو پہونچی ہو لیکن
 بادشاہ کے ملازمین و مقربین اپنے خاگی کمروں کے پاس بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے
 کہ فوج بیت جلد بغاوت کرنے والی ہے۔ جس کے بعد وہ قلعہ میں آئے گی۔ پھر
 بادشاہی حکومت از سر نو قائم ہوگی اور تمام قدیم ملازمین کو ترقیاں دی جائیں گی اور
 انعام و اکرام بخشا جائے گا۔

چار بج گئے کر گئے۔ نہ سکتے تھے۔ بہداشت ہوئی۔

پندرہویں روز کی کارروائی

پیرم شنبہ۔ مورخہ ۱۳ فروری ۱۸۵۸ء

عدالت دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج گیارہ بجے منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ ممبران۔ مترجم۔ ڈپٹی رجی ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

مذرم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے۔

کنڈالال سکریٹری بادشاہ سابق۔ عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور گزشتہ

اقرار کی بنا پر اظہار لے گئے۔

رجی ایڈوکیٹ نے اظہار لے

سوال۔ ایسی باتیں بادشاہ کے کون سے مصاحب کیا کرتے تھے؟

جواب۔ بسنت علی خاں اور ان کا تمام گروہ۔

سوال۔ غدر سے کتنے روز قبل وہ ایسی باتیں کیا کرتے تھے؟

جواب۔ چار روز

سوال۔ تمہارے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا حیدر شکوہ نے بھی شاہ ایران

کی خط و کتابت میں حصہ لیا لیکن یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ بادشاہ نے مرزا حیدر شکوہ

کی شکایت کی تھی کہ مرزا نے انہیں لکھنؤ میں بنام کر دیا ہے اس کا تمہارے پاس

کیا جواب ہے؟

جواب۔ یہ محض بناوٹ تھی جو پہلے واقعات کو روشنی میں نہ آنے کے لئے کی گئی تھی

تاکہ خدا نخواستہ کھانا پڑا پھوٹ جائے تو بطور ثبوت یہ پیش کیا جاسکے کہ فریقین میں

اتحاد ہی نہیں، حالانکہ پیشیدہ ہر دو فریق میں مصالحت تھی۔

سوال۔ لیڈیاں اور بچے جو قلعہ میں مقید تھے کس کے حکم سے قتل ہوئے۔

جواب۔ انہیں تین روز تک گرد و نواح سے اکٹھا کیا گیا۔ چوتھے روز پیادہ اور سوار سپاہی مرزا محل کے ہمراہ بادشاہ کے خانگی کمروں کے پاس آئے اور بادشاہ سے قتل کی اجازت چاہی۔ بادشاہ اس وقت اپنے کمرہ خاص میں تشریف فرما تھے۔ مرزا محل اور بسنت علی خاں اندر چلے گئے اور سپاہی باہر کھڑے رہے۔ کھڑکی دیر تقریباً بیس منٹ بعد دونوں اندر سے واپس آئے اور بسنت علی خاں نے طلبہ چلا کر کہا کہ بادشاہ نے قیدیوں کے قتل کئے جانے کی اجازت دیدی ہے اور وہ لوگ انہیں لے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ کے مسلح سپاہیوں نے قیدی جن کی زبردستی تھے انہیں قتل کو پہنچایا۔ جہاں باغی فوجوں سے ملکر غریب قیدیوں کو قتل کر دیا گیا۔

سوال۔ تم کچھ اور جانتے ہو؟

جواب۔ لڑائی شروع ہونے کے بعد جو شخص کسی انگریز سپاہی یا افسر کا سر لٹا تھا اور پتہ فی سر انعام پاتا تھا۔

سوال۔ کسی موقع پر کوئی سپاہی یا افسر قید کر کے زندہ بھی لایا گیا؟

جواب۔ جی نہیں

سوال۔ اس عذر سے قبل کیا مسلمانوں نے کبھی سازش کی تھی۔ یا ایسا فتنہ برپا کرنے کے لئے اتحاد کیا تھا؟

جواب۔ جو نہی باغی آئے مسلمان، فی الفور ان سے مل گئے۔ کیا اس سے نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں پہلے سے ربط مضبوط تھا۔ لیکن ہلی طبقہ نہیں تھا بلکہ ذلیل طبقہ جو ان سے ملا ہوا تھا۔

سوال۔ کیا مسلمانوں کے طبقہ اعلیٰ کے کسی شخص کا نام بتا سکتے ہو۔ جو گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف سازش میں نہ شریک ہوئے ہوں؟

جواب۔ میں جواب نہیں دے سکتا۔

سوال۔ وہ کون لوگ تھے جو بادشاہ کی خفیہ انجن میں شریک ہوا کرتے تھے؟

جواب۔ حاجہ سر امحبوب علی خاں بادشاہ کے وزیر اعظم و پیر زادہ حسن عسکری بادشاہ کی محبوبہ ملکہ زینت محل ان کی دختر نانی بیگم۔ آغا بیگم دوسری دختر ملزم بادشاہ کی بیوی اشرف النساء یہ اراکین انجن تھے۔ اور جب لکھنے کی ضرورت ہوتی تو بادشاہ کا دفتر خاص جو حکیم حسن الدخاں کی زیر ہدایت رہتا تھا اسے انجام دیتا دفتر مذکور میں ایک شخص اور تھا جو ذات کا کالیستہ اور میرا تمام تھا یعنی اس کا بھی نام کن دلال تھا۔

سوال۔ فارسی کا غذات نمبر ۲-۳-۱ اور ۴ میں ترتیب دیکر گواہ کو بتائے گئے اور پوچھا گیا کہ کیا وہ ان کا خط جانتا ہے؟

جواب میں نہیں جانتا۔ وہ نئے دفتر میں جو صوبہ دار بخت خاں نے قائم کیا تھا۔ لکھے گئے ہونگے۔ اس میں ایک مولوی صاحب مقرر تھے جو کا غذات تیار کر کے بادشاہ کی مہر ثبت کرنے کے لئے لاتے تھے۔

سوال۔ کیا مہتیں بادشاہ کی خفیہ انجن میں کبھی شریک نہیں کیا گیا؟

جواب۔ جی کبھی نہیں۔

سوال۔ پھر تم کیونکر بادشاہ ایران کو مشن روانہ کرنے کے راز سے آگاہ ہوئے؟

جواب۔ اگرچہ میں بادشاہ کا ملازم تھا مگر محبوب علی خاں کی اردلی میں رہا کرتا تھا اور ان سے کوئی کوئی راز کی بات معلوم ہو جاتی تھی۔

سوال۔ کیا قلعہ میں علی العموم سمجھا جاتا تھا کہ حسن عسکری کا اثر بادشاہ پر بہت ہے؟

جواب۔ جی ہاں صرف قلعہ ہی میں نہیں بلکہ تمام شہر میں مشہور تھا کہ پیر حسن عسکری اور محبوب علی خاں کا بادشاہ پر بہت اثر ہے

سوال۔ کیا بادشاہ کی کوئی لڑکی حسن عسکری کی مرید تھی۔ اگر تھی تو کیا ان میں کی

ایک وہ تو نہیں جن کا تم نے ابھی ذکر کیا ہے ؟

جواب۔ بادشاہ کی ایک لڑکی مسماۃ نواب بیگم زوجہ مرزا شاہ حسن عسکری کی مریدہ ہو گئی تھیں۔ مگر انہیں وفات پائے ہوئے عرصہ ڈیڑھ سال کا ہو گیا۔ دیگر دو جن کے نام میں نے لے ہیں سپرلاہ مذکور کی علانیہ مریدہ تھیں لیکن عقیدہ تہذیبی اور بزرگی کی قائل تھیں۔

سوال۔ کیا کبھی سپاہیوں کو انگریزوں کے خلاف لڑانے کے لئے بادشاہ قلعہ سے باہر نکلے تھے ؟

جواب۔ جی ہاں ہنگامہ کے دوروں بعد یعنی ۱۶ ستمبر کو وہ ہوادار میں سوار ہو کر میگزین کی طرف چلے۔ اور دوسو گز پر پھٹ گئے۔ وہاں ایک گھنٹہ توقف کیا اور اس قلعہ میں چلے گئے۔ پیدل سپاہ کا دل بڑھانے کے لئے وہ نکلے تھے۔

سوال۔ تم جانتے ہو کہ ملازم کے اتنی تقویٰ دور چکر ٹھہرانا کیا معنی رکھتا ہے ؟

جواب۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ فوج کا دل بڑھانے گئے تھے اور بڑا بڑی فوجوں کو نکالنے کے لئے۔

سوال۔ کیا بادشاہ صادق الاخبار کو ہمیشہ پڑھتے تھے ؟

جواب۔ میں ہمیشہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی نسبت کچھ نہیں بتا سکتا۔ البتہ یہ اور دیگر اخبارات ان کے پاس آتے رہتے تھے۔

سوال۔ کیا غدر سے چند ماہ قبل مسلمانانِ دہلی میں انگریزی حکومت کے برخلاف جوش و نفرت تھی ؟

جواب۔ میں نہیں جانتا۔

سوال۔ کیا تم صادق الاخبار پڑھا کرتے تھے ؟

جواب۔ جی نہیں میں نے کبھی اسے نہیں پڑھا۔

لزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے اظہارئے

سوال۔ کیا علاوہ کند لال کا سیٹھ کے کسی اور ہندو کو بھی خفیہ انجن میں شریک کیا جاتا تھا؟

جواب۔ جی نہیں کسی دوسرے ہندو پر اتنا اعتبار نہیں کیا جاتا تھا۔

سوال۔ تمہیں آگاہی ہے کہ کوئی قاصد دہلی سے ویسی رجمنٹوں کے پاس گذر کے بعد بھیجا گیا ہو۔ تاکہ انہیں دہلی کی بغاوت میں شامل کرے۔ جو اس وقت وفادار گورنمنٹ تھیں؟

جواب۔ میں نہیں جانتا۔

گواہ جاتا ہے۔

کپتان ٹیلر اڑتیسویں پیادہ رجمنٹ کے طلبہ کئے جاتے ہیں اور بیان کرتے ہیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہارئے

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ کیا اس روز تم نے کسی گاڑی کو دیکھا یا سنا تھا جو تھراسی رجمنٹ کی لائنوں میں گئی ہو۔ اگر دیکھا ہو یا سنا ہو تو مفصل بیان کرو؟

جواب۔ جی ہاں دس مئی پوم اتوار کی شام کو تین بجے کے قریب میں نے بگل کی آواز سنی اور گاڑی کے پہیوں کی کھڑکھڑاہٹ سنا دی گئی۔ جو میرے دروازے کے پاس سے گزر رہی تھی میرے مکان کے پاس سے گاڑی کا گزرنے بالکل غیر معمولی تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے نوکر کو دوڑ کر دیکھنے اور اگر کوئی

میرے گھر مہمان آ رہا ہوا ہے لینے کے لئے روانہ کیا۔ وہ جا کر فوراً واپس آ یا اور کہنے لگا کہ ہندوستانیوں کی ایک گاڑی لائنوں کی طرف جا رہی ہے چونکہ میرا مکان سرے پر تھا اور تین طرف سے جانے والے راستے میرے احاطے ہی میں سے تھے اور یہ گاڑی بھی وہیں سے گزر رہی تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ صوبہ دار مسجر اور امنران رجمنٹ میرے آئے ہوئے کو کورٹ مارشل ٹریبونٹ پر گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے اسی ملازم کو لائنوں کی طرف روانہ کیا۔ اور کہا کہ صوبہ دار مسجر کو ہمارا سلام دو۔ اور کہو کہ صاحب تم سے ملنا چاہتا ہے۔ نوکر نے تھوڑے عرصہ بعد واپس آ کر کہا کہ اس گاڑی میں اپنی رجمنٹ کا کوئی امین یا سپاہی نہیں ہے۔ بلکہ میرے کئی سپاہی ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کسی اور رجمنٹ کے سپاہیوں کا ذکر کر رہا ہے۔

سوال۔ ۱۱۔ مئی کو تم نے کیا مشاہدہ کیا؟

جواب۔ گیارہ مئی کو صبح میں سمجھتا ہوں ۹ بجے ہوئے کہ میرا نوکر کہہ میں دوڑا آیا اور کہنے لگا۔ کہ لفٹنٹ بالینڈ نے پیام بھیجا ہے کہ باغی فوجیں دہلی آرہی ہیں۔ میں نے اپنی وردی پہنی اور ان سے ملنے کے لئے گیا۔ پھر ہم دونوں ٹیڈچرسٹ لفٹنٹ گیریج کے پاس گئے۔ جہاں ہمیں کمانڈنگ رجمنٹ کرنیل ناوٹ۔ کپتان گارڈنز، براگمپٹیسجیر کپتان کول بھی ملے۔ اسی وقت یہ معلوم ہوا کہ باغی میرٹھ سے دہلی آرہے ہیں۔ اور مجھے فوراً لائنوں میں پہنچ کر اپنی اور کپتان گارڈنز کی کمپنی کے کمرانج کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ دوسو آدمیوں کو تیار کر کے اور ہر ایک کو بارود وغیرہ دے کر شہر کے باہر دریا کے کنارے نئے میگزین کے متصل ایک مکان ہے اس میں جاؤں اور کسی باغی کو دریا نہ عبور کیے دوں۔ کپتان گارڈنز اور میں لائنوں میں پہنچے ہمیں اسی وقت اپنی کمپنی کے سپاہیوں کے

تیورہ دے ہوئے نظر آئے۔ تڑپتی وقت کے بعد ہم ہر دو کمپنیوں میں سے تلو تلو آدمی منتخب کرنے میں کامیاب ہوئے جب میگزین پہنچے۔ تو بارود وغیرہ لینے میں سپاہیوں کو بہت عرصہ ہو گیا۔ اور ہم باہر کھڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں دیر کی وجہ دریافت کرنے اندر گیا۔ تو خلاصیوں نے کہا "ہم کیا کریں؟ سپاہی جو بارود گولی لینے آئے ہیں۔ کار تو سول اور ٹوپوں کو زیادہ لٹا دیا میں لینے کے لئے جھگڑ رہے ہیں اور ہم بغیر گنتی کئے دے نہیں سکتے ہیں نے جن توں سپاہیوں میں بارود تقسیم کر دی۔ کار توں اور ٹوپیاں تقسیم ہونے کے بعد بھی ہر شخص کار توں کے کنڈل اٹھانے لگا۔ مجھ پر عجیب انتشار طاری تھا۔ دیر ہو رہی تھی۔ لہذا میں نے ان لوگوں کو خیال میں رکھا جو مقدار سے زائد کار توں لے رہے تھے۔ تا اس کی پاداش میں بعد کو کسی وقت سزا دی جائے۔ کپتان گارڈز نے بھی ذکر کیا کہ ان کی کمپنی کے سپاہی مقدار سے زیادہ اسلحہ جنگ لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب کمپنیوں کو چلنے کا حکم دیا گیا۔ تو میں نے اور کپتان گارڈز نے ان کی غیر معمولی حالت محسوس کی۔ وہ چلائے ہوئے لائنوں سے نکلے اور راستہ بھر شور و غوغا مچاتے گئے۔ اور انہیں ہم بھی باز نہ رکھ سکے۔ مجھے یہاں ایک بات اور بتانی ہے جو پیشتر بتانا بھول گیا تھا۔ اسی روز صبح براگ کیڈز پڑھتی تھی۔ جہاں الیٹوری ہانڈے ایک دیسی افسر کی سزا جنرل کورٹ مارشل پڑھے جانے کے بعد بولی جانے والی تھی۔ اس وقت میں نے تمام رجمنٹ میں غصہ اور ناراضگی کے آثار پائے اور گو یہ صرف چند سکند تک رہا تاہم ہم لوگوں پر بہت اثر پڑا۔ کیونکہ یہ انوکھی اور ایسی بات تھی جو کبھی نہیں کہی جاتی۔ جب ہم میگزین کے متصل مکان پر پہنچے تو سب نے مختلف مقامات پر سنتری قائم کئے۔ باقی ماندہ سپاہیوں نے اپنے ہتھیار زمین پر کھڑے کر دیئے۔ اور مکان کے اندر چلے آئے۔ گرمی شدت

کی جتنی اور بعض لوگ اپنے ہمراہ قریب اور مستحق پیرہ لائے تھے۔ چنانچہ ہم نے اور کپتان موصوف نے بھی اس میں حصہ لیا۔ جب ہم کھارہ پہنچے تھے کہ سپاہیوں نے باہر بلا یا کہا دیکھو شہر میں دسہم ہندو تہذیبیں چلی رہی ہیں۔ اس کی تھوڑی دیر بعد ہمیں توپ کی بھی گرج سنائی دی۔ ہم کچھ نہ سمجھ سکے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مگر کپتان گارڈز نے مجھ سے کہا کہ ہمارے لکنتی خوشی کی بات ہے کہ سب فوجیں گروہیں مگر ہماری سپاہ اس تک وفاداری سے احکام بجالا رہی ہے۔ ہمیں کچھ کچھ یقین تھا کہ شہر میں بھی غالباً ویسا ہی ہنگامہ برپا ہے۔ جیسا کہ انبالہ وغیرہ میں تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ہمارے سپاہی تازت آفتاب میں چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنائے اس میں مشورے کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں اندر آئے اور یوں اپنے آپ کو دھوپ میں نہ جلنے کا حکم دیا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ ”ہم دھوپ ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔“ میں نے پھر تاکید کی مگر وہ ٹال گئے۔ پھر میں ایک ٹولی میں جو دوسرے کمرے میں جاتی گیا۔ اور دیکھا کہ ایک ہندوستانی سپاہی اپنے ہم چٹوں سے کہہ رہا تھا۔ ”تمام طاقت و حکومت ایک وقت سینہ تک رہتی ہے۔ یہ ان کتابوں میں لکھا ہے پس کیا تعجب ہے جو انگریزی عہداری بھی برباد اختتام ہی ہو۔ قبل از یہ کہ میں اس معنی کو فید کرتا شہر کا میگزین اڑ گیا۔ اور پھر دونوں کمپنیوں کے سپاہیوں نے جینیں ماریں۔ اپنے ہتھیار اٹھائے۔ اور ”پر جی راج کی جے ہو“ کے خوب مارتے شہر کی طرف بھاگ گئے۔

سوال۔ کیا ۱۰۔ مئی سے پہلے تم نے کوئی ایسی بات دیکھی تھی جس سے معلوم ہو کہ ہتھاری رجمنٹ کی سپاہ گورنمنٹ سے بڑن تھی؟
جواب۔ نہیں دیکھی۔

سوال۔ کیا کوئی اور بات ہتھاری نظر سے گزری تھی جس سے یہ معلوم ہو کہ دہلی کے

ہنگامہ کی قبل اس کے شغل ہونے کی امید تھی؟

جواب۔ جی ہاں۔ میرا ایک پرانا خدمتگار تھا جو ہمارے خاندان میں ۲۶ برس تک رہا اور وہ عذر سے کچھ روز پہلے رخصت پر جانے والا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم ضرور واپس آنا۔ نوکری تمہارے لئے موجود ہے۔ اس نے نہایت غمگین لہجہ میں کہا بہت بہتر جناب بشرطیکہ آپ کا چولہا بدستور سلگتا رہے۔ یعنی بشرطیکہ تمہارا خاندان مجھے نوکری دینے کے لئے زندہ و قائم رہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ اور آج تک اس کی خبر نہیں ہے۔ عذر سے دس روز پہلے اس نے یہ کہا تھا۔

مذموم حرج سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتا ہے۔

سارجنٹ فلینگ سابق سارجنٹ بازار دہلی طلب کئے جاتے ہیں۔

اور شہادت دیتے ہیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار رائے

سوال۔ کیا عذر سے کچھ پہلے تمہارا لڑکا مذموم کے بیٹے جواں نخت کے گھوڑوں کو پھرنے اور دوڑانے پر مقرر تھا؟

جواب۔ جی ہاں اس نے پانچ سال تک یہی کیا۔

سوال۔ تمہارے لڑکے کی کیا عمر تھی؟

جواب۔ اس کی عمر تقریباً انیس سال کی تھی۔

سوال۔ عذر سے کچھ روز قبل کیا اس نے مذموم کے لڑکے جواں نخت کے بدکھامی کرنے کی شکایت کی تھی؟

جواب۔ اپریل ۱۸۵۷ء کے آخر میں ایک روز وہ سٹریٹرز کے دفتر سے آیا جہاں میں تھا۔ اور مجھ سے کہا کہ وہ وزیراعظم کے مکان پر گیا تھا۔ جہاں مذموم کا لڑکا

جواں بخت بھی اسے مل گیا۔ اور جواں بخت نے اس سے کہا کہ وہ پھر اس طرف قدم نہ رکھے۔ ہم ملازم نہیں رکھنا چاہتے۔ کافروں کی صورت دیکھنی ہمیں جائز نہیں ہے اور تھوڑے روز بعد سب کافروں کے نیچے رگڑے جائیں گے پھر جواں بخت نے اس پر ہتھوک دیا۔ اسی وقت میرے لڑکے نے مسٹر فریزر سے ذکر کیا۔ جنہوں نے اسے جھڑک دیا۔ اور کہا وہ ایسی فرخانات نہیں سنی چاہتے۔ اس کے بعد دوسری کو وزیر عظم نے میرے لڑکے کو تنخواہ دینے کے لئے بلوایا اور موقع پر پھر جواں بخت نے اس کو بہت گالیاں دیں اور کہا کہ تھوڑے دن کے بعد وہ اس کا سر اتار لے گا۔ میرا لڑکا اسی جگہ غدریں مارا گیا۔

ملازم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتا ہے۔

عدالت ساڑھے تین بجے سے شگل ۲۴۔ فروری تک کیے ملتوی کر دی جاتی ہے۔ تاکہ اور گواہ حاضر ہو سکیں اور مترجم چند ضروری کاغذات کا ترجمہ کر سکیں۔

سولہویں روز کی کارروائی

یوم منگل مورخہ ۲۴۔ فروری ۱۸۵۸ء

دیوان خاص قلعہ دہلی میں عدالت آج منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ ممبران مترجم۔ ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملازم معہ اپنے مختار غلام عباس عدالت میں حاضر کئے گئے۔

دیسپی پیدل نمبر ۱ کے کپتان مارٹینیو عدالت میں طلب کئے گئے اور

بیان کرنے لگے۔

جج ایڈووکیٹ نے اظہارئے

سوال۔ کیا سنی شیعہ ایک ہی مذہب تھے اور ان کے عقائد میں کیا فرق تھا؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ کیا ہندوستانی پیدل کا ہر ایک سپاہی ہتھیارے پاس رکھنے کے لئے آتا تھا؟

جواب۔ ہر ایک سپاہی پیدل تو نہیں بلکہ صرف ہندوؤں کے سپاہی آتے تھے۔
سوال۔ کیا ان لوگوں سے اور تم سے کبھی چپاٹیوں کی نسبت کوئی تذکرہ ہوا تھا۔
جو دیہات میں تقسیم کی گئی تھیں؟

جواب۔ جی ہاں کئی سپاہیوں سے اور کئی بار اس معاملہ کا ذکر کرنے کا مجھے موقع ملا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ چپاٹیوں کے بارے میں وہ کیا رائے رکھتے ہیں کہ کس نے تقسیم کیں اور کیا تھیں ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ وہ سبکدوش کی شکل و صورت کی تھیں اور کہتے ہیں کہ گورنمنٹ کے حکم سے تقسیم کی گئیں گورنمنٹ نے اپنے ملازمین کو اس مطلب سے تقسیم کیں کہ ان سب کو جبراً یہی کھانا کھانا ہوگا۔ اور سب کو عیسائی مذہب اختیار کرنا ہوگا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایک کہاوت بھی بنائی ہے۔
کہ ”ایک کھانا اور ایک مذہب ہوگا“

سوال۔ جہانگیر نے یہی معلوم کیا عام طور سے تمام سپاہیوں میں یہی خیال پھیلا ہوا تھا؟
جواب۔ انبالہ کے جتنے سپاہی تھے میں نے جہانگیر کو ان سب میں یہی خیال موجود پایا۔
سوال۔ کیا وہاں کوئی خبر تھی کہ گورنمنٹ نے آٹے میں سہی ہوئی ہڈیاں ملا دی ہیں۔
تاکہ سب لوگ بے دہرم ہو جائیں؟

جواب۔ جی ہاں میں نے ابتداءً ماہ مارچ میں ایسا سنا تھا کہ تمام گورنمنٹ کے والی گودام کا آٹا ہڈیاں ملا ہوا ہے تاکہ سپاہیوں کے ایمان میں خلل پڑ جائے۔
سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ سپاہیوں کو اس کا یقین کامل تھا؟

جواب میں نے کئی سپاہیوں کے خطوط دیکھے جنہیں پانیوالے سپاہی دلیہری سے میرے ہاتھ میں لاکر رکھ دیتے تھے۔ ان میں صاف ایسا ہی کچھ تحریر ہوتا تھا۔ اور کہنے والوں کو یقین و افاق تھا کہ ضرور ایسا ہی ہے۔

سوال۔ کیا سپاہی کوئی اور سبب بتاتے تھے جس کے باعث انہیں تکلیف پہنچی ہو؟
جواب۔ وہ ہی سبب بیان کرتے تھے کہ گورنمنٹ میں بے دہرم کرنا چاہتی ہے۔

سوال۔ کیا گورنمنٹ کبھی یہ اعتراض بھی کیا جاتا تھا کہ وہ کیوں ہندو بیوگان کے ازدواج ثانی پر زور دیتی ہے؟

جواب۔ جی ہاں وہ بیان کرتے تھے کہ وہ ہمارے سوشل حقوق پر حملہ کرتی ہے۔

سوال۔ کیا الحاق اووہ کے وقت ان میں سے کسی نے کچھ کہا تھا کہ گورنمنٹ تمام غور و خفا سے ریاستوں کو نابود کرنا چاہتی ہے؟

جواب۔ انہالہ میں تو شاؤ و نادری یہ مضمون زیر بحث رہا تھا کیونکہ یہ ان لوگوں کے مذاق کے موافق نہیں تھا۔ البتہ عدسے تقریباً ایک ہفتہ بعد کرنال کے منبر ۳ کے چند سوار ذکر کرتے تھے۔ جب میں نے ان کے ہمراہیوں کی بغاوت کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے "تم لوگوں نے ہندوستان پر فتح پائی ہے۔ اور اس کی ہر ایک چیز کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتے ہو۔ اور اب تم نے ہمارے مذہب پر بھی حملہ کیا ہے میں اس زمانہ میں کرنال میں کسٹریٹ میں آفسر مقرر تھا۔ اور منبر ۳ کے یہ سوار وہ تھے جو ہتھی نہیں ہوتے تھے۔"

سوال۔ کیا کبھی سپاہیوں نے انگریزی مشنری کی نسبت بھی کبھی شکایت کی تھی جو ہندوستان میں کو عیسائی کرتی تھی؟

جواب۔ کبھی نہیں اپنی عمر بھر میں کبھی نہیں۔ میں خیال ہے کہ ان میں کبھی شکایت کا خیال ہی اس طرف نہ جاتا تھا۔ ان میں اس کا احساس ہی نہیں تھا۔

سوال - انبالہ میں جب سپاہیوں کو کارٹوس استعمال کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ کیا واقعی ان کارٹوسوں میں چربی تھی؟
جواب - میگزین سے نکل آئے تو بالکل نہیں تھی۔ اگر چربی ہوتی تو انہیں ہاتھ نہ لگانے دیا جاتا۔ انہوں نے خود کارٹوسوں میں گھی مل دیا تھا۔ جو جوش دیا ہوا کھن ہوتا ہے اور ہر جگہ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

سوال - کیا ہندو اور مسلمانوں کے جذبات میں نمایاں فرق تھا؟
جواب - جی ہاں مسئلہ کارٹوس پر مسلمان خندہ زنی کرتے تھے۔ اور ہندوؤں کو شکایت رہتی تھی کہ ہمارا دھرم بگاڑا جا رہا ہے۔ مگر الحاق اودھ کی بابت جن کو رنج تھا میں نہیں جانتا وہ ہندو تھے یا مسلمان۔
مذہم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے اظہار لئے

سوال - کیا تم نے اپنے محکوم سپاہیوں میں غدر سے پہلے کوئی آثار پائے تھے یا نہیں جو کچھ گزرنے والا تھا اس کی خبر پہلے ہی تھی؟
جواب - جی ہاں انہوں نے مجھ سے صاف کہہ دیا تھا کہ ایک غدر ضرور ہو گا۔ جس کی ابتدا بنگلوں میں آگ لگ جانی تھی پہلی آتشزدگی اس روز وقوع میں آئی۔ جبکہ ہم نے انفیلڈ کارٹوس استعمال کئے تھے اور تقریباً دس مئی تک متواتر آتشزدگی کے حادثات وقوع میں آتے رہے۔ ہم نے ۱۷ اپریل سے انفیلڈ کارٹوس استعمال کرنے شروع کئے تھے اور اگرچہ گورنمنٹ نے ہوائیوں کا پتہ لگانے کے لئے گرانفدر انعام مقرر کیا تھا۔ تاہم کوئی شخص تلاش کے لئے آگے نہیں بڑھا۔ اور یہ بجائے خود ان کی ناراضگی اور حسد دہر پانے کی بہین علامت ہے۔ میں نے علانیہ فوجی صدر نام انبالہ کو یہ اطلاع دیدی تھی اور کپتان سپٹیمس سیکر اسٹنٹ

جہل آفت وی آرمی کو بھی اطلاع کر دی تھی۔

گواہ جاتا ہے

مسز فلمینگ زوجہ سارجنٹ فلمینگ عدالت میں طلب کی گئیں اور شہادت دینے لگیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہارئے

سوال۔ گذشتہ اپریل کے خاتمہ پر کیا تم لازم کی بیگم زینت محل کے مکان میں تھیں اور کیا تم نے لازم کے بیٹے جواں بخت کو وہاں دیکھا تھا؟
جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ اس موقع پر کیا گواہ بیان کر دے؟

جواب۔ میں اس کی سالی کے ہمراہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اور جواں بخت اپنی بیوی کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس وقت میری اپنی لڑکی مسز اسکلی بھی موجود تھی جب میں جواں بخت کی سالی سے گفتگو کر رہی تھی تو مسز اسکلی نے مجھ سے کہا "اماں جان تم سننی ہو کیا کہہ رہا ہے؟ وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ ہڈے روز اور میں پھر جواں بخت تمام اگر یوں کو اپنے پیروں سے روند لگا۔ اور اس کے بعد ہندوؤں کو قتل کر دیا۔ میں یہ سکر جواں بخت کی طرف پٹی اور اس سے دریافت کیا کہ "یہ تم نے کیا کہا؟" اس نے جواب دیا۔ "صرف مذاق کر رہا ہوں" میں نے کہا جیسا تم کہتے ہو اگر یہی ہونا ہے تو پہلے تمہارا ہی سر اتارا جائے گا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ ایرانی دہلی آ رہے ہیں۔ اگر وہ قتل کریں گے تو میں بہتیں اور تمہاری لڑکی کو بچا لوں گا۔ پھر رہا کروں گا۔ میں جانتی ہوں وسط ریل مشین میں یہ واقعہ ہوا تھا۔

لازم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

تہے۔

نقول اخبارات - جی لال اخبار نویس از ۱۱ تا ۲۰ مئی جو اس کے مکان سے برآمد ہوئیں۔ اور ضبط کی گئیں۔ عدالت میں پڑھی گئیں۔ پھر ان کا ترجمہ پڑھ کر سنایا گیا اور ذیل میں درج کیا گیا۔

بیان واقعات دہلی از ۱۱ تا ۲۰ مئی رقم زدہ شکل ڈائری از جی لال اخبار نویس ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کی شب کو مسٹر فریزر کے پاس ایک خط آیا۔ جس میں پیدل اور سواروں کی بغاوت کی اطلاع دی گئی تھی۔ لیکن وہ اس وقت کچھ بندوبست نہ کر سکے اور صبح کو خبر آئی کہ مہتر سواروں کا رسالہ اور دو پیادہ رجمنٹوں نے کارنل کی وجہ سے فساد برپا کیا ہے اور دہلی آ رہی ہیں۔ مسٹر فریزر نے فی الفور اپنے دہلی کے سوار کو جو وہاں حاضر رہتا تھا نواب جھجر کے ایجنٹ کو بلائے کے لئے دوڑایا۔ سر تھامس میٹ کاف بھی اسی وقت شہر میں آئے اور چیف پولیس آفسر شہر کے دروازوں پر پولیس گارڈ متعین کرنے اور انہیں بند کر دینے کا حکم دیا جسکی فی الفور چیف پولیس آفسر نے تعمیل کی۔ مسٹر فریزر بھی فی الفور اپنی گنجی میں سوار ہو کر شہر میں آئے اور جھجر کے سواروں کو اور اپنے خاص دستہ کو ہمراہ لائے اس وقت یہ تحقیق ہو چکا تھا کہ کچھ سوار پل پہنچ چکے ہیں۔ اور محاذ قتل کو جو محصول وصول کرتا تھا قتل کر کے اس کا مکان جلا ڈالا ہے۔ پھر ایک سپاہی قلعہ دار سے بہت گستاخی سے پیش آیا اور ان پر فیر کیا۔ لیکن نشانہ خطا کر گیا۔ یہ سپاہی قلعہ کی کھر کھپوں کے نیچے جمع ہو گئے اور بادشاہ سے عرض کی کہ ہم دین کیلئے لڑتے ہیں اس لئے ہمارے واسطے دروازے کھلوا دیئے جائیں۔ بادشاہ نے فی الفور قلعہ دار صاحب کو خبر بھیجی کہ چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں اور منہ گامہ برپا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ سننے ہی کیتان ڈگلس فوراً بادشاہ کے پاس آئے اور سواروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ "اُمم کیوں پریشان کر رہے ہو؟ پھر انہیں چلے جانے کے لئے کہا انہوں نے

جواب دیا کہ وہ کپتان ہی سے سمجھیں گے۔ مسٹر فریزر پھرتے ہوئے کٹھیری دروازہ پہنچے اور گارد سے گفتگو کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے سپاہیوں سے کہا کہ تم ایٹ انڈیا کمپنی کے تربیت یافتہ ہو اس لئے میں تم سے مدد چاہتا ہوں اور تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ چند باغی فوجیں سیرٹھ سے آئی ہیں اور آمادہ فساد ہیں۔ لہذا میں تم سے نہایت اعلیٰ انتظام کا منتہی ہوں مگر ان لوگوں نے صادقانہ انکار کر دیا اور کہا کہ تمہارا کوئی بیرونی دشمن ہوتا تو اس سے بیشک ہم جنگ و جدال کر سکتے تھے مسٹر فریزر وہاں سے چند اصحاب کے ہمراہ کلکتی دروازہ چلے گئے۔ اور مناسب بندوبست کرنے پر مصروف ہو گئے۔ مسٹر فریزر کی اردلی کے چھدار جہاں لائے گئے۔

ان سے شہر چھوڑ دینے کے لئے کہا اور کہا کہ مسلمان بغاوت پر آمادہ ہیں۔ مسٹر فریزر نے جواب دیا کہ میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا۔ چاہے سیری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ تمام شہر کی دوکانیں بند ہو چکی تھیں۔ اور یہ خبر ہر طرف بجلی کی طرح کونٹائی تھی۔ ریپرنیڈ مسٹر جیننگس دو دیگر اصحاب قلعہ دار صاحب کے مکان کے درتے میں کھڑے ہوئے سیرٹھ سے آنے والے سواروں کو دو درتے سے دیکھ رہے تھے۔ کپتان ڈگلز بھی اپنی گھٹی میں سوار ہوئے اور کلکتی دروازہ مسٹر فریزر کے پاس پہنچے۔ اور انہیں ایک خہ پڑنے کے لئے دیا۔ پھر مسٹر فریزر نے اپنی اردلی کے سواروں کو تیار رہنے کا حکم دیا۔ مسلمانان چھٹی بازار۔ راج گھاٹ پہنچے اور

باغیوں سے کچھ عہد و پیمان کر کے اندر آ جانے کے لئے دروازہ کھول دیا۔ باغیوں نے شہر میں گھسنے ہی مکانات میں آگ لگائی اور انگریزوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ دریا گنج کے تمام مکانات کو آگ لگا دی۔ اور انگریزوں کو قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر جین لال کو جو ہسپتال کے سامنے ڈاکٹر ہلاک کر ڈالا۔ پھر مسلمانان شہر نے سواروں کو جو درتے مسٹر فریزر کلکتی دروازہ

ہیں وہ فوراً وہاں پہنچے اور پتوں سے فیر کرنے لگے۔ دو انگریزوں کو ہلاک کر دیا اور بچے گھائل ہو کر گر پڑے۔ مسٹر فریزر کی اردلی کے سواروں نے بوجہ مسلمان ہونے کے باغیوں کی ذرا مزاحمت نہیں کی۔ مگر مسٹر فریزر نے زبردستی ایک گاڑی کے سپاہی کی بندوق چھینی اور ایک باغی کو ہلاک کر دیا پھر مسٹر فریزر کپتان ڈگلس بھی میں سوار ہو کر قلعہ کی طرف روانہ ہوئے اول الذکر تو اپنے کمرہ پر چڑھ گئے مگر موخر الذکر چڑھنا چاہتے ہی تھے کہ باغی سواروں اور بادشاہ کے مسلح مصاحبوں نے دوسری سیڑھی پر انہیں ہلاک کر دیا۔ پھر ان کے قاتل اور چڑھ گئے جہاں کپتان ڈگلس ریونیڈ مشر جنٹلس ان کی دختر اور ایک صاحب پر ہاتھ صاف کیا۔ انہیں قتل کرنے کے بعد تمام مسلمانان شہر و قلعہ مکروں میں گھس گئے اور سارا مال و اسباب لوٹ کھسوٹ کر لے گئے سر ہیو فیلس میٹ کاف برسنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے گھوڑے پر سوار چاندی کے بازار کی طرف جا رہے تھے جن کے پیچھے کئی باغی سوار لگ گئے۔ اور مسٹر مصوفی امیری دروازہ سے باہر نکل گئے جہاں موچی رہا کرتے تھے اور جہاں انہیں جھاگتا دیکھ کر خود بھی لاشیاں لے لے کر گھروں سے نکل آئے۔ دہلی کی تینوں پیدل جنٹلس باغیوں سے مل گئیں۔ اور اپنے امیروں کو کثیر تعداد میں قتل کر کے شہر میں گھس گئیں پھر باغیوں نے دریا گنج اور سیمرا سکنز کے مکان وغیرہ میں جہاں انگریزوں کو پافورٹہ تیج کر دیا اس کے بعد شہر کے مسلمانوں اور کچھ ہندوؤں سے ملکر انہوں نے بڑے پولیس اسٹیشن اور بارہ چھوٹے اسٹیشنوں کو تاراج کر دیا۔ سڑکوں کی تمام لالٹینوں کو توڑ ڈالا چیف پولیس امیروں کو روپوش ہو گئے مگر اسسٹنٹ چیف پولیس امیروں نے خفی ہوئے اور فرار ہوئے باغیوں نے جن وقت بنک پر حملہ کیا تو دو صاحب اور تین لپیڈیاں مع دو بچوں کے چھپتے ہوئے گئے۔ ایک مفند درخت پر چڑھا تو ایک صاحب نے اسے گولی مار دی یہ دیکھ کر باغی ایک بھولہ ہو گئے اور طیش میں آ کر نیک گھر میں لگ لگا دی اور مسلمانوں نے

ان صاحبوں اور لیڈیوں کو لاشیوں سے کچل کچل کر مار ڈالا۔ اور پھر تمام شہر میں تختہ لاندہ
 نعرے لگاتے پھرتے رہے۔ راجہ باب گڈھ ایک ریلوے انجن سے ملاقات کرنے گئے
 اور دس بجے واپس آگئے۔ تینوں رجمنٹوں نے خزانہ لوٹ لیا۔ اور آپس میں تقسیم
 کر لیا۔ نیز چوٹیشیل کورٹ اور کالج کو لوٹ لیا۔ اور ان تمام عمارات میں آگ لگا دی
 سواروں کا رسالہ چھاؤنی ہو چکا اور وہاں کی عمارتوں میں بھی آگ لگا دی اتنا کرنے
 کے بعد سیرٹھ سے آئی ہوئی سواروں کی رجمنٹ اور پیادہ رجمنٹ دہلی کی تینوں
 رجمنٹوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچیں اور ان کی سرپرستی و منتظمی کی جاتی رہی
 اور بادشاہ سے ان کی حکومت تمام قلمروں میں قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ
 نے جواب دیا کہ ان کی دلی آرزو یہی ہے۔ اور ان پر لطف و کرم فرمایا۔ پھر سلیم گڈھ
 میں مقیم رہنے کا حکم فرمایا اور ظاہر کیا کہ تمہاری بدولت تمام بازار اور دوکانیں
 بند ہو گئیں۔ پس فوراً لوٹ مار بند ہوئی چاہئے۔ پیادہ اور سوار سپاہیوں نے
 جب یہ سنا کہ بعض انگریز اپنی عورتوں کو لیکر میگزین میں چلے گئے ہیں تو دریا گنج سے
 دو توپیں لے آئے اور ان میں سے تھیر بھر کر میگزین کے دروازوں پر فیر گئے انگریز بھی اندر
 سے گولیاں چلاتے اور ترکی بڑکی جواب دیتے رہے۔ یکایک میگزین جل اٹھا اور شہر
 کے بہت آدمی ہلاک ہو گئے۔ قرب و جوار کے صد ہا مکانات ٹوٹ کچھوٹ کر برابر
 ہو گئے میگزین کے اندر سے مرد و عورت ہٹا کر دریا کے رخ بھاگے جنہیں سواروں
 نے دوڑ کر قتل کر دیا۔ ان سب میں سے صرف تین سارجنٹ اور دو سپاہی زندہ گرفتار
 کر کے بادشاہ کے حضور میں لائی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک سارجنٹ نے بادشاہ
 سے اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے لئے پناہ چاہی۔ کیونکہ انہیں پورا یقین تھا
 کہ باغی ضرور قتل کر ڈالیں گے۔ بادشاہ نے انہیں عبادت خانہ میں رکھنے کا
 حکم دیا۔ غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل راجہ بہر سنگھ اپنی عورتوں، بھائی، سہیلی

کو اور مسٹر سٹرو کو جو تبدیل لباس میں تھے لے کر بلب گڈھ لے کر روانہ ہو گئے پیادہ سپاہ نے سالک رام خزانچی کے مکان پر دھاوا کیا۔ مگر مکان کے دروازے بہت مضبوط تھے جنہیں وہ توڑ نہ سکے۔ یہاں تک کہ نصف شب گزر گئی۔ غرض بہتر اثر اپنی انہوں نے اندر جانے کا راستہ بنایا اور مسلمانان شہر کے ہمراہ اندر گھسے تمام مال و اسباب لوٹا اور چلتے بنے۔ کچھ سار جنت چھاؤنی سے توہیں لے جا رہے تھے۔ مگر باغی سواروں نے دیکھتے ہی چھڑا لیں اور پھر جہاں کی وہ تھیں وہیں رکھ آئے۔ ^{۱۲} میں ان توہیں سے سلامی دی گئی اور رات بھر تمام شہر میں بے چینی اور ہنگامہ برپا رہا۔ لوٹ مار اور آتشزدگیاں عمل میں آتی رہیں۔

منگل ۱۲ مئی ۱۷۵۷ء

بادشاہ دیوان خاص میں آئے جہاں امراء و رؤسا نے مجرعا عرض کیا منہ پرہ رجہٹ کے صوبہ داروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کوئی شخص روزانہ رسد پہنچانے کے لئے مقرر کر دیا جائے رام سہائے مل اور دیوانی مل پانچو روپیہ روزانہ کی رسد مثلاً وال۔ چنا۔ ۳۰ ٹا۔ وغیرہ فراہم کر کے رجہٹوں میں پہنچانے کے لئے مقرر ہونے چار انگریز صاحبان محمد ابراہیم ولد علی محمد تاجر کے مکان میں روپوش ہیں اتنا سنتے ہی سوار دوڑ گئے۔ انگریزوں کو ڈھونڈھ لگالا اور چشم زدن میں قتل کر دیا جسکے بعد اس تاجر کے مکان کو بھی انگریزوں کے چھپانے کی پاداش میں جلا ڈالا۔ ایک انگریز عورت ہندوستانی لباس میں المینورٹ تالاب کے پاس سے گزر رہی تھی۔ جسے سواروں نے قتل کر ڈالا۔ سپیل سپاہی زبردستی تمام شہر کے حلوائیوں کی دوکانوں پر جا پڑے۔ اور دوکان میں کچھ بھی نہ چھوڑا۔ بادشاہ یہ خبر سن کر بہت متاثر ہوئے اور صدر الدین خاں ^{۱۳} پولیس افسر سپاہ گنج کو حاکم شہر مقرر کیا اور ایک سپیل رجہٹ میرزا دیکھتے پولیس ایشن پر روانہ کیا اور تاکید کی کہ فوراً جاتے ہی قتل و غوریزی بند

کی جائے۔ مرزا نے کہیں آکر بادشاہ سے کہہ دیا کہ سپاہی اس وقت چاوڑی بازار
لوٹ رہے ہیں۔ بادشاہ نے فوراً تمام رجمنٹوں کے صوبہ داروں کو حکم دیا کہ شہر میں سے
فوجیں بٹالی جائیں۔ اور ایک رجمنٹ قلعہ کے پاس اور ایک دہلی دروازے پر رہے
باقی ایک ایک دودو دستہ ہر دروازہ مثلاً اجپری دروازہ۔ لاہوری دروازہ۔ فرشتخانہ
کشمیری دروازہ وغیرہ پر مامور کیا جائے اور ایک کمپنی دریا گنج بازار میں رکھی جائے۔
اور فرمایا کہ مہدولت کو اپنی رعیت کی غارتگری پر گزمنظر نہیں۔ سپیل اور سواروں
نے کوچہ ناگرسیدھ کو روٹنے کا قصد کیا۔ مگر باشندوں نے مکانات کے دروازے بند
کر لئے۔ اور اندر سے سپاہیوں پر پتھر اور اینٹ برسایا کہ جس سے سپاہ ہٹا ہو کر پس
چلی گئی۔ کئی کھڑکوں نے عورتوں کے ساتھ راجہ کھلیان سنگھ کشن گڑھ والے کے ہاں
پناہ لی سواران کی تلاش میں وہاں پہنچے اور بندو قوں اور سپہتوں سے فریاد کرتے
رہے۔ مگر یوں نے بھی فیر کے جس سے باغی غضبناک ہوئے۔ اور دو توپیں لا کر ان
پر فیر کرنا چاہا مگر کلرک زمین دوز کو ٹھٹھڑیوں میں چھپ گئے۔ بادشاہ نے مرزا منل کو
شہر کے قتل و غارت کو فرو کرنے کا حکم دیا مرزا منل ہاتھی پر سوار ہو کر حقیف پوش
اسٹیشن پہنچے اور اعلان کیا کہ جو شخص لوٹ مار کرنا چاہا یا چاہیگا۔ اسکی ناک اور کان
کاٹے جائیں گے اور اگر دوکاندار اپنی دوکانیں نہ کھولیں گے اور سپاہیوں کو سامان
دینے سے انکار کریں گے تو جرمانہ اور قید کے مستوجب ہونگے علیا حضرت ملکہ تلچل
حراست سے آزاد کی گئیں۔ دو انگریز حقیف پوش اسٹیشن کے سامنے جاتے ہوئے
قتل کر دیئے گئے وہ ہندوستانی لباس پہنے ہوئے تھے۔ دو سپیل جہنیں اور
کچھ توپیں کربادشاہ شہر میں نکلے۔ وہ ہاتھی پر سوار تھے۔ اور ان کے پیچھے مرزا
جوان بہت بیٹھے تھے۔ علی حضرت نے عام راستوں کی دوکانیں کھلوانے اور ضروریات
فوج کو پورا کرنے اور سپاہیوں کو سودا دینے کی دوکان داروں کو تاکید کی

اور پھر قلعہ میں واپس تشریف لے گئے۔ حسن علی نے بواسطت حکیم حسن الدین
ایک سنہری مہربادشاہ کو نذر کی۔ اور اعلیٰ حضرت نے انہیں لائق سمجھ کر اپنی مصیبت
میں رکھ لیا۔ مرزا امیر الدین کو خلعت فاخرہ اور دہلی کی گورنری دی گئی مرزا نے چار
روپے بطور نذرانہ پیش کئے۔

بروز بدھ ۱۳ مئی ۱۷۵۷ء

بادشاہ عبادت خانہ میں تشریف لائے۔ نواب محبوب علی خاں و دیگر رسائے
نہیں پیش کیں۔ ناظر حسن مرزا کو مرزا امیر الدین کے لئے کا حکم دیا گیا۔ ناظر نے واپس
آ کر کہا کہ مرزا بیمار ہیں اس وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے۔ مرزا امیر الدین چیٹ پولیس
آفسر شہر سے کہا گیا کہ فوج کو رسد نہیں روانہ کی گئی ہے لہذا اس کے بندوبست میں
دیر نہ کی جائے حسن علی خان حاضر تھے بادشاہ نے ان سے فرمایا: "فوج قلعہ میں جمع ہو گئی
ہے۔ کیا کرنا چاہئے؟" خان موصوف نے جواب دیا کہ یہ سپاہی اپنے ہاتھوں کے قاتل
ہیں۔ ان پر چنچاں اعتبار نہ کیا جائے۔ شاہ نظام الدین سپر زادہ اور بڑھن صاحب
فرزند نواب محمد خاں مرحوم کو دہرین کی کانفرنس میں شریک کرنے کا حکم دیا گیا مرزا نعل
مرزا خیر سلطان۔ مرزا عبداللہ وغیرہ پیادہ رجمنٹوں کے کرنیل مقرر ہوئے اور انہیں
فی الفور ہر ایک کو دو توپیں ہمراہ لے کر کشمیری۔ لاہوری۔ اور دہلی دروازوں پر حفاظت
کے لئے جانے کا حکم ملا۔ شاہ نظام الدین نے کہا کہ سواروں نے نواب میر حمید علی خان
کو اس الزام کی بنا پر گرفتار کر لیا ہے۔ کہ ان کے مکان میں انگریز چھپے ہیں۔ حالانکہ
میر صاحب نے انہیں یہاں تک یقین دلایا کہ اگر ایک انگریز بھی نکل آئے تو انہیں
خود کو قید کر لیا جائے۔ اس پر بادشاہ نے شاہ نظام الدین کو پیدل و سواروں کے

ہمراہ جا کر مکان کی تلاشی لینے کے لئے بھیج دیا۔

ہمراہ جا کر مکان کی تلاشی لینے کے لئے بھیج دیا۔

بہو مال واپس کر دیا۔ اور میر صاحب کو رہا کر دیا۔ مرزا ابو بکر سواروں کی رجمنٹ کے کرنل مقرر کئے گئے۔ خبر پہنچی کہ کشن گڑھ کے راجہ کلیان سنگھ کے مکان میں ۲۹ نفر مرد عورت اور بچے پورے چھپے ہیں۔ یہ سنتے ہی سواروں اور پیادوں نے انہیں جا کر قید کیا اور ہندوؤں کی بارہ مار کر ہلاک کر ڈالا۔ کچھ سوار کرٹیل اسکئر کے مکان میں گھس گئے اور ان کے لڑکے جوزف اسکئر کو چھپ پولیس اسٹیشن کے سامنے لا کر مار ڈالا۔ کسی کی ترغیب سے پیدل اور سوار رائن واس ورام چون واس ڈپٹی کلکٹر کے مکان میں یہ بیان کر کے گھس گئے کہ یہاں انگریز چھپے ہیں۔ اور لوٹ مار کر کے چلتے بنے کچھ سپاہیوں نے قاضی بنوں اور ان کے لڑکے کو شہید کر دیا۔ دو انگریز ہندوستانی لباس پہنے بدرود روزہ سے باہر جا رہے تھے انہیں دیکھتے ہی مار ڈالا گیا۔ بادشاہ نے ہر ایک رجمنٹ کو مصارف کے لئے چار سو روپے عطا کئے۔ چیف پولیس آفسر نے شہر میں اعلان کر دیا کہ جن لوگوں کو ملازمت کی خواہش ہو وہ اپنے ہتھیار لیکر فوراً چلے آئیں اور جو شخص کسی انگریز کو اپنے مکان میں چھپا بیگا اس سے جھڑپوں کے مانند برتاؤ کیا جائیگا۔ نواب احمد علی خاں دلدیاد خاں ساکنان ملہ گڑھ عند الطلب حاضر ہو کر کورٹش بجا لائے اور انہیں روزانہ حاضر دربار ہونے کا حکم فرمایا گیا۔

بادشاہ نے خاص خاص تاجران غلہ کو طلب کیا۔ اور ترخ کم کر کے تمام اجناس بازار میں فروخت کرنے کا حکم دیا۔ میرزا میر الدین خاں نے دو سو آدمیوں کو دیا سڑک پر انتظام قائم کرنے کے لئے مامور کیا۔ سقوں نے لال کٹیچس کے کسی دوکاندار کا کھن چڑا لیا تھا۔ انہیں گرفتار کیا گیا۔ قلی خاں اور سر فراز خاں سے دیگر ٹیپوں کے چنوں کے بلی واڑہ و سبزی منڈی میں ڈاکہ زنی کی جتنی گرفتار کئے گئے۔

کپتان ولد علی خاں حسن علی خاں اور مرزا منیر الدین مرزا ضیا الدین اور مولوی صدر الدین حاضر ہو کر آداب بجالائے مولوی صاحب نے ایک طلائی ہمیش کش کی بادشاہ نے انہیں عدالت دیوانی و چوڈیشل کورٹ کا منصف مقرر کیا مگر مولوی صاحب نے عرض کی کہ مجھے معافی دیجئے جب حکم خراجی سالگ رام حاضر ہوا اور ایک شرفی نذر کی بادشاہ نے دریافت کیا خزانہ میں کتنا روپیہ تھا؟ اس نے کہا کہ مجھے خبر نہیں پھر بادشاہ نے فرمایا کہ کسی اپنے نوکر کے ذریعہ ہمیں اطلاع دینا۔ اس کے جواب میں اس نے کہا "بہت بہتر ہے" حسن علی خاں نے رحمت علی خاں کو باریاب کرایا اور انہوں نے ایک اشرفی نذر کی بادشاہ نے دریافت کیا "یہ کون ہیں" جواب دیا گیا کہ نواب فیض محمد خاں کے صاحبزادے اور حسن علی خاں کے بھتیجے ہیں۔ محمد علی خاں فرزند سالار جنگ نے بھی ایک اشرفی نذر کی بادشاہ نے ان کے بارے میں دریافت کیا کہ "یہ کون ہیں؟" جواب دیا کہ بہادر جنگ رئیس مولوی کے بھتیجے۔ رئیس سنوت کا اچھنٹ حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ رئیس کی طبیعت ناساز ہے اس لئے وہ حاضر و بار نہ ہو سکے۔ پھر اچھنٹ نے بے پور جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو بادشاہ کے حکم سے فی الفور ایک مراسلہ راجہ رام سنگھ والی بے پور کے نام لکھا گیا کہ بہت جلد اپنی فرج لیکر دربار میں حاضر ہو اور اچھنٹ کو بچانے کے لئے دیدیگیا اس نے وعدہ کیا کہ وہ بہت جلد بے پور پہنچ جائیگا۔ اس کے بعد نواب عبدالرحمن خاں والی چمپڑ بہادر جنگ خاں والی داوری۔ اکبر علی خاں والی پٹواری۔ راجہ نرسنگھ رئیس اعظم لب گڑھ حسن علی خاں رئیس دو جاتہ۔ نواب احمد علی خاں والی فرخ نگر کے نام فی الفور حاضر و بار ہونے کے جدا جدا احکام روانہ کئے گئے۔ مرزا امین الدین خان و مرزا ضیا الدین خاں کو ضلع چہر کہ گوڑ گاؤہ کی نظامت عطا کی گئی تہلی داڑھ۔ راجپورہ مندریرسا وغیرہ کی دوکانوں میں راستے

وقت ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ مرزا مغل کو ان گوجروں کی کارروائیوں کے انسداد کا حکم ملا۔ مرزا الہ آباد اپنی رجمنٹ لیکر گاؤں مذکور میں پہنچے اور اسے لوٹ کر چلا دیا۔ بہادر شاہ داروغہ راضی سرکاری متعلق ریاست لکھنؤ نے ایک طلانی مہریش کی ایک انگریز سپاہی انبالہ سے جاسوسی کرنے دہلی میں آیا تھا۔ اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ عالیحضرت نے حکم دیا کہ قید خانہ میں رکھا جائے۔ چند ہیاوہ سپاہی اور صوبہ دار جو تہ پہنچے ہوئے دربار شاہی کے فرش پر چلے آئے۔ بادشاہ نے انہیں نگاہ غضب سے دیکھا۔ اور بہت ناراض ہوئے۔ چنانچہ میر الدین خاں پولیس آفسر کے نام حکم جاری کرایا کہ نمبر ۳۰ ویسی ہیاوہ رجمنٹ کو یہاں سے نکال کر چھاونی کی طرف ہٹا دو۔ اور سبزی منڈی و پہاڑی وزنگ کو ان کی دست برد سے محفوظ رکھو۔ میرٹھ سے چار آدمیوں نے آکر کہا کہ انگریزی فوجیں راہ میں ہیں۔ وہ عفریب یہاں پہنچ کر نہیں پوری پوری سزا دی گئی سپاہ اس خبر سے بہت ناخوش ہوئی اور ان چاروں کو گرفتار کر لیا۔ پولیس آفسر ٹکنہ سیکشن کو مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلس کی لاشیں دفن کروانے اور لقیہ مردوں، عورتوں اور بچوں کی لاشیں دریا میں بہا دینے کا حکم ملا۔ اور انہوں نے اس کی فی الفور تعمیل کی۔ گوجروں نے مسٹر فریزر کے رکان کا تمام فرنیچر لوٹ لیا۔ اور کشمیری اور لغٹٹ گورنر کے اکبٹنی کے تمام کاغذات کو دہجیاں دہجیاں کر ڈالا۔

سورج پورہ دہلی

بادشاہ کمرہ خاص میں تشریف رکھتے تھے۔ مولوی عبدالقادر نے ایک مجوزہ فہرست پیش کی۔ جو انہوں نے بابت تنخواہ افواج مرتب کی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے مولوی صاحب کو ایک دستاویز عطا کیا۔ اور نواب محبوب علی خاں کا مددگار مقرر کر دیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب بالمتی پر سوار ہو کر مسٹر فریزر کے

شیونگہ والی سموت نے اپنے ایجنٹ کی معرفت کچھ اودیات بادشاہ کی تذکیں بادشاہ نے فی الفور ایجنٹ کو ایک حکم تحریری دیا کہ راجہ بہت جلد دربار میں حاضر ہوں غلام نبی خاں فارو غہ کو لا محل میرضیا علی سوار کے ہمراہ جو سٹریزیر کی اردلی میں تھا حاضر دربار ہوا اور آداب بجا لاکر عرض کی کہ پچاس سوار جو نواب جھجر نے روانہ کئے تھے ہونے لگے میں مگر نواب صاحب خود بوجہ بدامنی ریاست کے حاضر نہیں ہو سکتے مولوی احمد علی راجہ نہر سنگہ والی بلب گڈھ کے سفیر بن کر آئے اور ایک روپیہ نذر کیا اور راجہ کا خط پیش کیا جس میں راجہ نے لکھا تھا کہ گوجروں نے لوٹ مار چا رکھی ہے۔ لہذا بوجہ بدامنی ملک ابھی حاضر نہیں ہو سکتا۔ ریاست میں کامل بندوبست ہو جائے تب حاضر دربار ہوں گا راجہ کو فوراً حاضر دربار ہونے کے احکام روانہ کئے گئے۔ خبر پہنچی کہ روہتک کا محبٹریٹ فرار ہو گیا ہے اور خزانہ وہیں ہے جے لوگ لوٹنے والے ہیں یہ بھی خبر ملی کہ گوڑہ گاڑہ کا خزانہ لوٹ لیا گیا۔ یہ خبر سکر بادشاہ نے ایک پیادہ رجمنٹ اور چند سواروں کو روہتک کا خزانہ لانے کا حکم دیا۔ اور عبدالکریم کے نام حکم جاری کیا کہ چار روپیل سپاہی اور ایک رجمنٹ سوار بھرتی کئے جائیں اور پیدل سپاہیوں کو پانچ روپیہ اور سواروں کو بیس روپیہ تنخواہ ملے گی۔ ۲۰۰ آدمی بات کہتے ہیں بھرتی کر لئے گئے۔ عہد القادر پر ٹرنے بادشاہ کے معائنہ کے لئے چند کاغذات پیش کئے اور کہا کہ وہ ان کا بندوبست کر لے گا۔ سواروں کے امنران کے نام بادشاہ نے ایک حکم جاری فرمایا کہ مرزا ابوبکر کرنیلی سے برطرف کر دیئے گئے اور ان لوگوں کو ان کا حکم نہ مان کر صرف بادشاہ کا حکم ماننا چاہئے۔ قاضی فیض اللہ نے بادشاہ کے حضور میں پانچ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ اور حیف پولیس امنر شہر مقرر کئے جانے کی درخواست کی اور ان کی درخواست منظور کی گئی۔

ایک سار نے اپنے ایک ہم پیشہ شخص کو جس سے دیر نیہ دشمنی تھی قتل کر دیا

اور گرفتار کر لیا گیا۔ بے سنگہ پورہ کے میواتیوں نے ریلوے اسٹیشن کے مکان پر ڈاکہ ڈالا اور ۴۰۰۰ روپیہ نقد و دیگر اشیاء لیکر فرار ہو گئے۔ سوار اور پیدل بے سنگہ پورہ کو تاراج کرنے کی غرض سے جلتے ہی تھے کہ لالہ بدھ سنگہ سفیر بے پورہ نے ایک درخواست اس مضمون کی گزرائی کہ بادشاہ ہاشم گان بے سنگہ پورہ کو امان دیں۔ اس درخواست کی بنا پر ایک حکم جاری کیا گیا کہ کوئی پیادہ یا سوار بادشاہ کی اجازت لئے بغیر بے سنگہ پورہ نہ جلتے ہائے خبر پہنچی کہ پیدل اور سوار سپاہی سرلوگوں پر نیکی تلواریں لئے گشت کرتے پھرتے ہیں اور خوف کے مارے کوئی دوکان نہیں کھولی گئی ہے۔ حکم ہوا کہ سوا قلعہ کے پھاٹکوں کے اور کہیں بھی کوئی شخص رہ نہ تلوار لے کر نہ نکلے جھجھکے سواروں کے کسانڈنگ کو جہتا باغ میں رہنے کا حکم ہوا۔ اطلاع کی گئی کہ ۴۰۰۰ کشتیان گندم و دیگر اجناس سے لدی ہوئی صبح راجی داس اگر وال کی آئی ہیں۔ اس پر ولوالی مل کے نام حکم جاری کیا گیا کہ تم غلہ مذکورہ کو اتروا کے ہمارے ہاں لے آؤ۔ دو پیدل سپاہیوں نے خفیہ طور پر راجی داس اگر وال کے یہاں دو سو روپیہ امانت رکھ دیئے تھے کہ کہہ نہ چل کر لیں گے کسی طرح ان دو سو سپاہیوں میں تقیض پیدا ہو گئی۔ اور راز سب بیان ہو گیا۔ تو اسی وقت ایک دستہ سپاہ روپیہ لینے کے لئے روانہ کیا گیا۔ اور سپاہکار نے فوراً روپیہ ادا کر دیا۔ سہڑ کے تاجروں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ سواروں اور پیدلوں نے باہم سازش کی اور بادشاہ کے پاس دیوان خاص میں آکر کہا کہ انہیں الاؤنس اور کپڑے ٹھیک طور پر نہیں ملتے۔ اس کا بندوبست کر دیا جائے۔ اور شکایت کی کہ حکیم حسن الدخان اور محبوب علی خاں انگریزوں سے مل گئے ہیں۔ پھر حویلی لال کنوں میں گئے اور پیرزادہ شاہ نظام الدین کو اس الزام میں گرفتار کر لیا کہ ان کے مکان میں دو انگریز لڑکیاں روپوش ہیں۔ شاہ نظام الدین نے دریافت کیا کہ تمہیں کس نے خبر دی ہے تو سپاہیوں نے کسی شخص کو ذکر نہ

جو رامپور کا رہنے والا تھا اور جس نے کہا کہ میں نے صرف اڑنی ہوئی خبر سنی ہے شاہ نظام الدین نے سواروں سے کہا کہ اگر کوئی انگریز ولایتی برآمد ہو جائے تو تمہیں میرا تمام مال لوٹ لینے کی اجازت ہے اور اگر تم اس تہمت کے درپردہ صرف لوٹنے کی عزم سے آئے ہو تو اس کا تمہیں اختیار ہے۔ میں تمہارے فعل کا مزاجم نہیں ہوں یہ سنکر سوار خاموش ہو رہے محبوب علی خاں نے قرآن کی قسم کھائی کہ میں انگریزوں سے نہیں ملا سہا ہیوں لے آؤں گا محمد کا مکان لوٹ لیا۔

بروز شنبہ ۱۶ مئی ۱۷۵۷ء

بادشاہ دیوان خاص میں تشریف لائے اور دربار منعقد کیا حکیم احسن الدخاں آغا سلطان تقسیم کنندہ تختہ خواہ۔ کپتان ولداری علی خاں۔ رحمت علی خاں و دیگر رؤسا حاضر ہو کر آداب بجالائے۔ پیادہ اور سوار سپاہی اپنے افسروں کو ساقہ لے کر دربار میں آئے اور ایک خط پیش کیا جس پر حکیم احسن الدخاں اور نواب محبوب علی خاں کی مہر ثبت تھیں۔ پھر شکایت کی کہ ہم نے یہ خط وہی دروازہ پر کڑا ہے جسے حکیم صاحب اور نواب صاحب نے انگریزوں کو روانہ کیا تھا اس میں لکھا ہے کہ انگریز لوگ فوراً چلے آئیں۔ ہم شہر میں داخل کراویں گے اور زمینت محل بھی انگریزوں سے ملی ہوئی ہیں اس طرح کہ جوں سبخت تخت نشین کرا دیا جائے گا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ تمام فوج و سپاہ کو تمہارے قبضہ میں کرا دیا جائے گا۔ خط مذکورہ احسن الدخاں اور محبوب علی خاں کو بھی دکھایا گیا جسے دیکھ کر انہوں نے کہا کہ یہ جعلی ہے۔ پھر اپنی انگوٹھیاں اتار کر سپاہیوں کے آگے پیش کی اور کہا کہ یہ کاغذ ان کا نہیں ہے اور اس کی ثبت شدہ مہریں جعلی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے میں بھی کھائیں کہ یہ کاغذ ان کا نہیں ہے مگر سپاہیوں کو پھر بھی یقین نہیں آیا کسی نے سپاہیوں کو خبر دی کہ نہر کی چادر کے نیچے بہت انگریز روپوش ہیں۔ سننے ہی مرزا ابوبکر سپاہیوں کو سہراہ لے کر چادر پر

ہوئے سپتول کے کئی فیر کئے مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ پھر سیدل اور سواروں نے تلواریں
 کھینچ لیں اور حکیم حسن الدخاں کو گھیر لیا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ وہ ضرور انگریزوں
 سے ملا ہوگا اور آپس میں کہنے لگے یہی وجہ تھی کہ جو اس نے انگریز قیدیوں کو قتل کر دیا
 بچا نا چاہا تھا۔ تاکہ جب انگریز آجائیں۔ تو قیدیوں کو ان کے حوالہ کر دیا جائے
 اور سپاہیوں کو قتل کر دے ان کا شک پہا تک پڑھا کہ وہ قید خانہ میں سے تمام انگریزوں کو
 جو عورتوں بچوں سمیت ۵۲ تھے باہر نکال لائے۔ اور حوض کے پاس قتل کرنے کے
 ارادے سے بٹھا دیا۔ شہزادہ مرزا بھٹے نے انہیں اس فعل قبیح سے باز رکھا جا
 اور کہا کہ شرع اسلامی میں عورتوں اور بچوں کا قتل حرام ہے۔ اس پر سپاہیوں نے
 مرزا کو بھی قتل کرنا چاہا مگر مرزا خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا پھر انہوں نے قیدیوں کو نیچے
 بٹھا کر سپتول کا ایک فیر کیا مگر گولی بادشاہ کے ایک ملازم کو جا لگی جو پیچھے پھڑکتا تھا اس
 کے بعد بادشاہ کے مسلح مصاحبوں نے اگر انگریز مردوں بچوں اور عورتوں کو تلواروں
 سے قتل کر دیا جب یہ ہو رہا تھا اسی وقت دو مسلمان حوض پر کھڑے ہوئے مقتولوں
 کو لعت کر رہے تھے۔ اثنائے قتل میں بادشاہ کے ایک مصاحب کی تلوار ٹوٹ گئی
 قتل کے بعد لاشوں کو دو گاڑیوں میں بھر کر دریا پہلے گئے۔ اور بہا دیا۔ اس واقعہ سے
 شہر کے ہندوؤں میں بڑی پھیل گئی۔ اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ ان پوریوں کو
 جنہوں نے ایسا پاپ کیا ہے کبھی انگریزوں پر فتح نصیب نہ ہوگی۔ پہاٹکوں کے گارڈ
 تبدیل کئے گئے کسی نے سواروں کو خبر دی کہ خزانچی مستحضر اس کے مکان میں انگریز
 چھپے ہوئے ہیں جو چودہری کے کوچہ میں رہتا ہے انہوں نے فی الفور جا کر تلاش لی۔
 مگر کسی انگریز کو نہ پا کر واپس چلے آئے اس موقع پر انہوں نے کسی کو پکڑا لیف نہ دی
 ایک حکم سید اوخان کے نام تحریر کیا گیا کہ حوض کے مشرقی ساحل پر جو جہاں سے حوض
 پر دانی پھیلا رہی ہے اس کا فوراً تدارک کیا جائے۔ تاہم وہی دروازہ دیکھ کر

دو کارندوں نے شکایت کی کہ کاشی ناتھ ان کے حلقہ کا پولیس آفسر بطور رشوت ۱۰۰۰ روپیہ طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ نہ دینگے تو باندھ کر چیف پولیس اسٹیشن پر پہنچائے جائیں گے حکیم حسن الدخاں نے فوراً قاضی فیض الدہ کو پولیس آفسر مسدردجہ بالا کی گرفتاری کا حکم روانہ کیا۔

بروز اتوار ۱۵ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ خاص کمروں میں تھے کہ پیدل و سوار اپنے آفسروں کو ہمراہ لیکر آئے اور عرض کی کہ انہوں نے سلیم گڑھ کو مستحکم کر لیا ہے علیحضرت تشریف لے چکے ہیں اور بادشاہ ہوا دار پر سوار ہو کر سلیم گڑھ تشریف لے گئے۔ وہاں مشاہدہ کیا کہ توپوں کو کس طریقہ سے نصب کیا گیا ہے اور پھر سپاہیوں کو اپنے متفق الرائے ہونے کا یقین دلا کر اور انہیں زینت محل و حسن الدخاں اور محبوب علی خاں پر بگنائی نہ کرنے اور اعتماد کرنے کی نصیحت کر کے واپس آگئے سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لیے بادشاہ نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ کسی انگریز کو گرفتار کر کے لائیں گے تو میں خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دوں گا یہ سنکر فوجیں مطمئن ہو گئیں اور حکیم حسن الدخاں کی بگینا ہی کا سب کو پورا پورا یقین آ گیا۔ پل پر ایک شخص گرفتار کیا گیا جس کے پاس سے سیرٹھ کے کسی انگریز کا خط برآمد ہوا۔ پیدل سپاہ نے اسے توپ کے منہ سے باندھ دیا۔ اور بہت دیر تک پلہنی لٹکائے رکھا۔ باغیوں نے دیوان خاص کو مکان بننا رکھا تھا۔ انہیں وہاں سے نکال کر اسے صاف کیا گیا۔ اور قالینوں و فائوسوں وغیرہ سے آراستہ کیا گیا۔ مرزا امین الدین خاں و مرزا ضیاء الدین خاں حسب الحکم حاضر دربار ہوئے اور کورٹش عرض کی۔ انہیں روزمرہ حاضر ہونے کا حکم ہوا تو بیماری کا ہانا نہ کیا پھر بادشاہ نے فوج بڑھانے کے لئے کہا جس کو انہوں نے منظور کر لیا۔ اور وعدہ کیا کہ وہ ایسا کرینگے بادشاہ نے انہیں فرمایا کہ تم کو ملک کا زرخیز حصہ عطا کیا جائیگا

اگر بادشاہ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کرو گے اس کے بعد اراستہ خاں و میرٹھ
برادران ثواب مصطفیٰ خاں والی جہانگیر آباد۔ اخبار خاں و دیگر نامی اصحاب
حاضر دربار ہوئے اور ہر ایک نے دو دو روپیہ نذر گئے۔ پیدل رجمنٹ کینے کرنیلوں
کا تقریر پر بحث رہا گرجی ہر سروے ایک سوار آیا اور خبر دی کہ کئی لاکھ روپیہ ضلع
گوڑگانڈہ کی آمدنی کا پیدل کی ایک کمپنی اور سواروں کی حفاظت میں دہلی آ رہا ہے
مگر اسی علاقہ میں ۳۰۰ سیوانیوں اور گوجروں نے خزانے پر حملہ کیا ہے اور لوٹنا
چاہتے ہیں چنانچہ سپاہیوں اور لیٹروں میں لڑائی ہو رہی ہے یہ شکر بادشاہ نے مویشی
محکمہ کو دو کمپنی سپیل اور ایک رسالہ سوار ہمراہ لیکر گوجروں سے مقابلہ کرتے اور خزانہ
بحفاظت لے آئیکا حکم دیا۔ مرزا منسل کے ایک خاکروہ کو جاسوس ہونے کے
الزام میں سپاہیوں نے پکڑ لیا اور بہت بری طرح زود کو ب کیا۔ پھر کیف مرزا منسل
کے حکم پر اسے راکرویا گیا۔ ایک رپورٹ کی گئی کہ جے سنگھ پورہ کے سیوانی جنہوں نے
ریلوے سپرنٹنڈنٹ کا مکان لوٹا تھا۔ زخمی ہو گئے ہیں۔ اور انگریزوں کے ملازم ہیں
موضع مذموبھی کے زمینداروں نے حاضر ہو کر ایک ایک روپیہ نذر کیا۔ اور اپنی
دفا داری اور فرما نہ واری کا پورا یقین دلایا۔ بادشاہ کے زمینداروں سے کہا
کہ اپنے موضع میں عمدہ انتظام رکھا جائے۔ اگر یہ نہ ہو گا تو اس کے ذمہ وار دی
لوگ ٹہرائے جائیں گے۔

بادشاہ کے دو قاصد جو خبر لانے کے لئے روانہ کئے گئے تھے واپس آئے
اور خبر لائے کہ تقریباً ۱۰۰ سپاہی مع چند انگریز مردوں عورتوں اور بچوں کے حصہ
بازاریہ میں جمع ہوئے ہیں۔ اور سورج کنڈ میں قلعہ بندی کی ہے جہاں ہاتھیوں سے
کھینچا کر توپیں نصب کی ہیں۔ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ میرٹھ سے ایک ایک
ہر گوجر لٹ مار کر رہے ہیں اور میرٹھ ساتھ ہی بدستوں کی سے پیش آئے۔ بادشاہ

نے جہان کے ہل پر ہیل کی دو کمپنیوں کو مستعین کیا۔ حکیم عبدالحق نے حاضر ہو کر ہاتھ جوڑ کر
 نذر کے رٹکی سے خندق کھودنے والوں کی پانچ کمپنیاں میرٹھ لگیں۔ انگریزوں نے
 ان سے اپنا کام لینا چاہا مگر وہ رضا مند نہ ہوئے۔ اور انگریزوں نے ان پر حملہ کر کے
 کئی آدمیوں کو مقتول و مجروح کر دیا۔ جو باقی بچے وہ بھاگ کر دہلی چلے آئے مہاراجہ
 نریندر سنگھ والی پٹیل، راجہ رام سنگھ والی جے پور، راجہ صاحب اور درجگان جودہ
 پور۔ کوٹہ پونڈی وغیرہ کے نام حاضر دربار ہونے کے کئی فرمان جاری کئے گئے دونچے
 دیوان کشن لال کے مکان کے برآمدہ سے گر کر مر گئے رپورٹ کی گئی ہے کہ انھیں انبالہ
 سے آرہی ہیں اس کے سوا ہر طرف امن و امان ہے۔

بروز پیر مورخہ ۱۸ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ اپنے کمرہ خاص سے برآمد ہو کر دیوان خاص میں تشریف لائے اور
 تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ پانچوں رجمنٹوں کے بیٹھ باجے آئے۔ اور
 انگریزی طرز پر راجہ بجا گیا۔ بادشاہ نے مستحقین کو حسب مراتب سہتیا و خلعات
 فاخرہ عطا کئے اور عہدے دیئے مرزا اسفل کو کمانڈر انچیف افواج مرزا کو حکم سلطان
 مرزا خیر سلطان۔ مرزا امینڈو۔ دو دیگر فرزندوں کو رجمنٹوں کا کرنیل مقرر کیا اور اپنے
 بیٹے مرزا ابوبکر کو سواروں کی رجمنٹ کا کرنیل مقرر کیا۔ مرزا اسفل نے دو اشرفیہ
 اور دیگر شہزادوں نے ایک ایک اشرفیہ اور ایک ایک روپیہ عہدے عطا
 کرنے کے شکریہ میں گزرا نے جن علی خاں حاضر ہوئے اور مجراء من کیا انہیں
 روزانہ دربار میں آنے کی ہدایت کی گئی۔ جسے بالموافقہ انہوں نے منظور کیا۔
 پھر بادشاہ نے ان سے فوج بڑھانے کے لئے کہا اور بہت سا علاقہ دینے کا
 وعدہ کیا۔ مگر انہوں نے کہا کہ وہ ایسا نہ کریں گے۔ بلکہ صرف حضور کی خدمت
 میں حاضر ہوں گے۔ اور ان کے لئے اور کچھ لگے کہ ہزار گاوچر

نہیں جانے دیتے۔ مزدوروں اور خندق کنوں کے اشتر حاضر ہوئے اور کہا کہ انکی پانچ کپینیاں روڑ کی سے میرٹھ آرہی تھیں۔ جہاں تمام انگریز مع اپنی عورتوں کے کمین گاہ میں جسے دوسرہ کہتے ہیں محصور ہیں اور انہوں نے مزدوروں کو وہلی آنے سے باز رکھنے کی کوشش بہتیری کی اور میرٹھ میں رکھ کر ان سے کام لینا چاہا۔

تخا اہوں میں اصناف کرنے کی طمع دلائی۔ مگر مزدوروں نے انگریزوں کی بات نہ مانی جس پر قریب تین بجے کے ایک بارٹھ مزدوروں کی ان پر ماری گئی جس سے ۲۰۰ سے کچھ زائد آدمی ہلاک ہوئے اور باقی ماندہ بھاگ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو سلیم گڑھ میں پھیرنے کا حکم ملا۔ نواب محبوب علی خان نے راجپوت اس گودام والا راجی داس اگر وال سا لگام خزانچی ویشل اس کے دیگر مہاجنوں کی ایک فہرست بنائی اور ملازموں کے ہاتھ سے ان کے پاس روانہ کی اور یہ لکھ دیا کہ چونکہ فوج کے روزانہ مصارف ۲۵۰۰ روپہ ہیں پس سب ملکر وہ پانچ لاکھ روپہ فراہم کر کے مصارف فوج کی کفالت کریں۔ اس پر تمام سوداگر محبوب علیخان کے پاس گئے اور کہا کہ مقرر کے روزانہ کا تمام سامان و نقدی لوٹ لیا گیا ہے اب وہ کہاں سے روپہ لائیں؟ راجی داس نے کہا کہ اگر محبوب علی خان دوسرے مہاجنوں سے لے لیں گے تو میں بھی بلا عذر و دیدونگا۔ مرزا ابو بکر و واروں کی جانب سے لیکر چند مال اور وزیر آباد کے گوجروں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے مگر ان کے جانے کے قبل ہی گوجر فرار ہو چکے تھے۔

بروز شگل مورخہ ۱۵ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ کمرہ خاص میں سے دیوان خاص میں تشریف لائے و سوار میرٹھ سے آئے اور اطلاع دی کہ ایک فوج جس میں میرٹھ و قنجاہ شامل ہے کئی لاکھ روپہ لیکر برٹی اور مراد آباد سے میرٹھ پہنچی ہے۔

فوجوں کے باغی ہو جانے اور انگریزوں کے قتل کر ڈالنے کی شکایت کی جس پر بریلی کی فوج نے جواب دیا کہ انگریزوں نے بھی تین سو مزدوروں اور خندق کھودنیوالوں کو مار کر اپنا حوصلہ نکال لیا ہے اور کچھ شک نہیں جو وہ ہم سے بھی ایسا ہی بتاؤ کریں۔ یہ جواب سن کر انگریز اپنے موجدوں پر چلے گئے اور گوکہ باری شروع کی جس کا جواب مراؤ باد بریلی کی فوجوں کی طرف سے بھی ترکی بہ ترکی دیا جانے لگا۔ خدا کا فضل پہلے شامل حال رہا چنانچہ ہم نے ایک فیر لیا کیا جس سے دشمنوں کی پناہ گاہ بالکل جل گئی بادشاہ اور تمام فوج یہ سنکر بہت خوش ہوئی اور اپنی خوشی کے اظہار میں سلیم گدھ میں پانچ فیروں کے کئے۔ اس کے بعد پھر خزانے کے گڑھی ہر سروں کو گڑھا گڑھا کا مہر سٹیا بھجائے گئے تھانے سترہ ہزار روپیہ رکھ گیا تھا چنانچہ ایک سو سوار اور دو کپنیاں پیدل اس روپیہ کو لے آئی ہیں حکم دیا گیا کہ اسے خزانہ میں داخل کر دو۔

بجانبانی کا بھیجا ہوا سوار آیا اور عرض کی کہ ہماری مالکہ نے دریافت کیا ہے کہ انگریزوں اور ان کی عورتوں کو قتل کیا گیا ہے یا نہیں۔ انہیں ان خبروں پر یقین نہیں ہے وہ مستند شہادت چاہتی ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہاں جتنے انگریز تھے وہ سب قتل کر دیے گئے اور اپنے دو سو سوار اور مراسلہ شاہی اس کے ہمراہ دیکر گواہ کیا۔ اور زبانی بھی کہہ دیا کہ بانی صاحب سے کہہ دیا کہ تمام فوج لیکر یہاں آئیں اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیں اس کے بعد بادشاہ نے دیوان خاص میں دربار کیا اور ایک خلعت فاخرہ مع ایک چاندی کی دوات کے اور ایک خطا سب "وزیر اعظم ممالک مفتوحہ" کو عطا کیا مرزا نے اس اعزاز کے شکر یہ میں دس طلائی مہر میں پیش کیں۔ بادشاہ نے ایسا ہی ایک خلعت اپنے فرزند مرزا اختیار شاہ کو نمبر ۷ دیسی پیدل کا کر نر مہر کر کے ام نہیں ہے غالباً جو ان سخت جو اس وقت مقرر کیا گیا تھا اس عہدہ پر مقرر کیا گیا ہوگا۔

وقت عطا کیا۔ مرزا نے دو طلائی مہریں اور پانچ روپے بطور شکر یہ نذر کئے پھر علیحضرت
 نے ہر ایک مقرر کردہ کرنل کو ایک جھنڈا تقارہ دیا۔ ناظر حسن مرزا کو کنوڑا جیت سنگھ
 پٹیا لہ والہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ کنوڑا صاحب نے حاضر ہو کر ایک طلائی مہر نذر کی۔
 انہیں بھی ایک غلعت عطا کیا گیا جس کے بعد میں انہوں نے پانچ روپے پھر پیش کئے
 بادشاہ نے فرمایا وہ کنوڑا صاحب کو بہت عرصہ سے جانتے ہیں جب سے کہ وہ دہلی
 میں رہا کرتے تھے۔ احمد مرزا اور فرزند حکیم عبدالحق حاضر ہوئے اور پانچ پانچ روپیہ
 نذر کئے احمد اخبار علی خاں کا روانہ کر دیا رسالدار حاضر ہوا اور دو روپے اپنی طرف
 سے نذر کئے اور ایک عرمنی اخبار علی خاں کی پیش کی جس میں لکھا تھا کہ ریاست کا پورا
 ہندوستان کرنے کے بعد فوراً حاضر دربار ہو گا۔ تھوڑی کے مکان میں دو انگریز مرد اور
 تین لیٹریں دو نیچے پوشیدہ تھے جنہیں سواروں نے جا کر گرفتار کر لیا اور بچاے دہلی
 کے مکان میں آگ لگا دی بادشاہ نے ان قیدیوں کو سپاہ کی زیر حراست رکھا
 علیحضرت سلیم گڑھ تشریف لے گئے تھے جہاں تمام فوجوں نے سلامی دی نمبر ۳
 پیدل لے کہا کہ میرٹھ کے مورچوں کے جل جانے کی خبر انہیں صحیح نہیں معلوم ہوتی ان کا
 ارادہ خود جاکر مورچوں کو اڑا دینے کا ہے بادشاہ نے فرمایا اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے
 اور کہا کہ اپنے جنرل مرزا خاں کے احکام کی ہر حال میں تعمیل کرو۔ اور ان کے بغیر حکم
 کوئی کام نہ کرو۔ ایک حکم قاضی فیض الدین پٹیل اور شہر کے نام ہارمی کیا گیا
 کہ جہنا کے پل کی دو کشتیاں الگ ہو گئی ہیں لہذا سومر دوروں کو مرمت کے لئے
 روانہ کرو۔ خبر ہو چکی کہ علماء دین نے تمام شہر کے مسلمان باشندگان کو جمع کر کے
 انگریزوں سے جہاد کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ کفار کو قتل کرنے سے اجر عظیم ملتا
 ہے سب از اول مسلمان ان کے علم کے نیچے جمع ہو گئے۔ اور جب بادشاہ نے یہ خبر
 سنی تو ان لوگوں کو خبر بھیجی کہ جن سے تم جہاد کرنا چاہتے ہو وہ سب مار ڈالو

اور حکم روانہ کیا کہ علم سرنگوں کو دیا جائے۔ خود مولوی صدر الدین جامع مسجد گئے اور دینک عالموں سے بحث کرتے رہے۔ اور جھنڈا بلند کرنے کو بیکار ثابت کیا۔ غلہ و نلک وغیرہ کی کئی گاڑیاں شہر سے باہر کھڑی گئیں اور اندر لائی گئیں۔

بروز بدھ مورخہ ۲۰ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ مکرمہ خاص میں سے برآمد ہوئے دیوان خاص میں دربار منعقد کیا محمد سعید حاضر ہوئے اور انہوں نے سلام علیک کی۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا انہی (مولوی) نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا علم بلند کیا تھا؟ لیکن جب وہ سب قتل ہو چکے تو پھر ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ وہ ہندوؤں کے برخلاف جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ وہ ہندوؤں

مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور وہ ہندوؤں کے برخلاف کوئی مذہبی جنگ نہیں کرنی چاہتے۔ پھر کہا کہ عیسائیوں کو اگر کہتے ہو تو وہ تمام قتل کر دیئے گئے اس کے بعد ہندو افسران فوج حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ مسلمان باشندوں نے ان کے برخلاف اسلامی علم بلند کیا ہے لیکن بادشاہ نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ ان کا مقصد صرف انگریزوں کا قتل تھا۔ افسروں نے بیان کیا کہ ایک شخص جو میگزین میں ملازم تھا تانبے کی چھوٹی توپ چھال لیگیا تھا اسے پل پر گرفتار کیا گیا ہے بادشاہ نے اسے توپ سے اڑا دینے کی ہر امر مقرر کی مرزا امین الدین خاں۔ مرزا ضیا الدین خاں۔ حسن علی خاں اور حمزہ علی خاں حاضر ہوئے اور مجرا عرض کیا۔ بادشاہ نے ہر ایک کو ایک ایک دستی چوب عطا کی جس کے شکریہ میں ہر ایک نے پانچ روپیہ دے کر مرزا مغل کو حکم موصول ہوا کہ چار توپیں اور چار پدیل بمبشیں لیکر میرٹھ جائیں۔ مرزا مغل اور کمرہ چول اور شاہ گاہ کو اڑا دیں۔ مرزا مغل نے جواب میں کہا کہ ہمارے

امیر الدین خاں۔ مرزا ضیا الدین خاں۔ حسن علی خاں جنہوں نے بڑی بڑی

جاگیریں حاصل کی ہیں بھیجے جائیں اور انگریزوں کے قتل کرنے کا امر ناصاحب نے وعدہ کیا اس جواب کو سنکر تمام یورپا چپ ہو گئے اور کسی نے جانے کیلئے "ہاں" نہیں کی۔ بادشاہ نے یہ حالت دیکھ کر مرزا ابو بکر کو فوج لیکر جاسنے کا حکم دیا اور نواسہ محبوب علی خاں اور حکیم احسن الدخاں کو فوج کے میزبٹ تک مصارف کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔ پیدل سپاہیوں نے میرٹھ سے ایک گاڑی آتی دیکھی اس پر حملہ کیا اور لپور لوٹ لیا۔ بعض سپاہیوں نے مبارک باغ میں جو چھاؤنی کے عقب میں تھا جستجو کی اور دو انگریزوں کو چھپے ہوئے پا کر قتل کر دیا۔ افسران فوج نے اگر درخواست کی کہ پانچ انگریز عورتیں مقید ہیں ہمارے حوالہ کر دیجائیں۔ بادشاہ نے مولوی محبوب علی صاحب کو لائے روئے شرع مسئلہ بتانے کا حکم کیا مولوی صاحب نے شرعی مسئلہ ان کے سامنے پیش کر دیا کہ اسلام میں عورتوں کا قتل جائز نہیں ہے پھر بادشاہ اپنے کمرہ خاص کی خفیہ انجنین جہاں ملکہ اور کندلال سکرٹری تھے تشریف لے گئے۔ چار بج گئے۔ عدالت کل گیارہ بجے تک کے لئے برخاست کی جاتی تھی۔

سترہویں روز کی کارروائی

یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۴۷ء
عدالت قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ ممبران بنترہم۔ ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
ملازم مع اپنے مختار غلام عباس حاضر کئے گئے۔
اقتباسات اخبار صادق الاخبار فارسی زبان میں پڑھے گئے پھر ان کا ترجمہ پڑھا گیا۔ جو ذیل میں درج ہوا۔

۳ جولائی ۱۹۴۷ء ایک حکم جس پر غبر شاہی ثبت تھی بنام کہ

کیا گیا۔ جس میں فوج کے روزانہ الاؤنس کی بابت تحقیقات کی گئی تھیں اور حکم دیا ہے کہ تمام فوجی امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے۔

۷۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ ایک مراسلہ راجہ گلاب سنگھ والی کشمیر نے اس طلوع کے لئے کہ ان کا اقتدار حکومت لاہور و لاہور کے قرب و جوار میں مستحکم ہو گیا ہے بھیجی۔ اور ایک دوست محمد خان کی درخواست ہے کہ عارضہ دربار ہونا چاہتا ہوں۔ ہر دو درخواستیں جنرل بہادر کے پتہ پر موصول ہوئی ہیں۔ جن کے جواب میں مراسلات جاری کرنے کا حکم دیدیا گیا ہے۔

۸۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ خبر موصول ہوئی ہے کہ بختیار خان نے ایک فوج تیار کر کے دشمنوں سے لڑنے کیلئے روانہ کی ہے۔ جو جوہر مردانگی دکھا رہی ہے۔ قاصد و مہدم فتح کی خبریں لارہے ہیں۔

۱۱۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ اقتباس کو رٹ گڑھ دس لکھ الاخبارا پریس پر شون ہو چکا ہے کہ بادشاہ نے دربار منعقد کرنا شروع کر دیا ہے آج روسا و محرمین کو باریاب فرمایا گیا بلوچ و دشمنوں کی نقل و حرکت اور انتظامات جنگ کا مشورہ اور بہادران شاہی کی کارگزاریاں بادشاہ اور اہل دربار کی واقفیت کیلئے پڑھ کر سنائی گئیں۔ غلام نبی خاں کے نام حکم جاری ہوا کہ وہ اب بھجور کا مکان واقع محلہ دریانچہ مجروحین کیلئے صاف کر کے رکھا جائے۔ مجاہدین کے خرچ کیلئے کچھ روپیہ عنایت کیا گیا۔

۱۲۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ سید علی و بکر علی روسا بہارس کی ایک درخواست موصول ہوئی۔ انہوں نے لکھا تھا کہ مردود و کفار کی بڑی تعداد انہوں سے قتل کر دی ہے اور اب حصہ راجدس کی خدمت میں مستوف ہونا چاہتے ہیں۔ فی الفور عنایت

نامہ سے سرفراز کیا گیا۔

اکیس توپوں سے بادشاہ کو سلامی دی گئی۔ باجے والوں نے انگریزی باجہ بجا دیا۔ انگریزی سازنگیاں۔ ڈھول۔ بٹھنیاں وغیرہ خوشی کے اظہار میں بجائی گئیں۔ دو جاسوس مع انگریزی خطوط کے گرفتار کئے گئے اور تحقیقات کی غرض سے مرزا نعل کے پاس روانہ کئے گئے۔ امیران جہانسی رجمنٹ کی ایک درخواست قتل کفار کے متعلق موصول ہوئی جس کا جواب ارسال فرما دیا گیا۔

۱۵۔ جولائی ۱۸۵۷ء حسین بخت خاں کو ایک شاہی مراسلہ روانہ کیا گیا کہ جہانسی کی فوج سے ملیں جو کل صبح آکر اجمیر پر وازہ کے باہر قیام کریں۔

۱۶۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ امیران جہانسی فوج حاضر ہوئے اور اپنی وفاداری کے اظہار میں تلواریں اور بندوقب زین پر ڈال دیں۔ بادشاہ نے شفقت فرمائی۔ اور سروسٹ ۲۰۰۰ روپیہ خرچ کے لئے عنایت کیا۔

۱۷۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ ایک اطلاع موصول ہوئی کہ سپیل کی دو رجمنٹیں اشالہ سے حاضر ہوئی ہیں مرزا نعل کو حکم دیا گیا کہ گذشتہ آئی ہوئی رجمنٹوں میں کہیں انکو بھی ٹھہرا دیا جائے۔

۱۸۔ جولائی ۱۸۵۷ء قبرستان میں کئی جاسوسوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔

۲۔ اگست ۱۸۵۷ء ایک عرضی گورنر جنرل کی طرف سے موصول ہوئی کہ غنیم پسا ہو رہا ہے۔ اس پر ایک حکم لکھا گیا کہ عرضی ہذا داخل دفتر کی جائے۔

۴۔ اگست ۱۸۵۷ء۔ جنرل سدھاری سنگھ۔ امیران نیچ فوج و دیگر ممتاز امیران حاضر ہوئے۔ مجرا عرض کیا۔ اور میدان جنگ سے وغیرہ کفار کی تلہ بڑیش کیں بادشاہ ان سے بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

۵۔ اگست ۱۸۵۷ء۔ بادشاہ نے دو احکام جاری فرمائے۔ ایک نواب ولید و خاں کی درخواست کا جواب جس میں لکھا گیا کہ انگریزوں سے

کے بعد افواج روانہ کی جائیں گی۔ دوسرا راجا اور کے نام کہ خراج مع عرضی فی الفور روانہ کرو۔

۶۔ اگست ۱۷۵۷ء بادشاہ افواج کی مرواگی و شجاعت کے کارنامے سن رہے تھے کہ معاً خبر آئی کہ ولیر فوج نے مورچوں پر قبضہ پانے کی عزت حاصل کی فوراً فوج اور بارود ان کی مہمت افزائی کے لئے بھیجنے کا حکم دیا گیا۔

۷۔ اگست ۱۷۵۷ء خبر موصول ہوئی ہے کہ ہماری سپاہ مورچوں میں جا کر نہایت دلاوری سے غنیمت سے ہر سر ہیکار ہے۔ شام کے وقت افسوسناک خبر ملی کہ میگزین واقع حملہ چوڑی والہ میں کیا بیک آگ لگ گئی جس سے صد ہا وہاں کے کام کرنے والے مرد و عورت جل کر کوئلہ ہو گئے۔ اور بارود نے عمارت کو بالکل مسمار کر دیا۔ پدیل سپاہ جو ہمیشہ ایسے مواقع سے فائدہ اٹھاتی رہتی ہے یہ سنا تو بڑبڑ گئی۔ اور خباب وقار الملک (طیب شاہی) پر میگزین میں آگ لگنے کا جھوٹا الزام لگا کر ان کے مکان کا صفا پا کر دیا۔ جو چیز جس کے ہاتھ آئی لیکر چل دیا۔ نیز مہایوں کے مکانات لوٹے گئے۔ بادشاہ یہ سن کر بہت غضبناک ہوئے اور حکیم صاحب کو بہت نکتی تشفی دی اور اعلان کر دیا کہ حکیم صاحب کا جو کچھ مال جس شخص نے لیا ہو فی الفور لا کر یہاں حاضر کر دے۔ پھر اچھضرت نے یہ دعا پڑھی۔

میرے دشمن ہر طرف سے جمع ہو کر طاعت پکڑ رہے ہیں۔

یا خدا علی مشکل کشا کے طہنیل دے دو کہ

تو نے میری مدد کے لئے غیبی فوج روانہ کی ہے۔ " " "

پس تجھی سے میں فتح و ظفر کی دعائیں مانگتا ہوں۔ " " "

اقتدار سے راجہ الاخبار جو اعلیٰ حاکم ہیں پڑھ گے پھر ان کا ترجمہ ذیل میں درج ہوا

روزنگل مورخہ ۲۵۔ اگست ۱۸۵۷ء صبح صادق سے طلوع آفتاب
 بمک مذہبی مراسم کی ادائیگی میں وقت صرف ہوا۔ وقار الملک دہلیب اکوٹیشاہی
 دیکھنے کی عزت نصیب ہوئی۔ پھر بادشاہ سندشاہی پر جلوہ افروز ہوئے اور ممتاز شرفا
 کو دربار شاہی میں بار بار ہونے کی عزت بخشی۔ انہوں نے بجا ادب و احترام
 کا اظہار کیا۔ اعلیٰ حضرت نے دو فراموش کا معائنہ کیا۔ جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے
 تھے۔ ایک بہادر علی خاں حسن علی خاں، ورگا پرشاد۔ محبوب سنگھ۔ انسلان فوج پشاور
 کے نام تھا جس میں انہیں تاکید کی تھی کہ مع فوج فی الفور دربار شاہی میں حاضر ہوں
 اور محفل خزانہ بھی ہمراہ لیتے آئیں۔ دوسرا بنام شہزادہ مرزا محمد کو چک جس میں تحریر تھا۔
 کہ نصیر بادی فوج کی تنخواہ تقسیم کرو بچکے بعد ملاحظہ شاہی ان پر مہر خاص ثبت کی گئی
 پھر حکم شاہی سے انہیں روانہ کر دیا گیا۔ پھر اعلیٰ حضرت نے ان درخواستوں پر جواب دے کر
 فراموشی۔ اول تناو علی خاں سپہر محمد عبدالغفار خاں سکسہ مصطفیٰ آباد عت راسپور کی درخواست
 جس میں وفاداری اور خیر خواہی کا اعتراف کیا گیا تھا۔ اور تحریر تھا کہ دربار شاہی
 میں حاضر ہونے کی خواہش ہے۔ دوم راجہ نہر سنگھ والی بلب گڈھ کی جس میں
 اطاعت شکاری۔ خیر خواہی، وفاداری کا اظہار کیا گیا تھا۔ اور میر فتح علی خاں
 کی مسرت روانہ کی گئی تھی۔ سوم وارث محمد خاں بھوپالی کی درخواست میں ۵۶
 انگریزوں کو قتل کر دینے کی خبر دینے کی ہوئی تھی۔ اور ایک اعلان کی کاپی بھی درخواست
 کے ساتھ شامل تھی جو باشندگان شہر و ملک کو کفار کے قتل کی تحریص و ترغیب دلانے
 کے لئے تقسیم کیا گیا تھا۔ نیز ایک فراموش شاہی مانگا تھا۔ چہارم کاشی راول کدالی نامہ
 کی درخواست جس میں انہوں نے محبت وفاداری بتائی تھی۔ اور خیر خواہی بادشاہ
 کا اعتراف کیا تھا۔ اور اپنے حرم باخترم سے مطلع کیا تھا۔ جو انہوں نے انہوں
 کے قتل پر کیا تھا۔ اور پانچ انگریزوں کے سر روانہ کئے تھے۔ پھر محمد

پسر غلام محمد خاں ابن عبدالصمد خاں رئیس دو جنانہ کی ایک درخواست بھی متذکرہ بالا درخواستوں کو پڑھ کر اعلیٰ حضرت نے حکم دیا کہ بعد مزید غور ان کا جواب لکھا جائے اور ان فوج نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر کہا کہ محمد نجات خاں گورنر جنرل بہادر حضور کی فوج ظفر معین کے ہمراہ دشمنان دین سے لڑنے تشریف لے گئے ہیں۔ اور بہت جاں فدا فی دیکھا رہے ہیں۔ لہذا ان کے لئے کمک ارسال کرنی ضروری ہے۔ اسی وقت ایک حکم جاری کیا گیا کہ ایک دستہ فوج اور روانہ کر دیا جائے۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت مکرمہ خاص میں تشریف لے گئے دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا جس کے بعد دل بہلاتے رہے۔ پھر آپ نے نماز فریضہ ادا کی اور اس میں اتنے عرصہ مصروف رہے کہ عصر کا وقت آگیا۔ اور عصر کی نماز بھی آپ نے پڑھی۔ دن ختم ہونے کے قریب وقار الملک (طیب شاہی) کو نبض دکھانے کی عزت عطا فرمائی۔ بعد ازاں سیر و تفریح کی غرض سے سلیم گرہ باغ تشریف لے گئے۔ سلیم گرہ سے واپس ہو کر اپنے مکرمہ خاص میں چلے گئے۔ افسران فوج مقیم تلی واڑہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انہیں مدد نہیں پہونچائی گئی۔ پھر حضور دیوان خاص میں برآمد ہوئے اور دوبار کیا مگر فرار ہی بہت تھا اور ناراض ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ غروب آفتاب کے بعد حاضرین دربار کو جانے کی اجازت مل گئی۔

بروز بدھ ۲۶۔ اگست ۱۸۵۷ء

صبح سے طلوع آفتاب تک اعلیٰ حضرت وظائف میں مشغول رہے جس کے بعد وقار الملک (طیب شاہی) کو نبض دکھائی۔ پھر تخت پر رونق افروز ہوئے مہر ز عہد نے حاند کے گہوارے کے حلقہ کی طرح اعلیٰ حضرت کو گھیر لیا۔ افسران فوج نے آکر جو جین تعلیم سے مقابلہ کر رہی ہیں اور داو شجاعت دے رہی ہیں لہذا ان کے مسائل کی جائے۔ احکام جاری کئے گئے کہ تمام پیدل و سوار جمع پجائیں

بعد بادشاہ نے ان تین احکام کا ملاحظہ کیا۔ جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے تھے اور
مہر شاہی ثبت کر کے فوراً روانہ کرنے کی ہدایت کی۔

حکم اول۔ بنام امیران افواج کہ نصف فوج نجف گڑھ کے مورچہ پر اور نصف
نیلی داڑھ کے مورچہ کو روانہ کی جائے۔

حکم دوم۔ بنام مرزا محمد ظہور الدین بہادر کہ محاصرہ کیا جائے۔ اور فوج کو اپنے اختیار
کمال میں رکھا جائے۔

حکم سوم۔ بنام چٹا کرچن سنگھ برائے طلبی بہادران ٹھاکر مذکورہ

شہزادہ محمد عظیم بہادر کی ایک درخواست موصول ہوئی۔ جس میں اپنی
مشکلات کا اظہار تھا۔ جو غنیم کی فوجوں کے چابک آہٹنے سے پیش آئی تھیں اور
سپاہ و قوت چاندنی لکھ ناگی تھی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک مراسلہ شاہی درخواست
کے جواب میں لکھ دیا جائے۔ پھر بادشاہ دربار سے اٹھ کر اپنے کمرہ خاص میں تشریف
لے گئے۔ دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا اور پھر آرام کیا۔ نماز ظہر سے فارغ ہو کر ذکر
و شغل میں مصروف ہو گئے۔ پھر عصر کی نماز پڑھی۔ غروب آفتاب کے قریب حضرت
مع اپنے تمام اراکین کے باغ سلیم گڑھ برائے تفریح تشریف لے گئے۔ شام کو واپس
آئے اور کمرہ خاص میں تشریف لے گئے۔

بروز جمعرات ۲۷۔ اگست ۱۸۵۷ء

علی الصباح اٹھ کر اور فیض ندوی کو انجام دیکر حضرت نے طیب شاہی
دقار الملک کو نہیں دکھائی۔ پھر حضرت سربراہ کے پاس گئے۔ جبکہ ان کے سپہ سالار
فرز مہر اور عائد دہار نے مجھے عرض کئے۔ پھر بلدیہ سنگھ گئے۔ پھر ان کے پاس
گزرانی تو حضرت نے بہ انتہا الطاف و شفقت سے ایک دروازہ پر
اس نے بعد میں نذر بطور شکر پیش کی۔ جو قتل کر لی گئی۔ بادشاہ نے حضور

چھ فرماؤں کا جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے تھے۔ ملاحظہ کیا۔ پھر حکم دیا کہ مہر شاہی لگا کر روانہ کر دیئے جائیں۔

اول حکم۔ بنام مرزا محمد خیر سلطان بہادر کہ انہیں چندہ وصول کرنے کا پورا پورا اختیار ہے۔ اور اس معاملہ میں کوئی مانع نہ ہوگا۔

دوم حکم۔ بنام مرزا مثل بہادر و مرزا خیر سلطان بہادر اور افسران فوج اور عہدہ داروں کو کہ اگر وال سے روپیہ دو مرتبہ وصول کر لیا گیا ہے۔ اب کسی حالت میں مطالبہ نہ کیا جائے۔

حکم سوم۔ بنام مرزا عبدالحسن عرف مرزا عبدالباقی اب درخواست امیر خاں کن دوجاتہ جسے دربار میں حاضر ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔

فرمان چہارم بنام کاشی راؤ بکروالی اندوڑن کو دربار میں مدعو کیا گیا تھا۔

حکم پنجم۔ راجہ نہر سنگہ رئیس بلب گردھ کے نام کہ ابلق گھوڑا پہونچا اور تم فوج کی چھڑ چھارٹ سے خوف نہ کھاؤ۔

فرمان ششم۔ بنام تنواری علی خاں سپہ عبداللہ خاں رامپوری معارف خاں کھان لکھا گیا جس میں انہیں حاضر دربار ہونے کا ارشاد ہوا تھا۔

کچھ سواریوں نے افواج شاہی کی کارگزاریاں اور خصوصاً فوج پنج کے کانٹے اٹانے شروع کئے اور علاقہ شجف گڑھ کے کسانوں کا ساتھ دینا بھی بیان کیا بصیحت

ناساز ہو جانے کی وجہ سے اعلیٰ حضرت نے طبیب شاہی کو طلب کیا۔ اور مجلس اس تشریف لے گئے۔ دوپہر کو اعلیٰ حضرت نے خاصہ تناول فرمایا پھر آرام کیا۔ اس کے بعد ظہر کی

نمائز پڑھی۔ پھر ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے کہ عصر کا وقت آگیا۔ پھر نماز پڑھی طبیب جو حاضر تھے دوا المسک بار دہن کر کے ذی بون ختم ہونے کے قریب تمام

جائے کی اجازت لی۔

جمادی ۲۸۔ اگست ۱۸۵۸ء

صبح بعد اوائے فرائض مذہبی اعلیٰ حضرت نے طبیب شاہی کو نبض دکھائی۔
پھر دیوانہ خاص میں تشریف فرما ہوئے۔ جہاں رؤساء و عمائد نے محرمے عرض کئے
خواجہ اسمیل خان ایک باشندہ کالپی آگے آئے اور باریاب ہونے کے بعد موافق
معمول نذر پیش کی۔ اعلیٰ حضرت پر ناواقفانی و ضعف غالب آگیا۔ آپ اٹھ کر کمرہ خاص
میں چلے گئے۔ دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا۔ پھر آرام کیا۔ پھر جب معمول ظہر و عصر کی نماز
ادا کی۔ اس کے بعد حکیم صاحب کا تیار کردہ لقوچ بار دیا۔ اس روز دربار برخواست
یہاں سب ذیل احکام ”حکم“ شاہی ہر شب کر کے جاری کئے گئے۔

(۱) بنام محمد شفیع برگزیدہ دیگر اشخاص جو اب در خواست کہ اعلیٰ حضرت ان سے ناراض
یا خفا ہیں۔ اور نہ بیچ کی فوج پر انہیں کسی قسم کا اشتباہ ہے۔

(۲) بنام مرزا رحمت بہادر کہ امام بارگاہ کا گریہ ادا کر دیا جائے۔ جو ایک دروسومہ
”نہ نذر“ کے خرچ کے لئے وقف ہے۔

(۳) بنام احمد علی خاں رئیس فرخ نگر جنہیں چند ٹوٹے دار بندوقین بھیجے کی
پہایت کی گئی۔

(۴) بنام بہادر جنگ ۱۴۔ ادا ٹوٹوں کی ان کی حدود میں چوری ہو جانے کی اطلاع

ایک در خواست عبد اللطیف خاں رئیس خانپور کی موصول ہوئی جس میں انہوں
نے اپنی ناسازی طبیعت کا عذر کیا تھا۔ اور پھر کبھی دربار میں حاضر ہونے اور
باتھی ہمراہ لائے کا وعدہ کیا تھا۔

عدالت ایک بجے برخواست ہو گئی۔ اور مزید کارروائی ۲۔ فروری کی بار
بجے تک کے لئے ملتوی رکھی گئی۔ تاکہ گواہ سٹراویٹ حاضر ہو سکیں۔

اٹھارہویں روز کی کارروائی

یوم شنبہ مورخہ ۲۷ فروری ۱۸۵۸ء

آج گیارہ بجے قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں عدالت منعقد ہوئی۔

پریسڈنٹ۔ ممبران مترجم۔ ڈپٹی جج۔ ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

موزم سے مختار غلام عباس عدالت میں لائے گئے۔

جان الوریٹ رسالدار سابق بقیہ عدہ سواران نمبر ۱۴ رجمنٹ وصال کاٹھری

فوز طلب کئے گئے اور شہادت دی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار رائے

سوال۔ کیا گیارہ مئی ۱۸۵۷ء کو تم دہلی میں ہی تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ پھر تم نے غدر کے متعلق کیا دیکھا۔ بیان کرو؟

جواب۔ صبح بوقت ۹ بجے میرے آئیوالے باغی شہر میں داخل ہو گئے اور خوف پیدا

ہو گیا کہ وہ تمام انگریزوں اور عیسائیوں کو قتل کریں گے نصف گھنٹہ بعد میگین کی سمت

آئے بندو قتل کی آوازیں آنے لگیں۔ شام تک بوجہ بیمار ہونے کے میں باہر نہ نکل سکا۔

آج میں دہلی میں بیماری کی رخصت لے کر آیا تھا۔ لیکن میں جس مکان میں رہتا تھا وہ

میرے لئے محفوظ مقام نہیں تھا۔ میں نے خود کو محفوظ نہ پا کر اس مکان

کو چھوڑ دیا۔ اور رات کی تاریکی میں کرنل اسکندر کے احاطہ میں چلا گیا

کلتے ہی میں مرزا عظیم بیگ (جو بے قاعدہ سواروں کے

ان پر ہونچا۔ اور ان سے اپنے مکان میں دل بھر

سر پہنچانے کی درخواست کی انہوں نے

اپنے مکان میں رکھا۔ اور کہا کہ وہ ایسا کرنے کی کوشش کریں گے۔ میں ان کے مکان میں ایک دن اور ایک رات رہا۔ دوسرے روز وہ کہنے لگے۔ کہ میری روپوشی کی خبر میا یوں کو ہو گئی ہے۔ سٹر جارج اسکندر بھی انہیں کے مکان میں روپوش تھے۔ مرزا عظیم بیگ ہم جن کے یہاں رہتے تھے۔ بادشاہ کے پاس ہماری حفاظت کے لئے گار دیئے گئے۔ انہوں نے ایک گھنٹہ بعد خبر بھیجی کہ طبیب شاہی احسن النظار بوجہ میسائیوں کو پناہ دینے کے ان سے بہت ناخوش ہوئے ہیں (کیونکہ احسن النظار خاں مرزا صاحب کے قرابت دار تھے) اور میں فوراً ان کے (مرزا کے) مکان سے نکل جانا چاہئے۔ میں تو فی الفور وہاں سے نکل گیا لیکن سٹر جارج اسکندر وہیں زنا خانے میں چھپے رہے۔ میں سردار بہادر کے مکان سے قریب دو سو گز گیا ہونگا کہ مجھے باغی سپاہی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں نزدیک کی سجدیں یہ خیال کر کے چھپ رہا کہ یہاں باغی مجھے نہ دیکھ سکیں گے۔ لیکن جو بخی باغی پاس آئے کسی نے مجھے پہچانکر انہیں پکارا۔ اور کہا کہ ایک میسائی مسجیدیں چھپا ہے۔ پھر انہوں نے مجھے گرفتار کیا اور عظیم بیگ کے مکان پر جا کر جارج اسکندر بھی ماخوذ کر لیا۔ ہمیں کوڑا لی پہنچایا گیا۔ لیکن قبل ازیں کہ ہم کوڑا لی پہنچیں منبرا لائٹ کی لڑائی کے سوار دوڑتے ہوئے آئے۔ اور سپاہیوں سے دریافت کیا تم کون ہو جو قید کو لئے جا رہے ہو؟ کیا یہ میسائی ہیں؟ جس کے جواب میں انہوں نے کہہ دیا کہ کچھ سواروں نے پستولیں مان لیں اور کہا "کیوں ناحق کوڑا ہو؟ ہمیں کیوں نہ قتل کر دیا جائے؟" سپاہیوں نے یہاں سے کچھ دور نہیں سے وہاں سے پھرتے ہیں۔ سپاہیوں نے کوڑا لی میں جا کر پورٹ کر کے۔

ایک سوار ستر جارج اسکندر کے پاس آیا۔ اور ان کے ہاں پکڑ کر کوٹوالی سے گھسیٹتا ہوا پاس قدم تک لے گیا۔ جہاں دیوار کے سہارے بٹھا کر گولی مار دی اور دو سواروں نے بھی گولیاں چلائیں۔ جبکہ وہ پہچان ہو کر گر پڑے۔ میں کوٹوالی کے پاس سہما ہوا کھڑا تھا کہ سوار میرے پاس بھی آئیں گے۔ مگر ستر اسکندر کو قتل کرنے کے بعد وہ قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔ پھر مجھے کوٹوالی کے حوالدار نے جا کر ان قیدیوں میں بیٹھنے کا حکم دیا جو وہاں موجود تھے۔ میں مع چالیس مرد، عورت اور بچوں کے وہاں پچیس روز تک رہا۔ جس کے بعد میں ایک مولوی اسماعیل نامی کی شہادت پر کہ ہم سب مسلمان ہیں اور اگر مسلمان نہ بھی ہوں تو اب ہو جائیں گے رہا کر دیئے گئے۔ جنہوں نے یہ بھی کہا کہ جو لوگ یہ خوشی خاطر مذہب اسلام قبول کرنا چاہیں۔ انہیں قتل کرنا حرام ہے۔ غرضیکہ ہم رہا تو ہو گئے۔ مگر شہر سے باہر نہ نکلنے دیا۔ پھر میں ایک افریقی موجودہائی کے ہاں چلا گیا۔

سوال۔ اس شخص سے تمہاری کبھی کی ملاقات یا دوستی تھی؟

جواب۔ میں اسے اسی طرح پہچانتا تھا۔ وہ کرنل اسکندر کی ملازمت میں رہا ہے۔ ۱۸۴۲ء میں اس نے ملازمت چھوڑ دی تھی۔

سوال۔ خدر کے زمانہ میں یہ افریقی کس کی ملازمت میں تھا؟

جواب۔ اس وقت سے بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔

سوال۔ کیا اس نے تمہیں کمپنی کی ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرنے کیسے کہا یا ترغیب دی۔

جواب۔ جی ہاں۔ میرے تین روز قبل اس نے کہا تھا۔ میں اپنی سواری کے لئے گھوڑا خرید رہا تھا۔ وہ میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں آپ سے تھلیہ میں کچھ تپیں۔ میں نے اس کے ساتھ ایک گوشہ میں گیا تو اس نے مجھ سے

کہا کہ تم کہنی کی ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کر لو پھر کہنے لگا: میں دوستانہ طریقہ سے اتھیں نصیحت کرتا ہوں۔ میں نے جب سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ موسم گرما میں تم ہر جگہ روسیوں کو پاؤ گے۔ میں اس کی تجاویز نہیں چاہتا اور اس سے کچھ بھی مننے کے لئے نہ کیا کیونکہ میں اپنے کام میں بوجھ مشغول تھا۔ یہ گفتگو ۹-۱۰ مئی روز یکشنبہ ۱۸۵۷ء کو ہوئی تھی۔ مگر وہ پھر میرے پاس نہیں آیا۔ اور جب میں کوٹوالی سے رہا ہوا تو اس کے پاس پہنچا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا۔ کیا میں تم سے چلے آئے کو نہیں کہتا تھا؟ اور پھر اس نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک افریقی قبیلہ نامی عذر سے دو سال قبل مسقطینہ روانہ کیا گیا ہے۔ اور یہ شخص وہی ہے کہ جانے کے بہانے روانہ ہوا تھا لیکن بادشاہ وہی کا سفیر نگر روسیوں سے کچھ امداد طلب کرنے گیا ہے۔ اور قبیلے دو سال بعد وہی واپس آنے کا وعدہ کیا ہے۔

سوال۔ مذکر کے زمانہ میں جب تم موجود تھے اس رہتے تھے کیا تمہیں کچھ خبریں ملتی تھیں؟
جواب۔ خصوصیت سے عذر کی بابت تو نہیں البتہ وہ لڑکی سے شام کے وقت مکان پر آتا تھا اور دن بھر کے کوائف و حالات مجھے سنا دیتا تھا۔ ایک موقع پر اس نے کہا کہ بادشاہ نے اپنے تمام امراء و فرزندوں کو دربار عام میں جمع کیا اور کہا کہ ”جب سے غازی الدین نگر کی لڑائی ہوئی ہے آئے دن تم لوگوں میں نا اتفاقیاں پھیلتی جاتی ہیں اور یہ بہت خطرناک امر ہے۔“

اس نے کہا پھر بادشاہ نے یہ کہا کہ ”اب سب کو متفق ہو کر اگر بیڑوں کو نکال دینے کی کوشش کرنے کا وقت ہے۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ اگر برٹش فوج دوبارہ دہلی میں داخل ہو گئی تو خاندان تیموریہ کے کسی نفس و ادم کو بھی زندہ نہ چھوڑے گی۔“ موجود اس یا بارہ افریقیوں کا انہر اور بادشاہ کے خاص ملازمین میں سے تھا جو ہر وقت ان کے پاس کھڑے رہتے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ

ضرور صحیح ہونگے۔

سوال کیا اس شخص (موجود) نے کبھی روپیہ یا کوئی اور شے کمپنی کی ملازمت ترک کر دینے کی غرض سے دی؟

جواب جی نہیں۔

سوال کیا تم جانتے ہو کہ متذکرہ بالا تحریک بادشاہ یا کسی قلعہ والے کے ایما سے تھی؟

جواب میں اسے ایسا نہیں سمجھتا میں نے تو صرف اسکی ذاتی بیوقوفی پر محمول کیا تھا۔

سوال کیا تمہیں معلوم ہے کہ کمپنی کے کسی دوسرے ملازم کو بھی بادشاہ کی ملازمت میں آنے کی ترغیب دی گئی تھی؟

جواب مجھے علم نہیں۔

سوال کیا کبھی اپنی رجسٹ کے سپاہیوں کو تم نے چپاتیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا جو غدر سے قبل گاؤں گاؤں میں تقسیم ہوئی تھیں؟

جواب جی نہیں میں اس زمانے میں اپنے گاؤں میں رخصت پر تھا۔ اور جو کچھ میں نے ان کی نسبت سنا وہ یہ تھا کہ چپاتیاں تقسیم ہو رہی ہیں۔ اور کوئی شخص اس کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔

سوال گیارہ مئی سے کتنے عرصہ پیشتر سے تم دہلی میں تھے؟

جواب تیرہ یا چودہ روز۔

سوال کیا اس وقت تم نے لوگوں کو تذکرہ کرتے سنا تھا کہ دہلی میں کوئی حادثہ ہونے والا ہے؟

جواب جی نہیں میں بیمار تھا۔ اور اہل دہلی سے بہت کم ملتا تھا۔

سوال تم نے کہا ہے کہ "موجود" غدر کے بعد کہتا تھا کہ روسی ہر جگہ آجائیں گے جانتے ہو کہ باشندوں کا بھی یہی یقین تھا۔

جواب جی ہاں مجھے خیال ہے کہ قاجار مسلمانوں سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا تو ان کی تقریر کا مافذ بھی ہوتا تھا کہ وہ روسیوں کو موسم گرما تک آیا ہی سمجھتے ہیں۔
سوال۔ صدر سے پہلے اہل رجسٹ اور دیسی افسران میں اور تم میں کمپنی کی ملازمت کی بہت کچھ گفتگو ہوئی تھی؟

جواب۔ ایک مسلمان منبرم ابقی عہدہ سواروں کا افسر جس کا نام مرزا محمد تقی ہے کہنا تھا کہ اس کی کتابوں میں لکھا ہے کہ انگریزی عملداری بہت جلد نیست ہو جائیگی وہ شخص پشاور میں تھا اور مجھے ٹھیک معلوم نہیں ہے کہ آیا اس نے مسئلہ میں کہا تھا یا نہیں۔

سوال۔ کیا تم نے کبھی کسی شخص کو انگریزی حکومت کے خاتمہ کی مدت بتاتے ہوئے اور یہ کہتے سنا ہے کہ روزمرہ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی حکومت قریب الاختتام ہے؟
جواب جی نہیں۔

سوال۔ کیا تم اندازہ لگا سکتے تھے کہ انگریزوں سے ہندوؤں کو زیادہ نفرت تھی یا مسلمانوں کو؟

جواب مسلمانوں کو۔

سوال۔ کیا کبھی تم نے سنا تھا کہ شاہ ایران فرج لیکر ایران سے آ رہا ہے؟

جواب جی نہیں۔ ان سفنا میں پر میں ان سے کبھی بحث نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ انگریزی اخبارات سے مجھے خبریں ملتی رہتی تھیں۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ روسیوں کی آمد کا جو بڑا ہندوستانوں میں غدار سے پہلے ہی ہوتا تھا؟

جواب جی نہیں۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ مجھے ایسی گفتگو کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ کبھی موقع نہیں ملا۔

مذہب جرح سے انکار کرتے ہیں

عدالت نے اظہار سے

سوال۔ جب تم دہلی میں تھے کسی طرح بھی پیغمبر تبار سے کانوں میں ہنری تھی کہ مذہب
ہندی سے باغیوں کے ساتھ شریک ہوئے۔ کیا تم بھی یہی سمجھتے ہو؟

جواب۔ میں صرف وہی بتا سکتا ہوں جو میں نے سنا ہے۔ پہلے بادشاہ ہند تھے
مگر جب انہوں نے خود کو اس میں گھرا ہوا پایا تو شامل ہو گئے۔ یعنی ہندو
کے بعد شامل ہوئے۔ یہ صرف افواہ ہے اور میں اس کی حقانیت کا کوئی ثبوت
پیش نہیں کر سکتا۔

گواہ جاتے ہیں۔

علامہ عباس ملزم کے مختار کو انکی گذشتہ شہادت کی یاد دہانی کی جاتی ہے۔

بج ایڈوکیٹ اظہار لیتے ہیں

سوال۔ ان بارہ کاغذوں کو دیکھو اور کہو کہ آیا تم ان کے اصلی ہونے کا یقین کرتے
ہو یا نہیں؟

جواب۔ وہ جن کے سروں پر منسل سے تحریر شدہ احکام ہیں فی الواقعہ آملی ہیں کیونکہ
بادشاہ کے تحریری احکام انہیں موجود ہیں۔ دیگر کاغذات کو بھی آملی سمجھتے ہیں مجھے کلام نہیں جن پر
پنسل سے دستخط ہیں وہ بھی آملی ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ بادشاہ کے دستخط ہیں۔

پھر مترجم ان کاغذات کو پڑھتا ہے اور ان کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

چار بج گئے۔ عدالت ایوم بدھ مورخہ سہارا راج تک کے لئے برخاست ہو جاتی
ہے تاکہ مترجم کو اپنی اخبارات کے اقتباس و دیگر دستاویزوں کے ترجمہ کرے
۲۔ اٹل گئے۔

انیسویں روز کی کارروائی

یوم بدھ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۸۵۸ء

آج پھر قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں عدالت منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ، ممبران ججی مترجم ڈپٹی جج، ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں
ملازم اور ان کے مختار غلام عباس عدالت میں لائے گئے۔
مندرجہ ذیل اٹھارہ کاغذات اصل مترجم لے بیٹھے اور ان کا ترجمہ پڑھا گیا۔
(اخباروں کے اقتباسات علیحدہ ایک مجموعہ میں چھاپے گئے ہیں
اس واسطے یہاں درج نہیں کئے۔ حسن نظامی)

بیسویں روز کی کارروائی

یوم جمعرات مورخہ ۲۱ اپریل ۱۸۵۸ء

کل کی کارروائی کے سلسلہ میں آج پھر گیارہ بجے عدالت منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ، ممبران مترجم، ڈپٹی جج، ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
ملازم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے۔
ملازم نے اب عدالت میں اپنی تحریری جواب دہی پیش کی جسے
مترجم نے پڑھا۔

عدالت ساڑھے بارہ بجے برخاست ہو گئی۔ اور منگل مورخہ ۲۲ اپریل کی
پیشی مقرر ہوئی۔ تاکہ ترجمہ کرنے اور ڈپٹی جج ایڈوکیٹ کو اس کا جواب دینے اور
نتیجہ دفتروں کا خلاصہ کرنے کی مہلت ملے۔

کیسویں روز کی کارروائی

یوم منگل ۹۔ مارچ ۱۸۵۸ء

عدالت آج پھر دیوان خاص قلعہ دہلی میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج، ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

لادم ان کے مختار غلام عباس کے ہمراہ لائے گئے۔

اب جج ایڈوکیٹ لادم کی جوابدہی کو پڑھتے ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہے

حواب تحریری از بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی۔

اصل حقیقت یہ ہے۔ غدر کے روز کی مجھے پہلے سے خبر نہیں تھی۔ آٹھ بجے

کے قریب باغی سواروں وقتاً آگئے اور محل کی کھڑکیوں کے نیچے شور و غل مچانے لگے

انہوں نے کہا کہ وہ انگریزوں کو قتل کر کے میرٹھ سے آئے ہیں اور اپنے ایسا کرنے کا یہ

عذر پیش کیا کہ ان سے گائے اور سور کی چربی سے بنے ہوئے کار تو سول کو منہ

میں رکھ کر دانتوں سے کاٹنے کے لئے کہا گیا تھا۔ جو سراسر منہ دوا و اسلامتوں

کے دہرم کو ستیاناس کرنا تھا۔ میں نے یہ سن کر قلعہ کے دروازے بند کرادیئے۔ اور

فی الفور قلعہ دار کو اس امر کی اطلاع پہونچا دی۔ وہ خبر سنتے ہی خود میرے پاس

آئے۔ اور جہاں باغی جمع تھے جانا چاہا۔ اور دروازہ کھول دینے کی درخواست

کی۔ میں نے انہیں اس ارادہ سے باز رکھا۔ بہر کیف جب دروازہ نہ کھولنے دیا

تو وہ اوپر گئے۔ اور یہاں تک کہ میں کھڑے ہو کر سپاہیوں سے کچھ کہا۔ جسے سنتے ہی

وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد قلعہ دار یہ کہہ کر کہ وہ ہنگامہ کو روکنے کا بندوبست

کریں گے میرے پاس سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد مسٹر فریزر نے دو توپوں کے لئے اور

دو لیڈیاں بٹھری۔ اور کہا کہ ان کے پاس دو لیڈیاں بٹھری

ہوئی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ انہیں مجلس میں ہونچا دیا جائے۔ میں نے دوپالکیاں روانہ کیں۔ اور حکم دیدیا کہ تو میں بھی مجیدی جائیں۔ اس کے بعد میں نے سنا کہ پالکیاں پہنچے بھی نہ پائی تھیں کہ مسٹر فریئر قلعہ دار اور وہ لیڈیاں سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ کہ باغی سپاہ دیوان خاص میں گھس آئی عبادت خانہ میں بھی ہر طرف پھیل گئی۔ اور مجھے چاروں طرف سے گھیر کر پہرہ متین کر دیا۔ میں نے ان کا مطلب دریافت کیا اور چلے جانے کے لئے کہا جس کے جواب میں انہوں نے خاموش کھڑے رہنے کو کہا اور کہا کہ جب انہوں نے اپنی زندگیوں کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ تو اب اپنی طاقت کے موافق سب کچھ کر کے چڑھیں گے۔ خوف کھا کر کہہیں میں نہ قتل کر دیا جاؤں۔ میں نے منہ سے اٹ تک نہ کی۔ اور چپ چاپ اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ شام کے وقت یہ تک حرام کئی انگریز مرد

و عورت کو گرفتار کر کے لائے جہنم انہوں نے سیگڑن میں پکڑا تھا۔ اور ان کے قتل کا قصد کرنے لگے۔ میں نے باز رہنے کی درخواست کی۔ اور اس وقت تو میں ان انگریزوں کی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر باغی سپاہیوں نے انہیں اپنی ہی زیر حراست رکھا۔ مواتر دو موقوفوں پر انہوں نے انگریزوں کے قتل کا قصد کیا۔ اور میں نے منت و سماجت کر کے باز رکھا۔ اور میتھوں کی جانیں بچالیں۔ آخری وقت اگرچہ میں مسند ہوائیوں کو سخت المقدور باز رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر انہوں نے میری طرف مطلق التفات نہیں کیا۔ اور ان جیپروں کو قتل کرنے باہر لے گئے۔ میں نے انہیں قتل کے لئے کچھ بھی حکم نہیں دیا۔ مرزا مسخ۔ مرزا خضر سلطان۔ مرزا ابو بکر اور سیرالیک خاص مصاحب سبقت سپاہ سے مل گئے تھے۔ انہوں نے میرا نام شاید لیا ہو لیکن مجھے علم نہیں کہ انہوں نے کیا کہا۔ نہ میں یہ جانتا ہوں۔ کہ سیرت خاص ہو۔

سے سرتابی کر کے قتل میں شریک ہوئے ہوں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ مرزا مغل سے مرعوب ہو کر گزر رہے ہونگے۔ نیز قتل کے بعد تک مجھے اس کے متعلق کسی نے خبر نہیں دی۔ بعض گواہان نے شہادت میں میرے ملازمین کا مسٹر فریئر اور قلعہ دار کے قتل میں شریک رہنا بیان کیا ہے۔ میں اس کا بھی وہی جواب دیتا ہوں۔ یعنی میں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اگر انہوں نے ایسا کیا۔ تو اپنی آزاد مرضی سے کیا۔ مجھے اس کا بھی علم نہیں اور یہ بات بھی مجھے نہیں بتائی گئی۔ میں خدا کی قسم کہا کر کہتا ہوں کہ جو میرا گواہ ہے کہ میں نے مسٹر فریئر یا اور کسی اگر پستے قتل کا حکم نہیں دیا۔ کسند لال و دیگر گواہان نے کہا ہے کہ میں نے حکم دیا ہے۔ غلط کہا ہے۔ مرزا مغل و مرزا خضر سلطان نے احکام دیئے ہوں تو تعجب نہیں کہ نہ کہ وہ سپاہ سے مل گئے تھے۔ بعد ازاں فوجیں مرزا مغل و مرزا خضر سلطان اور مرزا ابوبکر کو میرے سامنے لائیں۔ اور کہا کہ "ہم انہیں اپنا خضر بنا چاہتے ہیں میں نے ان کی درخواست رو کر دی۔ لیکن جب سپاہ مندر کرنے لگی۔ اور مرزا مغل حصہ ہو کر اپنی والدہ کے مکان میں چلا گیا۔ تو میں سپاہیوں کے خوف سے ساکت رہ گیا۔ اور دیکھ کر فرین کی رضا مندی سے مرزا مغل کو بڑا شفیق افواج مقرر ہوا۔ میری چہرے ثبت شدہ اور دستخط کئے ہوئے احکام کی نسبت سامانہ لگی اصل حالت یہ ہے کہ میں سوز سے سپاہ آئی۔ انگریزی افسروں کو قتل کیا اور مجھے مقید کر لیا۔ میں ان کے اختیار میں رہا۔ جیسا کہ اب ہوں۔ تمام کا قتل جو مناسب سمجھتا ہوں اس پاس لائے۔ اور مجھے ہر شے کرنے پر مجبور کرتے۔ بسا اوقات احکام کے مسودے لائے اور میرے سرکاری سے انہیں صاف کرواتے۔ کبھی اصلی کا قتل کرتے اور ان کی نقلیں دفتر میں رکھ دیتے۔ اس لئے کئی خطوط اور مختلف ہواؤں کو بھال بن گئی ہیں۔ بارہا انہوں نے خالی لفافوں پر ہر شے

کرا لی ہے نہیں معلوم ان میں انہوں نے کون سے کاغذات بھیجے۔ اور کہاں بھیجے۔
 عدالت میں ایک درخواست پیش ہوئی ہے۔ جو مکندال کی طرف سے کسی گناہم خاص
 کے نام ہے جس میں ایک روز کے جاری شدہ احکام کی تفصیل دی ہوئی ہے۔
 اس ہرست میں صاف مرقوم ہے کہ اتنے احکام اس کی ہدایت سے لکھے گئے ہیں
 اور اتنے احکام اس کی ہدایت سے لیکن کہیں میری ہدایت سے لکھے ہوئے ایک
 حکم کا بھی حوالہ نہیں ہے۔ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بدون میرے حکم کے
 جس نے جتنے احکام چاہے لکھ لئے۔ اور مجھے ان کے خلاصہ تک سے اطلاع نہیں کی
 جاتی تھی۔ میں اور میرا سرکاری جان کے خوف سے کسی معاملہ میں کچھ نہیں کہتے
 تھے۔ ٹھیک یہی حالت ان درخواستوں کی بھی ہے۔ جن پر میری دستی تحریر ہے
 جب سپاہی یا مرزا نعل یا مرزا خضر سلطان یا مرزا ابوبکر کو کچھ لکھوانا ہوتا تو وہ
 درخواستیں لے آتے اور افسران فرج کو بھی ہمراہ لاتے۔ اور احکام لکھنے کے لئے
 مجھے مجبور کرتے۔ وہ میرے سامنے لے کر آکر کہا کرتے تھے۔ تاکہ میں ان سے مرعوب
 ہو کر ان کی خاموشیاں کی تعمیل کر دیا کروں۔ کہ وہ جو ان کی خواہشات کی تعمیل
 نہ کرے گا۔ اپنی حالت کے موافق سزا پائے گا۔ علاوہ ازیں میرے ملازموں پر
 اگر یزیدوں کے پاس خط بھیجنے اور سازش کرنے کی ہمت لگایا کرتے تھے علی الخصوص
 حکیم حسن احمد خاں محبوب علی خاں اور ملکہ زینت محل پر سازش کا الزام لگایا جاتا
 تھا۔ اور کہا جاتا تھا۔ کہ اب اگر ایسا معلوم ہوا تو ہم ان کو رڈالیں گے اسی طرح ایک
 روز حکیم صاحب کا مکان لوٹ لیا اور بارادہ قتل انہیں مقتید کر لیا تھا۔ بزار و شواری
 اور میری امتیں کرنے پہ اپنے ارادہ سے باز رہے لیکن پھر بھی حکیم صاحب کو مقتید رکھا
 اس کے بعد میرے دیگر ملازموں کو گرفتار کر لیا مثلاً شمشیر الدین والدہ کے مقتید کر لیا
 وغیرہ کو نیز انہوں نے کہا کہ وہ مجھے معزول کر کے میری جگہ پر مقرر

بنائیں گے۔ پھر یہ معاملہ سنجیدگی و انصاف سے قابلِ غور ہے کہ میرے پاس کتنی شتم کی کوئی طاقت تھی یا ان کو خوش رکھنے کا کوئی سبب میرے پاس تھا؟ اصلانِ فرج یہاں تک سر چڑھ گئے تھے کہ ملکہ زینت محل کا مطالعہ کرتے تھے کہ میں ان کو ان کے حوالہ کر دوں تاکہ وہ انہیں قید میں رکھیں۔ اور کہا کہ ملکہ نے انگریزوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں۔ پھر اگر مجھے پوری طاقت یا اختیار ہوتا تو کیا میں حکیم حسن اللہاں اور محبوب علی خاں کو مقید ہونے دیتا یا حکیم صاحب کے مکان کو لٹا ہوا دیکھتا۔

باتی سپاہ نے ایک کورٹ قائم کیا تھا۔ جہاں تمام معاملات طے ہوتے تھے۔ اور جن معاملات کو وہاں طے کیا جاتا تھا۔ انہیں یہ کونسل اختیار کرتی تھی لیکن میں نے کبھی ان کی کانفرنس میں شرکت نہیں کی۔ انہوں نے اس طرح بدولت میری مرضی یا خلاف حکم صرف میرے ملازموں ہی کو نہیں لٹا۔ بلکہ کئی محلوں کو لوٹ لیا۔ چوری کرنا۔ قید کرنا۔ ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اور جو جی چاہتا تھا کر گزرتے تھے۔ جسرا معزز اہل شہر سے اور تجار سے جتنی رقم چاہتے وصول کرتے تھے۔ اور یہ مطالبات ذاتی اعراض کے لئے کرتے تھے۔ جو کچھ گورابہ وہ سب منہ پر داز فرج کا کیا دہرا ہے۔ میں ان کے قابو میں تھا۔ اور کیا کر سکتا تھا۔ وہ اچانک آہٹے اور مجھے قیدی بنا لیا۔ میں لاچار تھا۔ اور دہشت زدہ۔ جو انہوں نے کہا میں نے کیا دگر نہ انہوں نے مجھے کبھی کا قتل کر ڈالا ہوتا۔ یہ سب کو معلوم ہے۔ مجھے ایسی مایوسی ہوئی تھی۔ کہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ جبکہ میرے ماتحت عہدہ داروں کو بھی جابری کی اسباب تھی۔ اسی لئے میں نے فقیری کا ہتھیار کر لیا تھا اور گریوے رنگ کی صفیانہ پوشاک پہنی شروع کر دی تھی۔ پہلے قطب صاحب کی درگاہ وہاں سے اہم شریف اور اجمیر شریف سے بالآخر مکہ معظمہ جانے کا عزم تھا۔ لیکن اجازت نہیں دی جس نے میگزین و خزانہ لٹا۔ یہ سپاہ دہلی تھی جس نے

جو چاہا کیا۔ میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ نہ ان لوگوں نے لوٹ کا کچھ مال مجھے لا کر دیا
ایک روز بھی لوگ ملکہ زینب محل کا مکان لوٹنے کی نیت سے گئے تھے مگر وہاں
توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اب غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ میرے ماتحت
ہوتے یا میں ان کی سادش میں شریک ہوتا۔ تو یہ باتیں کیونکر ظہور پذیر ہوتیں؟
اس سب کے ساتھ ہی یہ قابل غور ہے کہ کوئی شخص غریب ترین انسان کی عورت
کا مطالعہ بھی یوں نہیں کرتا ہے کہ "لاؤ اسے مجھے دید و میں میت کروں گا" جیسی
متبر کی نسبت یہ ہے کہ اس نے مجھ سے حج کر لے اور کہ شریف جانے کی رخصت
لی تھی۔ میں نے اسے ایران نہیں روانہ کیا۔ نہ میں نے شاہ ایران کو کوئی خط بھیجا
یہ فقہ کسی نے غلط مشہور کیا ہے۔ محمد و ریش کی درخواست میری دستاویز نہیں
ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے۔ ممکن ہے کسی نے میرے یا میاں عسکری کے دشمن
نے وہ درخواست بھیجی ہو۔ تو اس پر اعتماد نہیں۔ نہ کرنا چاہئے۔ باغی فوج کی عادتوں
کی نسبت معلوم ہو کہ انہوں نے کبھی مجھے سلام تک نہیں کیا۔ نہ میرا کسی قسم کا ادب
و لحاظ کیا۔ وہ دیوان خاص و دیوان عام میں بید ہر گجوتیاں پہنے چلے آتے تھے
میں ان فوجوں پر کیا اعتبار کرتا۔ جنہوں نے اپنے ذاتی آقاؤں کو قتل کر دیا ہو جس
طرح انہوں نے ان کو قتل کیا۔ مجھے بھی مقتید کر لیا۔ مجھ پر جو رکے۔ مجھے حکم میں رکھا۔
اور میرے نام سے فائدہ اٹھایا۔ تاکہ میرے نام کی وجہ سے ان کے افعال مقبول ہوں
یہ دیکھ کر کہ ان فوجوں نے اپنے ذاتی ذی وجاہت و صاحب فرمان اسروں کو بار
ڈالاریں بے فوج بے خزانہ بے سامان جنگ بے لوجیا نہ کیونکہ انہیں روک سکتا
تھا یا ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے کبھی کسی طرح
کی انہیں مدد نہیں دی۔ جب باغی افواج قلعہ کے پاس آئیں میری حالت
میں تھا۔ میں نے دروازے بند کر دیے۔ میں نے قلعہ کو ترک کر دیا۔

من و عن بیان کر دیا۔ اور انہیں باغیوں میں جانے سے باز رکھا۔ میں نے
 چیلڈیوں کے لئے دو ہالکیاں اور دو توپیں قلعہ کے پھاٹک کی حفاظت کے لئے
 قلعہ آہ اور انجینٹ لفٹنگ گورنر کی درخواستوں پر روانہ کر دی تھیں۔ مزید اُن
 اسی شب کو تیز ساندھی سوار کو جو کچھ ہنگامہ یہاں برپا ہوا تھا اس کا اطلاعی خط
 دیکر سیراز لفٹنگ گورنر آگرہ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا کیا
 میں نے اپنی خود مختار مرضی سے کوئی حکم نہیں دیا۔ میں سپاہ کے اختیار میں تھا
 اور انہوں نے جبراً و قہراً جیسا چاہا کر لیا۔ چند ملازمین جو میں نے رکھے تھے باغی و
 بلوآئی فوجوں سے ڈر کر اور اپنی جان کے خوف سے رکھے تھے۔ جب یہ فوجیں فرار
 ہونے پر آمادہ ہوئیں تو میں صبح پا کر چپ چاپ قلعہ کے پھاٹک سے نکلا اور پتھر
 ہالوں میں جا کر بٹھ گیا۔ اس جگہ سے میں ضمانت طلب کیا گیا کہ میری جان محفوظ
 رہے گی۔ اور میں نے فوراً اپنے آپ کو گورنمنٹ کی حفاظت میں دیدیا۔ باغی فوجیں
 مجھے اپنے ہمراہ لے جانا چاہتی تھیں۔ مگر میں نہ گیا۔

دس وقت اشراق ذبح نے بادشاہ کو ہمراہ لے جانے کا امر کیا

میرے نانا واپس موجود تھے۔ حسن نظامی

مذکورہ بالا جواب میرا خود تحریر کیا ہوا ہے اور بلا سبالتہ سے حق سے صلا
 اخراج نہیں کیا ہے۔ خدا میرا عالم و شاہد ہے کہ جو کچھ بالکل صحیح تھا جو کچھ مجھے یاد
 تھا وہ میں نے لکھا ہے۔ شروع میں میں نے آپ سے حلفیہ کہا تھا کہ میں بغیر ملاوٹ
 اور بغیر ملاوٹ کے وہی کہوں گا۔ جو حق اور راست ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی میں نے
 کیا ہے۔

دستخط بہادر شاہ بادشاہ

پانچویں فروری

میں جیسے کہ وہ گزرے ہیں آپ کے سامنے پیش کردوں۔ ہماری گفتیش کئی ماہ کی تحقیقات پر محیط ہے۔ جبکہ اس شہر میں مسند پر واندی کثرت سے تھی اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہم مختلف واقعات کے جو سیری بیان کردہ مدت میں گزرے ہیں نہایت باریکی سے پتہ لگانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ہماری جانفشانیوں فی الحقیقت اس حد تک نہیں ہوئیں۔ جتنا کہ چاہئے۔ جسے سیری رائے میں ہمارے فرائض کا غیر اہم حصہ کہنا چاہئے۔ حقائق وقوعہ کے سلسلہ میں وہ قرار داد جرم ہیں جن پر لازم ماخوذ کئے گئے ہیں۔ اور گوان کا مرتبہ و حکومت سابقہ بٹیک مفید کو جس کی سماعت کیلئے آج آپ لوگ طلب کئے گئے ہیں۔ مہتمم بالشان بنادے گا۔ تاہم خواہ وہ راہی ہو یا اثبات جرم، سیری رائے میں ان اہم نکات کے بالمقابل جن پر چنداں غور کیا گیا ہے اور جو عرصہ دراز تک سبق دیتے رہیں گے۔ میزان میں تو سنے سے ہلکا اترے گا۔

میں حقیقتاً ان اسباب کو جو خواہ قریب ہوں یا بعید، جنہوں نے وہ لغات پیدا کی جو تاریخ میں یا تو اپنی نندی کے لحاظ سے جس کا مستقبل نہاں ہو گیا اور یا اچانک ظاہر ہونے سے جس سے ابھی تک عناصر اربع مذہب کی روسے ناموافق سمجھے گئے ہیں۔ بے نظیر ہیں۔ بیشک کسی مذہب کے بر غلاف باہم مل کر جہاد عام کرنا اس ملک کے ہندو اور مسلمان باشندگان کے لئے نادر الوجود ہے۔ مجھے خوف ہے کہ معاملہ ناکافی طور پر وضع ہوا۔ اور شاید مذہبی اثر کو جو بالآخر پولٹیکل تحریک ثابت ہوا میں اس طرف منسوب کرنے میں غلطی کر رہا ہوں۔ طاقت و حکومت کے اخراج کی ایک جدوجہد۔ ایسے ملک میں جہاں کے لوگ مذہب میں غور میں۔ رنگ میں۔ عادات میں۔ جذبات میں۔ اور ہر چیز میں مختلف ہوں واقعی عجیب ہے۔ کہ اس بحث پر آخری رائیں کچھ بھی ہوں مسائل سے جہاں تک میں واقف واضح و یقین وہ نہیں ہوئے ہیں کہ کن وجوہات کی بنا پر یہ چوناک

لنا موت اور مسلسل قتل عام وجود میں آئے۔ اور اس کے پہلی محرکین اعظم کون تھے
 میں یقین کرتا ہوں۔ کہ میران عدالت میرے ساتھ متفق رائے ہوں گے کہ ہماری
 تفتیش ایسے سوالات کا صاف اور مکمل جواب نہیں دیتی ہے۔ اور کیوں نہیں دیتی
 میں سمجھتا ہوں کہ اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ مختلف مقامات و منہجیات سے
 لوکل تحقیقات کے ذریعہ شہادت بہم پہنچانے میں ہم قاصر رہے۔ جو لاریب کئی
 جگہ میسر آ سکتی ہے۔ تاہم اس نقطہ نظر سے ہم امید کرنی چاہتے۔ کہ ہماری جد
 جہد بے نتیجہ یا غیر مفید نہیں رہے گی۔ اور اگر ہم خود کو پوری کامیابی کیلئے مبارکباد
 نہیں دے سکتے۔ تو بھی ہمیں اس کے قریب تک پہنچ جانے کا یقین رکھنا چاہیے
 میں خیال کرتا ہوں کہ بعض لوگ بغیر اس نتیجہ پہنچنے کے سازش اس عدالت دہلی
 کی پرورش یافتہ ہے ان طویل کارروائیوں کو پڑھتے رہیں گے۔ ظاہری طاقتور
 نمائش گاہ میں یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ ان فرضی بادشاہی کے مالک کو اسلامی
 نقشب نے سرفہ اور اپنے مذہب کا پر شوکت ستارہ سمجھا تھا۔ ان سے اب
 تک لاکھوں کی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ جنہوں نے ان کو منہج عزت سمجھ رکھا
 تھا۔ علاوہ انہیں یہ صرف مسلمانوں کے جامع نہیں سمجھے گئے ہیں۔ بلکہ ہزاروں
 دوسروں کے سر تاج بھی رہے ہیں۔ جنہیں مذہبی نقشب کی وجہ سے ایک ہی
 مرکز پر لانا قریب قریب ناممکن تھا۔ ایسے معاملہ پر پوری طرح روشنی ڈالنا ایک
 روز یا ایک مہینہ کا کام نہیں ہے۔ وقت، رازدائے سرسبے کا منظر اعظم شیک
 ایک نہ ایک روز ان جیشوں کو حیاں کر دیا۔ جن میں سے ایسا بدکرداری و خرابات
 کا دریا بہا ہے۔ لیکن اس وقت ہمیں صرف ان معاملہ سے گزرنے چاہئے جو
 ہماری موجودہ تحقیقات رونما کرتی ہے۔ امیدیں کے پستے سے ہٹ کر۔ کو
 معلوم ہو گئے ہیں۔ لیکن عجبت نہ کرنی چاہئے۔

حصہ ہے جس پر میں نظر ڈالنی چاہتا ہوں۔ لیکن واقعات کا محمل بیان شاید طویل ہذا کی ابتداء میں موزوں ہوگا۔

لہذا مجھے بیان کرنا چاہیے کہ منبرم کی لڑائی کے سواروں و نان کیستند
افسران جنہیں گذشتہ مئی میں کارٹوسوں سے الٹا رکرنے کی پاداش میں میرٹھ
میں جیل کورٹ مارشل کی رو سے سزا دی گئی تھی۔ ان کی مجموعی تعداد ۵۵ تھی۔
۹۔ مئی کی صبح انہیں سزا سنائی گئی۔ اور پریڈ کے میدان میں جھٹکیاں پہنائی
گئیں اور ۱۔ مئی کو بوقت شام میرٹھ کی تینوں رجمنٹوں نے بغاوت کی جو اس روز
شام کے ساڑھے چھ بجے سے شروع ہوئی۔ اس دوران میں میرٹھ کی بغاوت
کرنے والی فوجوں کے درمیان جو ان سے آخر میں مل گئیں۔ تبادلہ سیالات کے
لئے ۶ گھنٹے تک کی ہمت ملی تھی۔ یہاں سے وہاں تک سفر کرنے میں ایک
کوڑھ گاڑی کے لئے ۶ گھنٹے کا وقفہ درکار ہے۔ اور باغیوں نے طرفین میں
گفت و شنید کر کے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ میں کپتان ٹلر کی شہادت کو پیش کرتا
ہوں۔ کپتان موصوف کی شہادت سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ میرٹھ سے
اتوار کی شام کو سپاہیوں کی گاڑی آئی اور اس میں باغی ہی تھے جو پیدل رجمنٹ
منبرم میں گئے تھے۔ بیشک سپاہیوں کو ان کے بلوائی احباب مناسب مہماں نوازی
کے لئے خبر دینے آئے تھے۔ اور گوہار سے پاس یقینی شہادت نہ بھی ہوتا ہم اس پر
خیال کیا جائے کہ صرف اتوار کی شام ہی ان سازشوں کی کونسل کرتے کا پہلا موقع
نہیں تھا۔ بیشک ہمارے پاس درج ہے کہ میرٹھ میں باغیوں کو کورٹ کی سزا
دینے کے قبل ہی یہ جوش پھیلا ہوا تھا کہ اگر محرب کارٹوسوں کا استعمال براہِ جاری
رکھا گیا اور میرٹھ کی فوجیں مل کر علم بغاوت بلند کریں گی۔ اور یہ انتظام تھا

تک آئے ملنے میں مترجم

پنجم اور قابل یقین ہو چکا تھا۔ کہ اٹار کی شام کو قلعہ کے پھاٹک واسے سپاہی اپنی خیالات کو پوشیدہ نہ رکھ سکے۔ اور بے دھڑک ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ کل واقعہ کے معقول اور بے بنیاد الزامات کا توازن کرتے وقت یاد ہے کہ میرٹھ کی تینوں رجمنٹ کے میگزینوں میں کوئی ایک بچہ بکار توں بھی نہیں تھا۔ اور جہاں تک مجھے خبر ملی ہے نہ دہلی میں تھا۔ خیال رکھئے کہ ہندوستانی سپاہی بذات خود حسب ذیل معاملات میں شاید سب سے زیادہ واقف تھے۔ چاند ماری کرنے کے لئے میگزینوں میں کار توں قدیم سے بنے چلے آتے ہیں اور بنانے والے خود ان کے اپنا سہم ذہب اور ہم عقیدہ لوگ تھے۔ پس بالکل ناممکن تھا کہ میگزین کی کوئی بات ان سے پوشیدہ رہتی۔ اور رجمنٹوں کے غلامی جو کار توں بنایا کرتے تھے۔ اگر فی الواقع ایسا ہوتا۔ تو فوراً سب پر ظاہر کر دیتے۔ دراصل قابل اعتراض کار توں (اس سے میرا مقصد وہ کار توں ہیں جن سے ہندو یا مسلمانوں کے مذہب کو صدمہ پہونچے) خود ان کی رجمنٹوں کے میگزینوں میں بنائے جاتے تھے۔ اگر کوئی مشتبہ بات ہوتی۔ تو خود ہندوستانی کاریگر بنانے سے انکار کرتے۔ مگر سب سے بڑھ کر تو یہ بات ہے کہ مسلمانوں کی کوئی ذات انہیں ہے۔ مسلمان سڈر کے گوشت کو بھی چھولیں تو ان کے مذہب کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا ہے۔ چنانچہ وسط ہند کے مسلمان اس کی مثال موجود ہیں۔ ان کا کون ہے جو روزمرہ ان مسلمانوں کو ٹیبل سروٹ (یعنی کالانڈر یا کھانا کھلانے والے) کی حیثیت سے کھائے اور طشتریاں لے جاتے نہ دیکھتا ہو جس میں سر کیا وہی چیز ہوتی ہے جس کا کار توں میں حوالہ دیا جاتا ہے۔ بالفرض یہ تسلیم کئے لیتے ہیں کہ کار توں میں سڈر وہ ہے کہ جو جی تھی۔ تاہم مسلمان سپاہی استعمال سے کوئی شرعی حجت لے نہ ہو سکتی تھی۔

خانگی ملازمت کرتے ہیں۔ ان کھانوں کو جو ہماری میز پر آتے ہیں۔ لائے یا پکانے میں
مطلق احتراز نہیں کرتے۔ اس حالت میں مسلمان سپاہیوں کا اعتراض میں
لغو ہے۔ گر ان میں کا کوئی ذرا سی عقل و شعور و لا شخص ذاتی اطمینان یا واقعیت
حاصل کرنے کے لئے تجسس کرے تو صحیح غلط معلوم کر لے گا۔ کہ کیونکر ان کے مذہبی امور
کا تحفظ کیا گیا۔ کچھ تھوڑے معزز مکتہ برس بے شک ان سے علیحدہ ہو گئے۔ اور
اپنے بھائیوں کی عادت کو جڑا سبھا۔ لیکن ایسے آدمیوں کو ایسی بات کے لئے جو باحتیاج
شہرت ہو تشریح و ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اس نتیجہ پر پہنچ جاتے
ہیں۔ جہاں غلطی کی گنجائش نہیں۔ میرٹھ یا دہلی میں ایسے کارندوں پر مسلمان یا
ہندوؤں کو خوشی سے پاس رکھنے اور بھرتی سے استعمال کرنے میں اس وقت
بالکل اعتراض نہیں ہے جبکہ ان کا مدعا اپنے انگریز افسروں کو ہلاک کرنا ہو جیسا
کہ پورے طور سے ثابت ہو چکا ہے یا جبکہ بلوچستان میں آپ کے کٹھن میں ہیں۔
ملکرمیٹوں اس طاقت سے برسرِ پیکار رہنا جس کی خرابی و خیر خواہی ان کے
شایان تھی۔ ان کا روایتیوں کے درمیان میں بے شمار دروغ ستیں آپ لوگوں
کی نظروں سے گزری ہیں۔ مگر عدالت کو حیرت ہے کہ کسی ایک میں بھی وہ بات نہیں
بیان کی گئی جس سے سپاہیوں نے ہمیں اپنی ناراضگی کا یقین دلایا ہو۔ ایک سو اسی
سے زائد دروغ ستیں سر ممکن معنوں پر لکھی فی عدالت کے پیش نظر ہیں ایک پکانے
کے برتن سے لے کر گچھ کی باز یا خانگی یا گھوڑے کے پیر میں زخم تک ہیں۔ اور ہر ایک
دستخط شاہی کے ذیل خیال کی گئی ہے۔ لیکن اس آزادانہ خط و کتابت میں جہاں
انہوں نے اپنے خیالات کا عیاں نہ اظہار اپنے مقرر کردہ بادشاہ کے سامنے
صاف صاف کیا ہے۔ اور جہاں اپنے سابق آقا انگریزوں کے متعلق کوئی
خیال اس کے اظہار خیالات کو باز نہ رکھ سکا۔ کتنا سبق

آسوز ہے۔ جبکہ ہیں ملعون دوزخی اور کفار کہہ کر یا دکیا گیا ہے۔ وہاں ہم اس گناہ کا پتہ نہیں پاتے۔ اور کوئی چربی کا داغ اس عنبر و فادار نہ ہر تار پر لگا ہوا نہیں نظر آتا۔ بے شک ہم نے انہیں ان کے ذاتی مقصود پر پہنچا دیا ہے جسے ان کی بغاوت و معصیہ پر دازی کا ہم اہل سبب گردانتے ہیں۔ ایسے ارتکاب جرائم جن پر انسانیت کا نپ اٹھتی ہے۔ باہم ملکر برطانوی افشروں کی تحقیقات و جس سے انہوں نے اپنے آپ کو مبرا سمجھ لیا تھا۔ اور وفاداری و فرمانبرداری کی غیر مطلوب مزاحمت مجرب کار توں قرار دیدیئے تھے۔ صریحاً غلط ہے۔ اس ناراضگی کی کوئی ایک آواز نہیں سنی گئی۔ اگر واقعی ہوتی۔ تو ضرور ہر ایک دماغ میں جھک کھانے لگتی۔ ضرور ان کی غمخواری پر اثر ڈالتی۔ اور عذر خواہی ہوتی ان کے جرائم کی جنہوں نے انہیں رحم سے دور پھینک دیا۔ اس کو ان کی تقریروں سے مقابلہ کیجئے۔ جو انگریزی کانوں کو سنائی جاتی ہیں! مجرب کار توں جن کا استعمال سپاہی کی زندگی کو زنجیر مسلسل بنا دیتا ہے۔ انہیں ہمیشہ سامنے کر دیا گیا ہے۔ حقیقتاً اگر ہم اس معاملہ پر نظر غائر ہیں اگر ہم یاد دہانی کریں۔ تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ ان تینوں رجمنٹوں نے جنہوں نے پہلے بغاوت کی مردوں ہی کو نہیں بلکہ بے گناہ عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا وہ کوئی ایک کار توں نہیں تھا۔ اور ہر ایک سپاہی اس سے کما حقہ آگاہ تھا۔ جب ہم خیال دوڑائیں کہ مجرب کار توں تھے۔ اور ان معصیہ پردازوں کے بافقوں انہیں استعمال بھی کرایا گیا تھا۔ تو کسی مسلمان کو کسی حالت میں بھی آہن مذہبی کی دے کہ ضرر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر ساتھ ہی اس کے خیال کیجئے کہ تمام اہل ہند کیا ہندو کیا مسلمان کیا انگریز سپاہی کو بخوبی جانتا ہے کہ ہندوستانی سپاہی اگر موقوفی چاہے تو اس کے وقت بغیر تحقیقات یا کسی دوسرے طریقہ سے کیا ان کو

حقیقی ناراضگی کی بنا پر کسی یا فرضی، خیال باطل، تعصب، شرارت یا کوتاہ اندیشی کے خواب ہوں یا جو کچھ بھی ہو۔ تاہم جس سے انقلابیوں کو سالقہ پڑتا ہے وہ مجرب کار توں ہیں۔ ان کے ترکش میں بھی ایک زہر آلود تیر ہے۔ کتنا سہل علاج تھا جس کے لئے نہ زیادہ علمیت کی ضرورت تھی۔ نہ کسی فلاسفر کو ہٹانا پڑتا تھا کہ وہ جس طرح ہو سکے موقوفی کی درخواست دیکر چلے جائیں۔

حضرات! اس اندوہناک مسئلہ میں آپ کس نتیجہ پر پہنچے۔ میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن ہر طرح عذر کرنے سے میرے خیال نے پی پیش کیا ہے اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ مجرب کار توں سے بڑھ کر کوئی گہری اور طاقتور بات اس میں نہاں ہے۔

وہ مشنری جس نے متحرک ہو کر ایک ہی وقت قتل و بگاڑت کو ہندوستان کے ہر ایک گوشہ سے دوسرے تک مشتعل کر دیا۔ اگر دور اندیشی سے نہیں تو کامیاب ترین مکاری و غداری سے ضرورتاً رکی گئی تھی۔ اس مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں یاد پڑتا ہے کہ جہاں جہاں ہندوستانی فوجیں اپنے انگریز انصروں سے برگشتہ ہوئیں۔ وہاں کہیں بھی مجرب کار توں کا ہانا نہ قرار واقعی نہ تھا بلکہ

کثیر تعداد نے صریحاً یہ سمجھ کر کہ اب غدر کرنے کا خوشگوار موقع ہے۔ بغاوت کی چونکہ وہ سینکڑوں کی تعداد میں تھے اور حکام قلیل۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے ہولناک نتائج جیسے کہ یہ ہیں وقعتاً واقع ہوں۔ اور کیا دیسی فوج مسئلہ کار توں کی نمود کے قتل خوش رہتی تھی؟ کیا کوئی تصور کر سکتا ہے۔ وہ گہری اور وسعت خیز عداوت جس کے ہمیں سابق میں بھی کئی ثبوت مل چکے ہیں۔ فوری اور اچانک کیے کہ یہ عداوت صرف ایک اشتعال سے ظہور پذیر ہوا یا ہندوؤں

کی فطری عادات سے یا خیال کرنے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بدول تحقیق کے۔ اور بے سوچے سمجھے ان بے شمار فوائد کو جو گورنمنٹ سے پہونچ رہے ہوں۔ لاپرواہی سے ایک طرف پھینک کر، یوں انسانی خزن میں ہاتھ لگنے لگیں گے؟ یا اس سے سو اکیسہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ میرٹھ کی تینوں جمنٹیں دہلی کی جمنٹوں سے مل کر ہندوستان سے گورنمنٹ برطانیہ کا تختہ الٹ دینے کی ایسی اسم اور ہولناک تدبیر کریں گی۔

حضرات! اگر ہمارے پاس بغاوت کی کوئی شہادت نہیں ہے۔ سازش سابقہ کی کوئی سند نہیں ہے۔ نہ سہی۔ میں جانتا ہوں کہ ہر ایک تسلیم کرے گا کہ غدر کی حالت نے خود میں بنا دیا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ ضرور تھا۔ غلطی اور خلقی دنیا میں ضرور کچھ نہ کچھ اسباب و وسائل ہوتے ہیں۔ لہذا کیا سال گذشتہ کی ہولناک خونریزی کو جوابدہ آلودہ ملک یاد رہے گی۔ ہم کارٹوس کی زہر آلودگی سے زیادہ تحقیق نہیں کر سکتے۔ مسئلہ کارٹوس جس کی آڑ سے دس مئی میرٹھ یا دیگر مقامات میں غلط الزام لگایا جاتا رہا ہے۔ اب رفتہ رفتہ آسانی سے روشنی میں آ رہا ہے۔ کیونکہ بغاوت خود مضبوط و خفیہ ثبوت جمع کر رہی ہے اور باغیوں کی کچلی مدافعت کشش نے جواب دیدیا، ان کا مطلب فوت ہو گیا۔ اور حقانیت اس کی جانشین ہوئی ہے۔

اگر ہم ان باغیوں کی حرکات و سکنات پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھ لیں گے کہ بالکل ابتداء سے مکاری اور خفیہ سازش ان پر نقش ہے۔ بطور مثال جب ان کے ۵۸ مہدموں کو ۹ مئی کی صبح کو ہتھکڑی ڈال کر ان کی موجودگی میں جیل خانہ بھیجا گیا۔ اس وقت کسی کے چہرے پر برہمی یا غصہ کے آثار نہیں پائے جاتے۔

ان لوگوں میں سے جو کہ دہلی میں رہ رہے ہیں اور جو کہ

ہوئی تھی۔ برہمن کی کوئی آواز یا کوئی فعل صادر نہیں ہوا۔ بلکہ برہمن سے کسی نے
 ہمدردی کا بھی اظہار نہیں کیا۔ دراصل شکل و شبہا بہت سے میرٹھ کی پیدل
 رجمنٹیں قابل اعتماد تھیں۔ اور منبر ۳ کیلئے بھی ایسے ہی وفادار نظر آئی تھی۔
 یہاں کہ ان کی مذاہرہ سیرت ہو گئیں۔ اور علائقہ لغاوت کرنے کا وقت آ پہنچا۔ منبر
 کیلئے کو بارہ گھنٹہ کی قید کے بعد اس کے میگزین پر جانے کا ناموقع ملا تھا۔
 لیکن اس وقت دہلی کی سپاہ کو بھی پیش قدمی کرنے کے لئے تیار کرنے کا موقع نہیں
 تھا۔ کیونکہ میرٹھ میں تو موقع سے پہلے معاملات نے ترقی کر لی تھی۔ لہذا دہلی سے دوبارہ
 گفتگو کرنی اور گیارہ تاریخ پر پیر کو ہونیوالے ڈراما کی اطلاع دینی ضروری تھی۔
 کپتان ٹنل کی شہادت ظاہر کرتی ہے کہ ایسا ہوا تھا۔ کیونکہ سپاہیوں کی بھری
 گاڑی اتوار کی شام کو میرٹھ سے آنے اور سیدھی منبر ۳ ڈیپو پیدل کی لائنوں
 میں جانے کی کوئی دوسری وجہ سمجھنا سخت دشوار ہے۔

پھر ہم اسی وقت جو قدر کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔ میرٹھ میں بھی سرکاری و
 عذاری کا نظارہ دیکھ سکتے ہیں۔ میرٹھ کی چھاؤنی نے سازشیوں کو قابل قدر
 امدادی۔ کیونکہ دیسیوں کی لائنیں چھاؤنی کے اس حصہ سے جہاں انگریزی فوجیں
 رہتی ہیں۔ اتنے فاصلہ پر ہیں کہ اگر وہاں ہنگامہ دخل بھی برپا ہوا کھلم کھلا بغاوت
 ہو جائے تو بھی سنائی نہیں دے سکتی۔ یا ایک سے دوسرے کی نہیں متخوم ہو سکتی تاہم
 خاص طور پر اطلاع نہ کی گئی ہو۔ شاید افسروں نے سرکاری ریلوے کا خیال کر کے
 اپنے سپاہیوں کی مفسدہ پروازی کو دبا دیا ہو۔ اگر ریلوں کو کاروبار سے لینے اور
 واپس لے کر فاصلہ طے کر کے وہاں تک پہنچنے میں کچھ دیر تو ضرور لگے گی۔ ہر حال
 ڈیڑھ گھنٹہ کے عرصہ میں ایسا اہم کام کر گزرا۔ واقعی حیرت ناک ہے۔ لیکن چونکہ
 ان کے کارروائی شروع ہوئی۔ لہذا وجہ تاریکی ہو جانے کے انہیں

چندال دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ تھا جو بیشک کیا گیا اور ہوا۔ اگر نیریل کے دیسی لائٹوں میں پہنچنے پر تاریکی ہوگئی تھی۔ کوئی سپاہی موجود نہ تھا اور کوئی بات نہیں بتا سکتا تھا۔ کہ وہ کہاں چلے گئے یہیم گفتیش سے معلوم ہوا کہ غداری کی تجویز کے باغیوں نے دہلی کی سیدھی سڑک اختیار نہیں کی۔ دس دس پانچ پانچ ٹولیاں بنا کر مختلف راستوں سے گئے اور ایک مقرر کردہ مقام پر باہم مل گئے۔ میرٹھ سے فوجی ترتیب میں روانہ نہ ہونا بیشک ان کی دوراندیشی پر مبنی ہے۔ مگر آگے بھی اسی ترکیب سے جانا بیشک ان کی کم نہی تھی جہاں کوئی انگریز ان کا مانع نہیں تھا۔ پھر ہم انہیں پوری فوج ہلکے پیسے گزرتے اور قواعد داں سواروں کا ایک دستہ بطور مقدمہ الجیش روانہ کرتے پاتے ہیں۔

اب ہم ملزم کو جو ہمارے کھڑے ہیں ان سے ساز باز کرتے پاتے ہیں وہ پہلا نصب العین جس کی طرف وہ پلٹے وہ پہلا شخص جس سے انہیں نے التجا کی ہو چکی ہے کے فرضی بادشاہ ہیں۔ یہ دیکھ کر معمولی عقل والا بھی کہہ سکتا ہے کہ ان میں ضرور پھچھلا ربط و ضبط تھا۔ کیا ہوا اگر ملزم کی شرکت بعد میں ہوئی۔

غدر کی ہولناک واقعیت بہت دشواری سے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا موقعہ دیتی۔ اگر ان کے خاص ملازمین ان کے قلعہ کے چار دیواری کے اندر اور تقریباً ان کی آنکھوں کے سامنے ہر ایک انگریز کے خون میں جے پائیں ہاتھ رنگنے کو نہ ڈرتے جب ہم یاد کرتے ہیں کہ ان میں سے مدد دہن و مار کھدیں جی تھیں جنہوں نے مسندیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ اس میں ہم خوفناک و غیر فطری اثر کی خفیت سی جھلک دیکھ سکتے ہیں جو مسلمانوں کی سرشت میں جلی واقع ہوا ہے ورنہ یہ کیوں ممکن تھا کہ تعلیم جو نسل شاہی کے لئے باطنی فخر جو جس پر خوش مالی و فارغ البالی کی مہذبانہ زندگی کا دار و مدار ہوا۔ اس کوڑے سے سیدھا کر دیا۔

تمام احوال سے جو انسانیت سے خارج کر دیئے گئے کافی ظالمانہ ہیں۔ باز نہ رہتی،
میں دریافت کرنے کے لئے بٹھراتا ہوں۔ کہ کیا عدالت میں ثابت ہو گیا ہے
اور سا لہا سال تک ہوتا رہے گا۔ کہ خاندان تیموریہ کے آخری بادشاہ اس بغاوت
میں شریک تھے؛ اب حالات صاف صاف بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ قتل روزروں
میں درجنوں تماشہ بینوں کے رو بہ کئے گئے۔ اور چھپا کر کرنے کی بھی ذرا سی کوشش
ہنہیں کی گئی۔

اور بیان کیا جا چکا ہے کہ لازم کے خاص مصاحبین کے ہاتھوں واقع
ہوئے ہیں۔ اور ان کے قلعہ کی چار دیواری میں جہاں کمپنی کی حکومت کے بمقابلہ
ان کی حکومت بالاتر تھی۔ ابھی میں خود نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کرتا۔ کہ ضرور
یہ قتل لازم کی اجازت سے ہوئے۔ کیونکہ استدلال خفیت، عدالت اس معاملہ
میں تسلیم نہیں کر سکتی۔ لہذا میں شہادت پیش کرنا بہ نسبت اس کے بالمشب
خیال کرتا ہوں۔ یہ حکیم احسن العداں ہیں۔ جو ہٹا رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں
کہ ”وقت مذکورہ پر وہ اور غلام عباس مختار عدالت بادشاہ کے پاس موجود
تھے۔ جس وقت ان سے کہا گیا تھا۔ کہ سواروں نے مسٹر فریئر کو قتل کر ڈالا اور
کپتان ڈگلس کو قتل کرنے کے لئے اوپر چڑھ گئے ہیں۔ اور کہا روں کی فوری دلاپی
سے اس کی تصدیق ہو گئی۔ جنہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مسٹر
فریئر کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔ جن کی لاش دروازے کے پاس پڑی ہے۔ اور
کپتان ڈگلس کو قتل کرنے کے لئے باغی سوار اوپر چڑھ رہے ہیں۔ بادشاہ کے
غلاموں نے کیوں ہم سے معاملہ کو چھپانے کی کوشش کی۔ کرسی سے سمجھ میں
لاؤں گی ہے۔ حکیم صاحب نے اظہار کے آخری حصہ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ
اعلیٰ تر قانوز نے کہا کہ بادشاہ کا کوئی ملازم اس قتل میں شریک ہوا ہو پھر

کہا ہے کہ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ انہیں کس نے قتل کیا! بادشاہ کے طبیب خاص کا یہ بہانہ ہے جو اس موقع پر وصل کیا جانا مصلحت سمجھا گیا تھا۔ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ کس نے قتل کیا؛ وقت کے گزرنے میں ہمیں ان افراد کو ڈھونڈنا کھانا اور ان کے نام تحقیق کرنے میں فزادقت پیش نہیں آتی۔ کیا یہ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ خاص بادشاہ کے ملازمین قاتل تھے۔ پھر یہی معاملہ اسی شان اور خصوصیت سے اسی زمانہ میں شہر کے دیسی اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد میں ضروری نہیں سمجھا کہ ان لوگوں کی شہادت کو جنہوں نے خاطر خواہ اور صاف طور سے ثابت کیا ہے کہ بادشاہ کے ملازمین قاتل تھے بار بار دہرائوں کی زندگی کی شہادت بالکل سچی ہے تاہم ان میں کا کوئی بیان ضرورت پیش کرنا چاہئے لہذا ذیل میں ملاحظہ ہو۔

مسٹر فریزر اس وقت ہنگامہ فرو کرنے کی کوشش میں بیٹھے رہ گئے۔ اور جب وہ اپنے کام میں مصروف تھے میں نے دیکھا کہ حاجی لوہار نے انہیں تنواری سے دوڑکڑے کر دیا۔ اور اسی وقت بادشاہ کے ملازموں نے ان پر تلواریں ماریں حتیٰ کہ وہ بالکل مر گئے۔ مسٹر فریزر کے قاتلوں میں ایک حبشی بھی تھا اس کے بعد انہوں نے بالا خانہ پر حملہ کیا۔ جب میں فوراً دوڑا۔ اور زینہ کا دروازہ بند کر لیا میں ہر طرف کے دروازے بند ہی کر رہا تھا۔ کہ انہوں نے جنوبی زینے سے چڑھ گیا۔ اور مسٹر فریزر کے قاتلوں کو اندر داخل ہونے کے لئے دروازہ کھول دیا یہ لوگ فوراً ان کمروں میں گھس گئے۔ جہاں صاحب یعنی کپتان ڈگلس مسٹر جینرٹن مسٹر جینکس اور دو نوجوان لیڈیاں تھیں۔ انہوں نے حملہ کیا۔ اور سب کو قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر میں زینہ سے نیچے بھاگا۔ جو جہی میں نیچے پہنچا۔ مجھے محمد بادشاہ کے قاصد نے پکڑ لیا اور پوچھنے لگا۔ کہ بتاؤ کپتان ڈگلس کہاں ہیں تم لوگوں نے انہیں ہر دیا ہے۔ وہ مجھے زبردستی اپنے ہمراہ اوپر لے گیا۔ میں نے کہا تم نے

صاحبوں کو قتل کیا ہے۔ کپتان ڈگلس کو میں نے دیکھا کہ وہ نیم جان تھے۔ محمدو نے بھی دیکھا۔ اور ان کی کھوپڑی پر لکڑیاں مار مار کر ہلاک کر ڈالا۔ یہ ثابت کر کے کہ ان لیڈیوں کے قاتل بادشاہ کے ملازمین تھے۔ ہم پھر حکیم احسن الدخاں کی شہادت کی طرف واپس ہوتے ہیں۔ ملازم کو اطلاع ہونے کے بعد انہوں نے جو چاہہ جونی کی وہ اپنے قلعہ کے دروازے بند کرنا تھی۔ ہم طبعاً دریافت کرتے ہیں کہ کیا قاتلوں کو فرار ہونے سے روکنے کے لئے وہ بند کئے گئے تھے؟ شہادت صاف ثابت کرتی ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ پھر حکیم صاحب کا اظہار کیا گیا۔ جہاں وہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ بادشاہ نے کوئی تفتیش نہیں کی۔ اور مجرموں کو سزا دینے۔ یا مقتولوں کو بچانے میں کوئی کارروائی نہیں کی۔ پھر کہیں نہیں کی۔ اسے اس زمانہ کے ہنگامہ و چرچا شوب ہونے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن حقیقتاً اگر بادشاہ کا اپنے ملازموں پر کچھ بھی اختیار نہ رہا ہو۔ تو بھی مجرموں کو فی الفور نہ پیر عدل لاکر انہیں اختیار قائم کرنا ممکن وسائل میں سے ایک تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا۔ اور یہ قیاس سے سمجھ جاتے ہیں کہ ملازم کے یہ افعال گوان کے خود حکم کردہ نہ ہوں تاہم حقیقت میں ان کی منشا کے موافق تھے۔ پھر آگے چکر دیکھتے ہیں کہ کوئی ملازم شخص اس وجہ سے کبھی برطرف نہیں کیا گیا۔ نہ کچھ ذرا سی تفتیش و تحقیقات کبھی کی گئی۔ گواہ سے سوال کیا گیا تھا۔ جس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ نے قاتلوں کی تنخواہ و ملازمت جاری رکھی۔ اور جیسا کہ ہم پڑھ آئے ہیں۔ اس روز کے اخبارات نے بادشاہ کے اظہار کے برخلاف خبر دی ہے۔ کیا اب بھی سوال کرنا باقی رہ گیا ہے۔ کہ آیا انہوں نے (بادشاہ نے) ان افعال کو خود جان بوجھ کر کیا۔ و یا کیا تھا۔ یا نہیں؟ مجھے بتانا لازمی نہیں ہے کہ اس جرم پر کون سا قانون عائد کیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ ایک اعلیٰ تر قانون بھی ہے جو انہیں مل کر سکتا ہے یا خطا مارہ ٹھہرا سکتا ہے۔ وہ قانون صہیری

اور اور کی ہے۔ یہ قانون ہے جو میرا ہر ایک سامع لگا سکتا ہے۔ جو لیگل کوڈ یا ملٹری پمیلیشن کے انفصال سے بدرجہا بڑھ کر خطرناک مفیدہ اپنے ہمراہ لئے ہوئے ہے یہ وہ قانون ہے جو لوکل کانسٹیٹوشنوں، یا انسانی کونسلوں، یا مذاہب کا ساختہ پروا ختم نہیں۔ یہ وہ قانون ہے جسے دست خالق نے انسان کے قلب میں رکھ دیا ہے۔ اور کیا وہ قانون اس جگہ علیحدہ ڈالا جاسکتا ہے؟

شاید اب وقت ہے کہ ہم اپنے خیال کو میگزین کی طرف پلٹائیں کہ وہاں کیا ہوا ہے۔ اور باعینوں کی دیگر کارگزاریوں اور کارروائیوں کا پتہ لگائیں۔ کپتان فارسٹ نے ہم سے کہا ہے کہ صبح کے ۹ بجے تھے جبکہ میرٹھ کی ہندوستانی فوج سنگینیں تھیں پکڑے ہوئے فوجی ترتیب میں لب عبور کر رہی تھی اور آگے آگے رسالہ تھا۔ پیچھے پیادہ اس کے ہرے ایک گھنٹے بعد یا کچھ پہلے نمبر ۳۲ دیسی سپیدل کا صوبہ وار، جو میگزین کے گارڈ پر محیط تھا۔ کپتان فارسٹ کے پاس آیا۔ اور خبر دی کہ بادشاہ دہلی نے میگزین پر قبضہ کرنے کی غرض سے ایک دستہ روانہ کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ تمام انگریزوں کو قلعہ میں لایا جائے اور اگر انہوں نے منظور نہ کیا تو کوئی بھی میگزین کے باہر نہ نکلنے پائے۔ کپتان فارسٹ کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی دستہ فوج کو تو نہیں دیکھا۔ البتہ جو شخص یہ پیام لایا تھا وہ کھڑا تھا۔ اور وہ ایک خوشنوش مسلمان تھا یہیں خاتمہ نہیں ہو گیا بلکہ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ کا ایک دیسی افسر زبردست گارولیکر آیا جو بادشاہ کے ملازم سپاہیوں پرستل تھا اور جوانی فریاں پہنے ہوئے تھے۔ مذکورہ بالا افسر صوبہ وار و نان کمیشنڈ افسران سے کہنے لگا کہ بادشاہ نے مجھے تمہاری مدد کے لئے روانہ کیا ہے تاکہ تمہارے فرائض منصبی پوری طرح سے ادا ہو جائیں۔ ہم پھر دیکھتے ہیں کہ کتنی بھرتی اور چالاکی سے گرفت میگزین کا یہ اہم ترین مسئلہ حل کیا جاتا ہے۔ اب کیا یقین کر لیا جائے کہ یہ فوری سیاری اور

یہ عجلت آپ حکم حکم شاہی تھا۔ یا ان کی تجویز چہنوں نے کوہٹ قائم کیا تھا؟ ان لوگوں کی طرف اس قسم کی کوئی بات منسوب کرنا گویا انہیں صاحب فہم و ذکاوت مان لینا ہوگا۔ حالانکہ یہ محض مافوق الفطرت انسان ہی کا خاصہ ہوتا ہے۔ تمام دکنال ترقی و فحوائے تجویز چلا کر کہہ رہی ہے کہ یہ تجویز بیشتر کی طے شدہ اور کئی افراد کے عرصہ تک غور کرنے سے بنی ہے۔ یہ سمجھنا بہت دشوار ہے۔ کہ کوئی بھی جو قبل از وقت اس راز سے واقف نہ ہو۔ پھر وقت پر قرار واقعی اور مناسب کام اس کی تکمیل کے لئے اختیار کرے، احکم کی ضرورت شدید اور عظمت مقاصد کو یاد رکھتے پھر ساتھ ہی آپ مستحکم وجوہات و دلائل کو پیش نظر رکھتے جو کوتاہ اندیشوں کے ہاتھوں ایسی مہم کے عجلت سے سر ہونے کے خلاف صفا بہتہ ہو گئی۔ درحقیقت بادشاہ کو غور و خوض و مشیوں نے اپنے زمرہ میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی کوئی تحریک یا خوش آئند سانحہ کا سہرا باغ جو انہوں نے بادشاہ کو دکھا یا ہو وہ اس خطرہ کے مقابلہ میں جس میں انہیں ضروری پڑنا تھا۔ بالکل بے وقت تھا۔ اس نازک معاملہ میں پڑ کر انہوں نے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی زندگی کو مضطر خط میں ڈال لیا۔ اور کس لئے؟ تاج کی امید و ہوم جس کا یقین کسی غیر معمولی وجہ یا خفیف ترین خیال نے پیدا کر دیا ہو۔ دراصل وہو کہ تھا۔ ایک عصائے شاہی کا تصور تھا۔ جو گرفت میں آکر نکل گیا۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا ہم خیال نہ کر لیں کہ اس ناتوان اور کانپتے ہوئے بوڑھے انسان نے موقع پاکر اپنی آرزو پوری کرنی چاہی؟ اور فوج کو بہ عجلت تمام سیگن کی طرف روانہ کر دیا۔ تاکہ اپنا ارادہ پورا کر سکے یا اگر دانائی و سازش سابقہ بادشاہ یا ان کے لواحقین کی ریشہ دوانی نہیں تھی تو کیا ہم اس ضعیف الاعتقاد کی اور افترا آہستہ خواہوں پر محمول کریں جس میں حالات کا انکشاف ہوا اور جو اس سے بہتر کسی زائدانہ تحریک

سے عوام کے دل نشین نہیں ہو سکتے تھے۔

عدالتِ عذا کے روبرو ہم سب نے خواب کا واقعہ سنایا کہ ایک
گولہ مغرب کی طرف سے نمودار ہوا جس کے ساتھ ہی سیلابِ عظیم تمام
زمین کو پامال کرتا ہوا آیا لیکن اس کی لہروں پر قدیم خاندان شاہی
ہستور قائم تھا۔

یہ خواب جن عسکری کے بیان کیا تھا جس سے پرزادہ کا مقصد یہ تھا کہ
اگر نیکو کار کی تباہی و بربادی شاہِ ایران کے ہاتھوں ہو تو الیٰ تعالیٰ جی جملت ہند کے مورث
اعلیٰ کو بخش دینے والا تھا کیا یہ اس لئے مشہور کیا گیا تھا کہ ان ایشیائی سست تحریکوں
میں سنی پیدا ہو جائے۔ میں جانتا ہوں کہ سوائے مشرقی زمین کے اور کہیں ایسے
ادام ان نظروں سے نہیں دیکھے جاتے۔ لیکن حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ فوجی
بغاوت میں یہ خیال ہو سکتا تھا۔ اور ہزار ہستیوں کو بربادی پر آمادہ کر نیکا موجب
رہے ہیں میگزین پر فوری حملہ کرنا صرف سپاہیوں کی سازش نہیں کہا جاسکتا بلکہ
بادشاہ کی فوج کا پہلے قبضہ کرنے کی کوشش کرنا۔ اور فوجی قواعد و اصول میں مطلق
لغزش نہ ہونا عیاں کرویتا ہے کہ ایسا حکم دینے والی اور ہی طاقت تھی۔ اس وقت
وہاں کوئی بے چینی نہیں تھی۔ مشورہ نقل نہیں تھا۔ لوٹ مار کی مطلق کوشش نہیں کی
گئی۔ ان کمیشنڈ امین متفرق دروازوں پر گاروئے متعین تھے۔ جبکہ دوسرا
گرومر دوروں کے انتہام میں تھا۔ جو میگزین کی اشیاء اسر نکال رہے تھے بے تیری
کا قواعد و احکام میں اتنے جلد مہل ہو جانا کیا خود بخود ہو گیا؟

کیا بادشاہ اور ان کے سرکاری امینوں نے حالاتِ حاضرہ کا پہلے ہی سے پورے
نہ دیدیا تھا؟ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ اسے صاحبو کیا بادشاہی فوجیں بغیر کسی قسم کا حکم پائے
ہوئے خود بخود ایسے اہم کار کے لئے تیار ہو گئیں۔ اگر میں بادشاہ کی ذاتی اجازت کا

سپہ لگانے میں کامیاب نہ ہوا ہوں تو مجھے یقین ہے اور شہزادہ جوان بخت کی یا وہ
 کوئی صاف ظاہر کرتی ہے کہ بروز پیر ۱۱ بجی کو گزرنے والے واقعات کا علم بائراہل
 قلعہ کو ضرور تھا۔ جوان بخت کو انگریزوں کے زوال پر اس قدر خوشی ہے کہ وہ اپنے
 جذبات کو چھپا نہیں سکتا۔ میرا مقصد صاف طور پر وہ باتیں بیان کرنا ہے جنہیں
 میں صحیح سمجھتا ہوں۔ یعنی سازش ابتداء ہی سے سپاہیوں تک محدود نہیں تھی بلکہ
 اس کی شاخیں قلعہ اور شہر میں بھی تھیں۔ کیا وہ قتل جن پر ہم غور کر رہے ہیں حقیقت کو
 مستحکم نہیں کرتے؟ ہمارے پاس مستند شہادت ہے کہ گیارہویں اور بیسویں پایادہ جرنیل
 کے باغی، میگزین اڑائے جانے کے قبل اس پر حملہ آور ہوئے اور سپر ہیاں لگا کر چپے
 کی کوشش کرتے ہیں اور اسی وقت گورنمنٹ کے بدخواہوں کی جماعت میں سب سے
 پہلی صورت جو ہماری نظروں سے دوچار ہوتی ہیں وہ بادشاہ ہی ہیں، اس کے
 بعد انہیں مخفی رہنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور وہ جتنی بجاوت میں
 بید ہرک اتر کر سیلاب کی مدد سے آگے بڑھے چلے جاتے ہیں اور حکومت ہند کا
 تصور کرتے ہیں جبکہ دفعتاً مد و جزران کی امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے اور تودہ
 ریگ پر لائٹنٹا ہے۔ میں لائنٹنٹ ولف بائی کی طرف رجوع کرنے کے لئے ایک سکند
 ٹھہر جاتا ہوں اور ان جیسے بہادر شخص کے لئے جس نے میگزین کی اس لا تعداد
 فضولیات کے مقابل جس کے سپرد تمام میگزین تھا۔ اسے اتنے عرصہ تک قابو میں
 رکھا۔ ایک شخص سخت تشویش میں پڑ جاتا ہے کہ کسے بظراستجاب دیکھے کیا فرست
 اور دانشمندی کو جس نے ایک نظر میں اس کے اڑا دینے کی ضرورت محسوس کی اور
 مناسب انتظام کر دیا۔ یا جاننا زانہ استقلال کو جس سے آخری قربانی چڑھائی گئی۔
 اس مردانگی کو انصاف سے دیکھنا مورخین کا دلچسپ فرض ہو گا میں اس پر عجبت
 چلنے صرف سراسری ایک نظر ڈال سکتا تھا کیونکہ دیگر معاملات پر بہت کچھ بحث کرنی ہے

جن کا موجودہ کارروائیاں سے بہت گہرا تعلق ہے۔ وہی کامیگزین اٹلے ہی بغاوت کے سیلاب عظیم کے رونے کی ہر ایک امیدیں گئی اور انگریزی جماعت جو کچھ پہلے برسر اختیار تھی۔ اب مخدوش حالت میں گھر گئی۔ اور جان بچا کر ہر ایک کا فرض ہو گیا۔ وہی بالکل بد معاشوں پر چھوڑ دی گئی۔ جنہوں نے ۲۴ گھنٹوں کے مختصر وقت میں اپنے اوپر جرائم کے ایسے بھاری داغ لگائے جن سے یہ مشکل زمانہ سلف کی سیہ کاریوں کی فہرستیں مساوی ہو سکیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ بادشاہ خود اس عظیم ڈراما کے ایکٹرن کر رہے ہیں جس کے تائبین انجینڈر اور سپر سیکس زیادہ تعداد میں ہیں۔ وہ ڈراما جس کے مناظر کو تہذیب و تمدن کی مخالف قوتوں نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھا۔ شہادت بنا رہی ہے کہ اسی کی سہ پہر کو بادشاہ ویدان خاص میں آکر کسی پر بیٹھ جاتے ہیں اور سپاہ و افسران ہر ایک کے بعد دیکھنے آگے آکر سروں کو خم کرنا ہے اور ان کا ہاتھ اپنے سر پر رکھوانے کی درخواست کرتا ہے۔ بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ پھر ہر ایک جو جی میں آیا کہتا ہوا وہاں سے رخصت ہوتا ہے۔ گواہ غلام عباس مزم کے مختار خبر دیتے ہیں کہ بادشاہ کے سپاہیوں کے سروں پر ہاتھ رکھنے سے یہ محسوس ہے کہ وہ ان کی خدات فرمانبرداروں کو قبول کرتے ہیں۔ گواہ پھر آگے بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ انہیں بادشاہ کے عنان حکومت لینے کی باتا وعدہ منادی کا تو علم نہیں ہے لیکن شاید بغیر انہیں اطلاع ہوئے ایسا ہو گیا ہو۔ البتہ بادشاہ کا اختیار غدر کے روز ہی سے قائم ہو چکا تھا۔ اور اسی شب کو اکیس توپوں سے سلامی دی گئی تھی۔

یہ واقعات ہمیں جرم گنہانے کے لئے کافی ہیں۔ اور شاید اب ان تواریخ کا چنداں لحاظ نہ رکھا جائے گا۔ جن میں یہ فراہم ہوتے رہے ہیں۔ محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی پر پہلا جرم یہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ ہند کے پٹن خواہ ہونے

کے باوجود انہوں نے ۱۰ مئی سے یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان البتہ انڈیا کمپنی کے ملازم سپاہیوں کو محمد نجف خاں صوبہ دار محمدٹ توپ خانہ اور دیسی کسٹڈ انسران کو حکومت کے برخلاف بلوۃ و بغاوت کرنے کی ترغیب دی اور بھڑکایا۔ جو دہلی میں ہوئی تھی۔ میں شہادت کا دسواں حصہ بھی جو جرم قائم کرنے کے لئے ہے۔ عدالت کے روبرو پیش کر کے اسے وق کرنا نہیں چاہتا۔ مسٹر سائڈرس قائم مقام کمشنر اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر نے واضح کر دیا تھا۔ کہ کن وجوہات سے بلوۃ برٹش گورنمنٹ ہند کے پیش خاں ہوئے یعنی ان کے دادا شاہ عالم مرہٹوں کی قید شدید میں تھے۔ اور جب ۱۸۵۷ء میں سلطنت انگلشیہ نے انہیں شکست دی تو شاہ عالم نے برٹش گورنمنٹ کی حفاظت میں آنے کی درخواست کی۔ چنانچہ انہیں حفاظت میں لے لیا گیا۔ اور اس وقت سے فرمیں بادشاہان دہلی گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا سمجھے جاتے تھے۔ پھر جہاں تک اس خاندان کا تعلق ہے معلوم رہے کہ کسی کو کسی قسم کی شکایت یا تکلیف نہیں تھی۔ اور ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ملازم کے جدا مجد شاہ عالم نے صرف تخت ہی کو ضائع نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ ان کی دہلوں آنکھیں بھی نکال لی گئی تھیں۔ اور وہ سچے سچے نظام کا شکار بنائے گئے تھے۔ اور قید شدید میں رکھے گئے تھے جبکہ لارڈ لیک نے انہیں آزاد کرایا۔ اور ان کی اتر حالت پر ترس کھا کر ازراہ ہڈی فراخ دلی سے وطنیہ اور مرتبہ عطا کیا جو ان کے ہاشمینوں تک دستور باقی رکھی گیا حتیٰ کہ اس مارا ستبین نے اپنے دانست انہیں پرارے جن کا وہ احسان مند تھا۔ اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوئے تھے۔

بلوۃ اور محمد نجف خاں صوبہ دار کے درمیانی تعلقات کی شہادت پہلے خود جرم قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔ ملازم کی دستی تحریر ملاحظہ ہو۔

"ہنام غلام خاص لارڈ گورنر محمد نجات خاں صوبہ دار

مابدولت کی مہربانی ہو جو۔ جانو تم کہ نیچ کی فوج علاؤ الدین ہو چکی گئی ہے۔ اور اس
کا سامان بار برداری نہیں رہ گیا ہے۔ یہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ دوسرے سوار اور
پیادوں کے پانچ یا سات دسے لیکر تمام سامان مذکورہ گاڑیوں میں لدوا کر علاؤ الدین
پہنچا دو۔ آگے یہیں ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ کفار کو آگے بڑھنے نہ دینا۔ وہ عید گاہ
کے پاس پھڑپھڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر فوج بدولت فتح پائے اور ذخائر جنگ چھینے
واپس پٹ آئی تو بڑی رسوائی ہوگی۔ اور انجام الگ خطرناک ہوگا۔ یہیں اطلاع
دی جاتی ہے اور ان احکام کو تم ضروری جانو۔"

یہ سچ ہے کہ اس خط میں کوئی تاریخ نہیں ہے لیکن مصنفوں میں شک کی گنجائش
نہیں کہ اسی زمانہ میں لکھا گیا تھا جس کی بنا پر پہلا جرم قائم کیا گیا ہے۔

جواب دہی پر میرے اظہار رائے کرنے کا شاید یہ بہترین موقع ہے۔ لازم نے عجائبات
دیگر اشخاص کا وطیرہ اختیار کیا ہے جو ہمارے روبرو پیش ہو چکے ہیں۔ اور خود کو فخر
گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہڈر سے قبل
کسی ایسے معاملہ کی خبر نہیں تھی۔ باغی سپاہ نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔
اور پہرے قائم کر دیئے۔ اور وہ جان کا خوف کر کے دم بخور رہ گئے۔ اور کمرہ میں
چلے گئے۔ باغی سپاہ نے مردوں عورتوں اور بچوں کو مقتید رکھا۔ انہوں نے عزت و
سماج سے کمران کی جان بچائی اور تیسری مرتبہ بھی انہوں نے جان بچانے کی سعی المقدور
کوشش کی۔ مگر مفسد سپاہ نے ان کی بات کا مطلق خیال نہ کیا۔ اور ان بچاروں
کو میرے حکم کے خلاف قتل کر ڈالا۔ اب خاص اعتراض یہ ہے کہ یہ بات صرف
مشاہدہ ہی سے ناپائدار نہیں ٹھہرتی۔ بلکہ تحریری اور زبانی شہادت جو خواہ
ان کے ملازمین کی یا غیروں کی دی ہوئی ہیں۔ بالکل اس کے برعکس ثابت کرتی ہیں۔

جواب دہی سرتا پا صرف انکار و محاصی کی زبردستی ہے۔ اپنے فاعل مختار نہ ہونے کا اظہار اپنے گناہوں کو دوسروں کے سر ٹھوپنے کی کوشش وغیرہ سے وہ جواب دہی پر ہے ان کی جواب دہی کے مخالف اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستاویزوں اور تحریروں سے یا ان کی خاص مہر و تختہ سے انکار تو نہیں کر سکتے تھے اور سوائے اس کے جاری ہی نہ تھا کہ وہ کہیں کہ ان سے جبراً لکھوائے گئے ہیں۔ اور وہ ہر جی ثبت کرائی گئی ہے۔ صرف ایک بھنور جس سے وہ خود کو آزاد نہ کر سکے اور وہ بھی خاص اپنی ہی مرضی سے وہ مقبرہ ہمالیوں کو جانا اور پھر چلے آنا بے بیشک انہیں بیان کر دینا چاہئے تھا کہ آخری بات اپنی خوشی سے کی ہے۔ کیونکہ اس کا امکان بہت دشوار ہے کہ وہاں بھی انہیں زبردستی لے جایا گیا ہو، اس وجہ سے کہ اگر سپاہی واقعی انہیں زبردستی لیجاتے تو ان کا اپنی مرضی سے واپس آنا بہت مشکل تھا۔ پس ہم ذیل کے دلچسپ الفاظ میں اس پر رائے دینی کرتے ہیں۔

جب باغی اور بلوائی سپاہ بھاگنے کے لئے تیار ہوئی تو میں موقع پا کر چپ چاپ قلعہ کے دروازہ سے نکلا اور جا کر ہمالیوں کے مقبرہ میں ٹھہر گیا۔ کوئی خیال کرے کہ جب انہوں نے بلوائی سپاہ سے خود کو علیحدہ کرنا چاہا تھا۔ تو بہترین تدبیر یہ تھی کہ جس وقت وہ لوگ بھاگنے کے لئے تیار ہو رہے تھے یہ وہی میں ہی ٹھہر گئے ہوتے نہ کہ چپ چاپ قلعہ کے دروازہ سے دوسری جگہ نکل کر جانا۔ بہر حال میرا مدعا یہ نہیں ہے کہ جواب کے فقرہ فقرہ کیوں اور اس پر تنقیدی نگاہ ڈالوں۔

میں یقین کرتا ہوں کہ اس کے لئے میرا بہترین جواب یہ بتانا ہوگا کہ حبرائیم کتنے دلی اور باثبوت ہیں۔ اور اس مقصد کے لئے میں پھر خود کو خطاب کرتا ہوں اور دوسرے جرم قرار واد کی طرف بڑھتا ہوں۔ جو پہلے ہی زیادہ مستند و صحیح ہے وہ یہ ہے کہ ”اے مئی اور کیم اکتوبر“ کے درمیان انہوں نے اپنے فرزند

مرزا غفل کو جو گورنمنٹ برطانیہ ہند کی رعایا تھا۔ دو دیگر باشندگان شمال مغربی صوبجات کو جن کے نام معلوم نہیں ہیں۔ اور سپاہیوں کو جو سب کے سب گورنمنٹ کے رعایا تھے حکومت کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور اشتعال دلایا۔ اس الزام کے ثبوت میں اس قدر دستاویزیں اور شہادتیں ہیں کہ جن کا شمار کرنا بھی محکمہ دے گا۔ اخبارات نے مرزا غفل کا تقریر بطور کمانڈر انچیف، ان کی خلعت پوشی و دیگر معاملات متعلقہ کا چرچہ کیا ہے۔

اس سلسلہ پر بانی شہادت بھی قوی ہیں۔ اور ہر آدھ شدہ خط و کتابت بھی ظاہر کرتی ہے کہ مرزا غفل اپنے باپ کے فرزند اور شاہید علی کے بھائیوں کے منبر قافلہ کے سالار تھے۔ میں موصوع کی خاطر مولوی محمد ظہور علی پولیس انسپکٹر گڑ کی عرضی کا ٹھوڑا سا اقتباس دیتا ہوں۔

بھنور جہاں پناہ بادشاہ!

مود بانہ التماس ہے کہ مراسلہ شاہی کے احکام اس قصہ مخف گڑھ کے جملہ ٹھاکروں، چودہریوں، پٹھاریوں اور قانون گوہوں کو سنادیئے گئے ہیں اور جوئی زمین نشین کرادیئے گئے ہیں۔ اور بہترین انتظامات قائم کر دیئے گئے ہیں۔ دیگر یہ کہ بموجب حکم آنحضرت پیادہ و سواروں کی بھرتی جاری کر دی گئی ہے اور انہیں سبھا دیا گیا ہے کہ اس ضلع کی آمدنی وصول ہونے پر انہیں الاؤنس دیا جائے گا۔ ناوقتیکہ کچھ غازی تازہ مرتب کر کے نہ بھیج دیئے جائیں۔ غلام کو اطمینان نہیں ہو سکتا۔ لنگی۔ کرکولی۔ وچا و کلن و غیرہ مقامات کی نسبت عرض ہے کہ یہاں کے باشندے پُر آشوب وقت و کچھ کر مسافروں کو لوٹتے رہتے ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ مرزا غفل ان کے فرزند و دیگر مختلف باشندگان دی و صوبجات مغربی و شمالی کو بجا و پُر آمادہ کرنے کے ثبوت میں کافی ہے جس درخواست کا میں نے

ذکر کیا ہے۔ اس کی نیت پر بادشاہ کا دستی قربان مرزا اسفل کے نام سے جس میں مرزا اسفل کو فی العذر ایک پیادہ رجمنٹ مع افسران کے بخت گڑھ روانہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ تاکہ عرضی دہندہ کی تجاویز آسانی سے پوری ہو سکیں اور انگریزوں سے لڑنے کے لئے پیدل اور سوار جمع کرنے میں دشواری نہ پیش آئے لیکن ایک اور درخواست ہے جو بوجہ دیر سے دستیاب ہونے تحریری دستاویزوں کے سلسلہ میں پیش نہ کی جاسکی۔ لہذا اسے یہاں درج کرنا ضروری ہے یہ امیر علی خاں فرزند نواب خراج پورہ کی طرف سے ۱۲ جولائی کی تحریر ہے اور حسب ذیل ہے:-

بمختور بادشاہ جہاں پناہ!

مؤذبانہ عرض ہے کہ غلام حضور کے دربار شاہی میں حاضر ہوا ہے۔ جہاں دار اس نے وراثتی کی ہو۔ مذوی نے حضور کی خاطر جان قربان کرنے کے جوش میں آکر اپنا وطن چھوڑا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ رہا جبکہ مردود انگریزوں نے قصر شاہی تک جس کے آسانی ملائک پاسان ہیں اپنی توپیں لانے کی جرات کی۔ غلام نے جب سے ہوش سنبھالا ہے فن سپہ گری میں شیر کی مانند ٹہنیکھا ہے۔ نہ مثل روباہ کے جو اپنی جان کا خوف کرے۔ ۵

ہنگ اپنا شکار پہاڑوں کی چوٹیوں پر کرتے ہیں
گر مجھ اپنا شکار دریا کے کنارے گھاس گل لیتے ہیں

مذوی عرض پر داز ہے کہ اگر اس کی التجا قبول کر لی گئی اور اس جنگ کی ضروری تدابیر و آئین میں اس پر بھروسہ کیا گیا تو حضور عالی کے اقبال سے صرف تین روز میں ان گورے چمڑے اور سپہ سخت لوگوں کو ایک دم قتل کر دے گا۔ یہ جب تھا۔ اس لئے عرض کیا۔ (ترقی اقبال و سلطنت کی دعائیں۔ پوخواہان سلطنت کو ورثت و سخت کلامی سے کو شہ ہے)

”عرضی غلام امیر علی خاں والد نواب نجابت خاں رئیس خراجپور“

حکم شاہی پٹیل کا بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔

مرزا ظہور الدین تحقیقات کی جائے اور سائل کو ملازمت دی جائے۔

میسرا جرم یہ ہے کہ باوجود برٹش گورنمنٹ ہند کی رعایا ہونے کے اپنی
فرمانبرداری کا خیال نہ رکھ کر جو ان کا فرض تھا۔ اسی شہنشاہ یا اس کے کچھ بعد
کے خائن ہوئے اپنے آپ کو بادشاہ و پٹی شہور کیا۔ اور شہر دہلی پر خلافت کا قانون قبضہ کیا

نیز مرزا محل اپنے فرزند و محمد تخت خاں صوبہ دار توپخانہ و دیگر فتنہ پردازوں سے
سازش کی۔ اور اسی تاہم اکتوبر شہنشاہ باغی سلطنت ہوئے۔ اور گورنمنٹ سے
رٹے لے لئے دہلی میں فوج جمع کی۔

پہلا جرم قائم کرتے ہوئے بتا دیا گیا ہے کہ لازم گورنمنٹ برطانیہ ہند کے پیش خاں
ہیں اور گورنمنٹ نے ان کی یا کسی ان کے اہل خاندان کی جاگیر و حکومت نہیں چھینی ہے
بلکہ برخلاف اس کے انہیں ظلم و عنبرت سے نکال کر لاکھوں روپیہ و وظیفہ مقرر کر دیا۔
میرے خیال میں ایسی حالت میں ان کا فرض تھا کہ اطاعت شہری کرتا جس کے
ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی محن گورنمنٹ کو الٹ دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں مگر کے پہلے ہی
روز سہ پہر کو دیوان خاص میں بٹھیکر وہ باغیوں کے مجھے لیتے ہیں اور غام اخت و سیاہی
کو جوڑتے ہیں۔ اس سین کو یہاں ہو ہو دکھانا شاید مشکل ہے۔ ایک کمزور کا پتا ہوا ضعیف العزم
انسان اپنے معوش باغیوں سے عصائے شاہی کو بکڑنا چاہتا ہے۔ جو اس کی ناکار
گرفت سے بالاتر ہے۔ وہ سن و تقاضا سے حمید ہستی ایک شہنشاہ کی سلطنت
پر گندے مظالم اور قتل کی رحمت و برکت کے ذریعہ قابض ہونا چاہتی ہے اس پر
ایک دوسری کو جو قلب انسان پر ایک شان سے نازل ہوا کرتی ہے۔ مار کر اس
لغض سے لوث انسان نے ضرور خود کو ان وحشیوں کا نصب العین بنالیا تھا۔ جو

چاروں طرف سے گھیرے کھڑے تھے!

یہاں کئی گواہ ہیں جو بلزم کی تخت نشینی کا اعلان مختلف ایام میں ہوتا ہوا سنا ہے ہیں۔ اور گمان غالب ہے کہ حقیقتاً ایسا ہوا تھا۔ اتنے بڑے شہر دہلی کے گلی کوچوں میں صرف ایک یا دو مرتبہ کا اعلان ہیبت شکر سے کافی سمجھا جاسکتا ہے۔ بلزم کے مختار تسلیم کرتے ہیں کہ بادشاہ کی حکومت ۱۱- مئی کو قائم ہوئی تھی۔ اور گلاب خبریں سے پوچھا گیا: کیا بادشاہ عذر کے ہوتے ہی فرار ہوا مشہور کر دیئے گئے تھے؟ تو جواب دیا کہ ”جی ہاں عذر ہی کے روز تین بجے قریب سہ پہر کے سنا دی کر لی گئی تھی کہ آج سے بادشاہ کی حکومت قائم ہو گئی۔“ اور جی لال بساطی دو سر گواہ بیان کرتا ہے کہ ۱۱- مئی کو آدمی رات کے وقت قلعہ میں توپوں کے ۲۰ فیر ہوئے تھے جس نے اپنے مکان میں سے آواز سنی تھی اور دوسرے روز دوپہر کو سنا دی کر لی گئی تھی کہ ملک بادشاہ کے قبضہ میں آگیا۔“ آخری فقرہ اس جرم پر مشتمل ہے کہ شہر دہلی پر ناجائز قبضہ کیا۔ لیکن اس جرم کے قائم کرنے میں کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ جرم آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ بلزم نے ۱۰- مئی اور یکم اکتوبر کے درمیان مرزا خاں اپنے فرزند اور محمد بخت خاں صوبہ دار رحمت پور کو پچانہ سے سازش کی۔ اور دیگر نامعلوم حکمرانوں کو اشتعال دلا کر سلطنت سے بھڑکایا۔ اور لڑنے کے لئے آمادہ کیا۔ مرزا خاں کو اندر سے مقرر کر دیئے گئے تھے۔ اور عذر کے چند روز بعد ایک خاص سرکاری مجلس ان کے تقرر کو مشہور کرنے کے لئے نکالا گیا۔ جس گواہ نے بیان کیا ہے کہ ایسا ہوا تھا وہ جی لال بساطی ہے لیکن وہ صحیح تاریخ نہیں بتا سکتا کہ اس نے یہ کس روز دیکھا تھا۔ مرزا خاں کا تمام فوجی معاملات میں پورا اختیار رہا۔ جب تک کہ جنرل بخت خاں نہ آگیا جو گورنر جنرل و کمانڈر انچیف مقرر ہو گیا تھا۔ اس کی آمد کی تاریخ یکم جولائی ہے اس کے بعد ہر دو کمانڈر انچیفوں کی شکریہ پائی اور اختیارات کے لئے آپس کی تفصیل

قابل ملاحظہ ہے۔ چنانچہ ۷ جولائی کو مرزا غلام احمد کو تحریر کرتا ہے اور ظاہر
 دیتا ہے کہ اس روز اس نے فوج مرتب کی اور انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے
 شہر سے باہر نکلا۔ لاہور میں سخت خال درمیان میں حائل ہو گیا۔ اور عرصہ تک تمام
 فوج کو بیکار رکھا رہا۔ اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ فوج کس کے حکم سے باہر آئی ہے
 اور پھر یہ کہہ کر کہ ”بغیر اس کی اجازت کے کہیں نہ جانا“ اسے واپس کر دیا ”مرزا غلام
 احمد کے کہنا ہے ”میرے حکم کے مسترد ہونے سے میرے امینوں کو بہت صدمہ ہوا لہذا
 آپ مفصل تحریر فرمادیجئے کہ فوج پر پورا اختیار کس کا ہے۔ اس خط پر کوئی حکم تو نہیں
 ہے جس سے پورا پتہ چل سکے لیکن نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مستحسن انتظام کر دیا
 گیا تھا۔ جیسا کہ ہم دوسرے روز ۱۸ جولائی کو مرزا غلام احمد اور جنرل بخت خان کو باہم
 مشورہ کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ چنانچہ خط نہاد مرزا غلام احمد نے اپنے والد کو لکھا تھا۔
 پوری وضاحت سے بیان کئے دیتا ہے۔ جو ۱۹ جولائی کا لکھا ہوا ہے۔

کل سے مکمل اور بچہ طور سے انتظام کر دیا گیا ہے جس سے غنیمت کو رات اور دن
 برابر نقصان پہونچتا رہتا ہے اگر علاوہ پور کی طرف سے امداد مل گئی تو خدا کے حکم اور
 حضور کے اقبال سے یقین ہے کہ پوری فوج حاصل ہو جائے گی۔ لہذا میں عرض کرتا
 ہوں کہ بریلی کے جنرل کو ہدایت کی جائے کہ وہ علاوہ پور کی طرف سے آکر مدد دیں اور
 اس طرف سے کفار پر حملہ آور ہوں۔ اور فدوی اس طرف سے حملہ کرے گا۔
 تاکہ دونوں فوجیں بالاتفاق تمام مروجہ کفار کو جہنم واصل کر دیں۔ مزید براں یہ
 ہے کہ علاوہ پور کی سمت جانے والی فوج دشمنوں کی رسد کو بھی منقطع کر دے گی۔ وجہ
 جان کر عرض کیا گیا۔ اس خط پر حکم شاہی تحریر ہے ”مرزا غلام احمد کو مناسب ہوا انتظام کیا
 جاوے۔ پھر مرزا غلام احمد نے بھی تحریر کیا ہے۔ ایک حکم بریلی کے جنرل کے نام جاری کر دیا
 گیا۔ تین ہفتوں کا باہم مل کر مشورہ کرنا۔ اس سے عیاں ہے کہ تین دستاویزیں

اگر میں جنہیں یہاں پیش کرنا ضروری ہے اور جو ہنوز عدالت میں پیش نہیں کی گئی ہیں ایک تہہ جزل سخت خاں کا ۱۶ جولائی کا اعلان ہے جس کا اقتباس اخبار "دہلی اردو گزٹ" سے کیا گیا ہے۔

اُن لوگوں کو جو شہر یا دیہات میں رہتے ہیں مثلاً مالکندار، زمیندار، وظیفہ خوار یا جاگیردار وغیرہ معلوم ہو جائے کہ اگر آمدنی کی طرح سے وہ ہنوز انگریزوں کے طرفدار ہیں۔ یا اُن سے ملکر انہیں خبریں پہنچا یا کرتے ہیں۔ یا رسد دیتے ہیں انکا ایسا کرنا ناقابل معافی نہیں ہو سکتا۔ اس اعلان کیا جاتا ہے کہ تمام وہ جو ایسے ہیں پورا یقین رکھیں کہ جب پوری فتح حاصل ہو جائیگی تو بعد تحقیقات انہیں گزشتہ اور تازہ خطابات اور طے شدہ آمدنی کا کافی معاوضہ جو موجودہ بدہاشی کی وجہ سے ناحق ہوا اور خاطر شاہ الخام ملے گا لیکن اگر حکام کے پہنچنے کے بعد بھی کوئی شخص انگریزوں کا طرفدار رہے گا یا خبریں وغیرہ پہنچایا کرے گا تو حکومت اسکو جیسا چاہے گی سزا دیگی چیف پولیس افسر شہر کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اسکی لسٹ پر ان تمام جاگیرداروں زمینداروں کے کو خط لیکر جو انکے علاقہ میں ہیں انحضرت کو واپس کر دیں۔

دوسری دستاویز بادشاہ کا حکم چیف پولیس افسر کے نام ہے مخرمہ مورخہ

۲۶ ستمبر ۱۸۵۷ء وہ حسب ذیل ہے۔

ہمیں ہدایت کی جاتی ہے کہ شہر میں بذریعہ سادی اعلان کرادو کہ یہ مذہبی جنگ ہے اور صرف مذہب ہی کی خاطر کچا رہی ہے پس تمام ہندو مسلمان باشندگان شہر کو اور دیہات کے تمام اہل موضع اور ان کو جو شہر سے باہر رہے ہوں مقابلہ کر رہے ہیں یا کہیں اور انگریزوں

کی ملازمت کر رہے ہوں۔ خواہ وہ مشرقی صوبجات کے ہوں یا سکھ ہوں، یا کدہ ہمالہ کے نیپالی، ہدایت کیجاتی ہے کہ یہاں انگریزوں کے ہمراہی ہندوستانیوں اور دیگر ممالک کے رہنے والوں کو کئی الاعلان کہہ دو کہ خواہ وہ سکھ ہوں یا کوہستانی، ہندوستانی ہوں یا کسی اور ملک کے ہندو ہوں یا مسلمان، دشمن سے بے ہراس ہو کر ادھر آجائیں جب وہ یہاں آجائیں گے تو عمدہ خوراک ملا کر گی۔ اور انہیں اپنے اپنے مذہب پر چلنے کی اجازت ہوگی۔ اور جو لوگ اس محل میں شریک ہوں گے خواہ وہ فوجی ملازم ہوں یا نہ ہوں مال غنیمت میں سے ان حصہ ملیگا۔ اور جو مال انگریزوں کا لوٹیں گے ان سے کوئی نہ چھین سکیگا اور اعلیٰ حضرت سے جو انعام ملیگا وہ اس کے علاوہ ہے۔

یہ کاغذ چوپیس نے پڑھا ہے۔ دفتر کی نقل ہے۔ اور حال ہی میں چیف پولیس اسٹیشن سے دستیاب ہوا ہے اس پر امر مذکورہ کی اور شاہی اسسٹنٹ چیف پولیس آفسر کی مہر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بجنیہ اعلیٰ خزان کی نقل ہے۔ ایک عدالت کے سامنے اس سے پڑھ کر مستند شہادت پیش کر سکتا و شواہد ہے اب تجھے خیال ہوتا ہے کہ تیرے جرم کو پورے طور سے ثابت کر دیا جائے اور بے شمار بے ضرور دستاویزوں کا بیان ختم کر دیا جائے۔ نیز یہ فرمان تیرے جرم کے آخری حصہ پر عائد ہوتا ہے۔

میں اب اپنا خیال اس جرم قرار داد کی طرف رجوع کرتا ہوں جو لازم یہ الزام عائد کرتا ہے کہ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء کے اقبل و ما بعد شہر اور قلعہ میں ۴۹ نفرا انگریز اور غلامہ انگریز جن میں خصوصاً عورتیں اور بچے بکثرت تھے قتل کرایا۔ اور یا قتل میں حصہ لیا۔ جہاں تک ان غلامہ و عورتوں کا تعلق ہے میں کچھ

بیان نہیں کرتا۔ واقعات خود عدالت پر واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اور وہ ایسے نہیں ہیں
 آسانی سے محو کر دیئے جائیں۔ اتنی سنگدلی و بیدردی جو عورتوں و بچوں کو
 راج خانہ میں سے لے جائے اور وہ بھی محض غلط فہمی پر باندہ ہی جوش جنوں میں ایسی بعید
 انسانیت بات ہے کہ قلب سلیم اس کے قبول کر لینے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتا
 ہے اس سانحہ پر الم کی حقانیت پر متفق رہیں قومی دلائل براہ راست شہادت
 ہی ہمارے خیالات پر کیوں نہ زور ڈالیں تاہم یہ حقائق اتنی آسانی سے تسلیم نہیں
 کئے جاسکتے جیسے متذکرہ بالا واقعات جن کے ثابت کرنے کے لئے میں اس جگہ آیا ہوں
 یہ بد نصیبانہ بلکہ بے دردانہ حالات اور زیادہ تشریح کے محتاج نہیں ہیں
 یہ بتانا رہ گیا ہے کہ لازم کو اس مفسدانہ خونریزی سے کتنا گہرا تعلق ہے اور
 میاں فرو قرار و اوجرم میں بتایا گیا ہے۔ کیا وراثت انہوں نے ان ۴۹ نفروں کے
 تل کرنے یا کرانے میں حصہ لیا ہے؟ میں اس موقع پر اس قانون سے فائدہ
 اٹھانا نہیں چاہتا جو سازش میں شریک شدہ تمام افراد کو ہر ایک فعل شناسی کا
 سہ دار ٹھہرتا ہے۔ جو ان کے ہم جماعت سازشوں سے سرزد ہوئے ہوں گو یہ
 فعال ان افراد کی خوشی سے نہ ہوئے ہوں یا انہیں اس کی تعلق اصطلاح نہ ہو۔
 چاہتا ہوں کہ ان عورتوں اور بچوں کی اموات سے لازم کی وابستگی کی ہر ایک
 حقیقت کو جدا جدا بیان کروں۔ میں ان کی گرفتاری کی شہادت، ان کے مجبوس
 ہونے کا مقام، خوفناک مظالم جس کا وہ شکار بنے اور ظلم سے بدتر سلوک جو ان کے
 ساتھ کیا گیا۔ بیان کرتا ہوں۔

ابتداءً عید سے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے حق میں کوئی نفاذ
 صادر ہونا ہے۔ پہلا شخص جس کی شہادت پیش کی جاسکے حکیم احسن الدھانی ہیں
 جب دریافت کیا گیا۔ کیا وجہ تھی جو اتنی انگریز محترمیں اور بچے قلعہ میں لاکر قید

کئے گئے۔ تو جواب دیا "باغیوں نے انہیں شہر اور شہر کے گرد و نواح سے گرفتار کیا تھا۔ اور انہوں نے اپنے رہنے کی جگہ قلعہ میں قائم کی تھی۔ ان کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے" آگے اٹھارہ لینے سے وہ بیان کرتے ہیں کہ باغیوں نے ہر ایک قیدی کو اپنے زیر حراست نہیں رکھا تھا۔ بلکہ اندر لاکر لازم کو طسلاح کی گئی۔ اور انگریزوں کو باور چھپانے میں لے جا کر مقید رکھنے کا حکم ہوا۔ نیز یہ خیال کیا گیا تھا کہ وہ عمارت کشادہ اور وسیع ہے۔ دوبارہ سوال کرنے سے وہ جواب دیتے ہیں کہ بادشاہ نے خود باور چھپانے کو ان کے مقید کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ محض اس خیال سے کہ وہ عمارت کشادہ اور وسیع ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ لازم نے محض آدمی، عورتوں اور بچوں کے جھنڈ کو مثل گلہ مجبوس کرنے ہی کے لئے وہ جگہ تجویز نہیں کی تھی۔ بلکہ یہ بھی دیکھا تھا کہ ان کے خاص قلعہ میں ہے۔ اور ان کی مرضی کے موافق ہے۔ در صاف ظاہر ہے کہ انہیں اس جگہ کا بھی ذاتی علم تھا۔ کہ وہ کیسی ہے وہ اسے ایک وسیع و کشادہ عمارت کہتے ہیں۔ مگر یہ اصطلاح اس پر عائد نہیں ہو سکتی ہے اور جب برعکس مقاصد کے لئے مشتعل کی جائے۔ تو مفہوم بھی عیاں اور ٹھیک ہو جاتا ہے۔ جب حکیم حسن الدخان نے یہ شہادت دی تو میں اپنے شک کو رفع کرنے کی غرض سے خود اس مکان میں گیا۔ اور پیمائش کی مکان چالیس فٹ طویل اور ۱۲ فٹ عرض اور ۱۰ فٹ بلند ہے۔ پڑانا اور سیلا پڑا ہوا ہے۔ اسٹرکاری نام کو بھی نہیں ہے اور سب سے بدتر یہ کہ وہ تاریک ہے، فرش نہیں۔ درخت نہیں اور ہوا اور روشنی کا گزر ناممکن ہے اس میں صرف ایک روزن ہے۔ جو ایک چھوٹا اور بوسیدہ دروازہ ہے۔ لیکن اس میں سسرل ڈویل کی زبان سے اس بیان کا داکر تاہوں۔

"ہم سب ایک کمرہ میں مقید تھے۔ جس میں صرف ایک دروازہ تھا اور کوئی اور کھڑکی یا روشندان نہیں تھا۔ وہ کسی انسان کے رہنے کے لائق نہیں تھا۔

اور خصوصاً ہمارے اتنے جہوم کے لئے تو بالکل ہی نہیں۔ ہم سب ہوا لینے کے لئے کھڑکی کے پاس مجتمع ہو گئے تھے۔ اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ اور اس کھڑکی کو بھی سپاہیوں کی وجہ سے بند رکھنا پڑتا تھا۔ جو بھری بندو قیں لے کر آتے اور بچوں کو ڈراتے دھمکاتے تھے۔ وہ ہمارے پاس آکر کہتے کہ اگر بادشاہ تمہاری جان بخشی کروں تو کیا تم مسلمان ہونے کو اور ہماری لونڈیاں بننے کو تیار ہو؟ لیکن بادشاہ کے مسلح نصحاء جین جو اس گارڈ میں تھے انہیں اس سے باز رکھتے اور کہتے کہ یہ سب بوٹی بوٹی کر دیئے جائیں گے۔ اور چیلوں کو لے کر کھلا دیئے جائیں گے ہمیں بالکل خراب کھانا ملتا تھا۔ صرف دوسرے بادشاہ نے اچھا کھانا بھیجا تھا۔ یہ بدلہ ہے اس خاندان کا جسے انگریزوں نے لاکھوں روپیہ بخشا! ایک گواہ نے صاف طور پر بیان کیا ہے۔ ان کی مجلس میں بہت وسیع جگہ ہے۔ جہاں یہ عورتیں اور بچے رہ سکتے تھے۔ جس کے بعد کہتا ہے۔ اس میں ایسے ہتھ خانے ہیں۔ جہاں ۵۰۰ آدمی بھی چھپائے جائیں تو پتہ نہ لگے۔ اور بلوائی بھی حرم سرا کے لحاظ سے وہاں نہ جاسکتے تھے۔ اور دوسرے گواہ کا قول ہے کہ قلعہ میں خالی مکانات کی کمی نہیں تھی۔ جہاں عورتوں اور بچوں کو آرام مل سکتا تھا۔ مگر انگریزی سخاوت سے مستفیض ہونے والے نے ان کے لئے ایک تنگ و تاریک فار منتخب کیا۔ جہاں ان کے ساتھ چھ مہل سے بھی بدتر سلوک کیا گیا۔ چنانچہ وہ سب محدود جگہ ہی میں رہتے تھے۔ اور شخص جو جی میں آتا انہیں کہتا تھا۔ قصر شہانہ اور وظیفہ سلطانی کا انگریزوں کو یہ بدلا ملا! احسن الدخاں اور مسنر آڈویل کے اظہار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ان معاملات کو بادشاہ کی ذات پر منسوب کرتے ہیں۔ اور متفق علیہ ہیں وہ معاملات جن پر صرف توجہ ہی مبذول نہیں رہتی تھی۔ بلکہ تحریری احکام بھی وقتاً فوقتاً جاری ہوتے رہتے تھے۔ جیسا کہ عدالت پر غور روشن ہو گیا ہے۔ تمام اہم معاملات

کے ذمہ دار وہی تھے۔ کیا اس میں اب بھی کچھ شک ہے؟ بے شک تمام گواہان کی مستند شہادت اور ان کا تحریری جواب خود ہی ثابہت کرتا ہے۔ کہ ایسا تھا۔ ہم بادشاہ کو قید خانہ بخونہ کرنے کا ذمہ داریوں بٹھارتے ہیں۔ کہ قیدیوں پر ان کے مسلح محافظان مامور تھے وہ بادشاہ ہی تھے جو انہیں خراب کھانا بھجواتے تھے۔ اور دوسرے اچھا کھانا دیا تھا۔ اور سپاہی پوچھتے تھے کہ اگر بادشاہ جان بخشی کر دیں تو وہ مسلمان ہونا اور لوٹ پائیاں بننا قبول کریں گے۔ یہ بھی ثبوت ہے۔ اتنا پڑھنے کے بعد ان کے ایسا کہنے پر کون شبہ کر سکتا ہے۔ کیا کوئی ایسا بھی واقعہ گزرا ہے۔ جو یہ بتائے۔ کہ دوم نے کبھی ان کوئی عنایت عامہ یا مہربانی کی ہو؟ ان سے مہربانی بہت دور تھی۔ جب تک ان لوگوں نے جو قیدیوں پر عبید انسانیّت ظلم کرتے تھے۔ تحقیق نہ کیا ایک مسلمان عورت کو بھی قیدیوں کے ساتھ بند رکھا۔ محض اس وجہ سے کہ وہ عیسائیوں کو کھانا پانی دیتی تھی۔ کیا سختی عداوت کا اس سے بڑھ کر بھی کوئی درجہ ہے بیشک تلوار کی دھار ان لوگوں کو ایسے بڑے قید خانہ میں ”رُپ“ روپ کر جان دینے سے زیادہ پیاری ہوگی۔ اور آزادی بخشنے والی محسوس تھی ہوگی۔

کیا میں یہاں توقف نہ کروں اور استقلال سے فیصلہ عدالت کا منتظر رہوں۔ مگر ثبوت موجود کی روانی کے ساتھ کامل ہوتا جاتا ہے اور میرا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ اس کے کسی شعبہ کو بغیر جانچے نہ چھوڑوں۔

گلاب چراسی (یا نامہ برائے بیان کیا ہے کہ قتل کے دو روز قبل یہ مشہور ہو گیا تھا کہ انگریز دو ایک دن میں قتل کر دیئے جائیں گے۔ اور قتل کے مقررہ روز انہوہ کثیر قلعہ میں جمع ہو رہا تھا۔ ہر ایک گواہ نے اس کی نسبت کہا ہے۔ اس سین کے ایکٹروں اور تماشبینوں کے صبح کے وقت قلعہ میں جمع ہونے کی باہت کچھ نہ کچھ ضرور بتایا ہے۔ اور چونکہ یہ آٹھ اور نو بجے صبح کے

درمیان واقع ہوا تھا۔ تو کوئی شک نہیں کہ اس کی اطلاع تماشبینوں کو بہت پہلے سے کر دی گئی تھی مطلق ظاہر نہیں ہوتا کہ اس دردناک نظارہ پر فوج یا رعایا نے اظہارِ ناراضگی کیا ہو۔ علاوہ انہیں گواہ کہتا ہے کہ بغیر احکام یہ ہر نہیں سکتا تھا اور احکام دینے والے صرف دو شخص تھے۔ بادشاہ یا مرزا مغل! پھر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا ان میں سے کس نے حکم دیا۔ آگے وہ بیان کرتا ہے کہ قتل گاہ میں مشاہدہ کرنا تھا جہاں انگریز بادشاہ کے مسلح مصاحبین چہنیں باڈی گارڈ تھے ہیں اور باغی سپاہ سے گھبراتے تھے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ گو میں نے کسی کو حکم دیتے نہیں دیکھا نہ سنا لیکن ایک بیک مذکورہ بالا آدمی تلواریں کھینچ کر دوڑے اور قیدیوں پر اتنی دیر تک پے در پے وار کرتے رہے کہ وہ سب بالکل قتل ہو گئے۔

دوسرے گواہ جنی لال اخبار نویس سے جب پوچھا گیا کہ انگریزوں کو کس کے حکم سے قتل کیا گیا تھا تو صاف صاف جواب دیتا ہے "بادشاہ کے حکم سے ہوا تھا اور کون ایسا حکم دے سکتا ہے؟" وہ اور دیگر گواہ اس پر متفق ہیں کہ مرزا مغل بادشاہ کے فرزند اپنے مکان کی چھت سے صحن کا نظارہ کر رہے تھے۔ مرزا مغل کا اس وقت میں ہونا گویا بادشاہ کا ہونا تھا۔ پس کیا یہ قابلِ اعتبار ہے کہ بادشاہ کے مسلح مصاحبین یعنی ان کے خاص باڈی گارڈ نے ایسے خوار نظام کو ان کی مرضی کے خلاف کیا ہو گا۔ اس معاملہ پر اگر کچھ شک بھی ہو تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ لازم کی تحریروں کو چہنیں خود انہوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ دیکھ کر رفع ہو جائیگا جس میں انگریزوں کے خون کی پیاس بجاطور پر جھلک رہی ہے۔ مرزا مغل کی موجودگی کے علاوہ دیگر ثبوت بھی ہیں کہ مظلوم عورتیں اور بچے خاص بادشاہ کے حکم سے قتل کئے گئے۔ میں بادشاہ کے اسپیشل سکریٹری کنڈلال کی شہادت پیش کرتا ہوں۔

سوال۔ کس کے حکم سے یہ لیڈیاں اور بچے جو قلعہ میں مقید تھے قتل کئے گئے؟

جواب دیتا ہے۔ "یہ لوگ تین روز تک جج ہوتے رہے جو تھے روز پیدل و سوار سپاہی مرزا مثل کے ہمراہ بادشاہ کے کمرہ خاص کے دروازہ پر آئے اور ان کے قتل کرنے کی اجازت کے بادشاہ سے طلب گار ہوئے۔ بادشاہ اس وقت اپنے کمرہ خاص میں تھے۔ مرزا مثل اور بسنت علی خاں اندر چلے گئے۔ جبکہ سپاہ باہر کھڑی رہی۔ ۲۰ منٹ کے بعد وہ باہر آئے اور بسنت علی خاں نے آواز بلند کہا کہ بادشاہ نے مقیدیوں کے قتل کرنے کی اجازت دیدی ہے پس بادشاہ کے مسلح مصاحبین نے جن کے زیرِ راست یہ قیدی تھے انہیں باہر نکالا۔ اور چند باغی سپاہیوں کے ساتھ انہیں قتل کر ڈالا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا مثل اسی وقت اس کمرہ میں خفیہ کام کے لئے مسلح ہو کر آئے تھے۔ مذکورہ بالا کے سوا کچھ اور کہنا شاید بلا ضرورت ہو لیکن مردم کی ڈائری کا اقتباس ایسا قابلِ وثوق ہے کہ میں اس کے پیش کرنے پر مجبور ہوں حکیم حسن الدخاں کی شہادت اس کے بارے میں یہ ہے۔

سوال۔ اس کاغذ کے ورق کو دیکھو اور چچا نوکہ کیس کا خط ہے؟

جواب جی ہاں یہ اس شخص کا خط ہے جو ڈائری لکھا کرتا تھا اور یہ اس کا ایک ورق ہے۔

کرنل ڈائری مورخہ ۱۶۔ مئی ۱۷۵۷ء کے ایک اقتباس کا ترجمہ

"بادشاہ نے دیوان خاص میں دربار منعقد فرمایا۔ ۲۷۔ اگست قیدی تھے اور فوج نے

مطالبہ کیا کہ وہ اسے دیئے جائیں۔ بادشاہ نے یہ کہہ کر والہ کر دیئے کہ "فوج جو چاہے

کر سکتی ہے۔" اور انہیں تہ تیغ کر دیا گیا۔ حاضرین کثیر تعداد میں تھے اور رؤساء و اُمراء

امسلمان و اخبار نویسین نے حاضر دربار ہو کر مجھے عرض کئے۔"

یہاں اب ہمارے پاس زبانی شہادت کے علاوہ تحریری شہادت بھی ہے اور

کیا مردم کے تحریری اقبال جرم سے بھی شک کوئی ثبوت ہو سکتا ہے۔

میرا مطلب اس جو بدی سے نہیں ہے۔ جو محض عدالت کی خاطر بنائی گئی ہے جو سراسر جھوٹ ہے۔ اور جس میں ان حقائق صحیحہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو ان کے برخلاف ہیں۔ بلکہ میں ان کے طول و طویل خط کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ جو اپنے فرزند مرزا مثل کو لکھا تھا۔ اور جس میں اپنے سچی قیدیوں کو قتل کرنے کا ارجحیہ دکھلا یا گیا ہے۔ اس کے بعد اس مضمون پر زیادہ بحث کرنی مقصود ہے۔ اب چوتھے جرم قرار داد کا پچھلا حصہ غیر مشروح رہ گیا ہے۔ اس کے قائم کرنے کے لئے ہمارے پاس ان مراسلات کی نقول موجود ہیں۔ جو راؤ بھارا والی کچھ بھوج رنجیت سنگھ پیر جیسلمیر اور راجہ گلاب سنگھ والی جوں کے نام جاری کئے گئے تھے۔ اور ان کا مندرجہ ذیل اقتباس کافی ہوگا۔

بنام راؤ بھارا والی کچھ خبر ملی ہے کہ تم خیر خواہ مابعد دولت نے کفار کو بالکل تہ تیغ کر دیا ہے اور اپنی زمین کو ان کی بخش موجودگی سے پاک و صاف کر لیا ہے ہم تمہاری اس کارروائی سے بہت خوش ہوئے اور اس لقب سے تمہیں اعزاز بخشے ہیں تم اپنے ملک میں ایسا انتظام کرو کہ مخلوق خدا کو کسی طرح کی تکلیف و اذیت نہ پہونچے علاوہ یہ کہ جو کفار تمہاری سرحد میں براہ سمندر پہونچیں قتل کر دیئے جائیں ایسا کرنے سے تم بالکل ہماری رضا و خوشی کے باعث ہو گے

بنام رنجیت سنگھ والی جیسلمیر

ہمیں پورا یقین ہے کہ ملون کفار انگریزوں کا تمہاری سرحدیں نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہوگا۔ اور اگر اتفاقاً کچھ فرار ہو گئے ہوں یا رد پوش ہو گئے ہوں تو پہلے انہیں قتل کر ڈالو پھر اپنے ملک کا پورا بندوبست کر کے مس افسران فرج حاضر و بار ہو۔ الطاف و عنایات تم پر مہذول کچاؤں گی

اور تم عورت و سرفرازی میں اپنے ہم مرتبہ لوگوں سے کہیں زیادہ
بڑھ جاؤ گے۔

بنام راجہ گلرب سنگھ۔

تمام ملاعین انگریزوں کے قتل کی مفصل کیفیت جو تھارے علاقہ
میں تھے مجھے تھارے خط سے معلوم ہوئی۔ تم قابل صدا آفریں جو تم نے
اس معاملہ میں وہ کام کیا ہے جو ہر ایک بہادر کو کرنا چاہئے۔ زندہ رہا اور
خوش حال۔ پھر لکھا ہے کہ دربار شاہی میں آؤ اور راہ میں جہاں
انگریزوں کو پاؤ قتل کروالو۔ تمہاری تمام خواہشات اور آرزوئیں پوری
کی جائیں گی۔ اور راجہ کے خطاب سے سرفراز کئے جاؤ گے۔

میرزا بقاعدہ رحمت کے وفادار کی ایک درخواست ہے جس میں وہ ڈینگ
مارتا ہے کہ تمام منظر نگار کے انگریز افسروں کو قتل کر ڈالا ہے جس کے صلہ میں ملازمت
کا فرمان خود لازم کا تحریر کر رہا ہے۔

قرار داد جرم پر میں اپنی رائے یہاں ختم کرتا ہوں۔ اور حضرات آپ کے
مفیصلہ پر چھوڑتا ہوں کہ آیا لازم جو آپ کے کٹھنہ میں ہیں گوشہ نشینی اور کنج عزلت میں
میں جا کر بھی اپنی معزول شدہ عظمت کے دعوے دار ہوں گے۔ پاؤاریخ کے مجرمان اعظم
میں سے ایک سمجھ جائیں گے؟ آپ کو بتانا ہو گا۔ کہ کیا مشاہی خاندان تیموریہ
کا یہ آخری بادشاہ جو اپنی ضعیف احمدی اور تقاضائے سن سے حمیدہ ہو گیا ہے
نہیں بلکہ خاندانی تکالیف نے اس کی یہ حالت بنائی ہے۔ آج اپنے آبائی محل سے
جدار دیا جائے گا؟ یا یہ نفیس کمرہ دیوان خاص یہ اعلیٰ حضرت الضاد کی درگاہ
آج کے روز ایک ایسے مفصلہ کی سزا دار ہوگی جو قرون آخری میں یادگار رہے
گا۔ کہ بادشاہ معصیت کرنے سے کیسے مجرم کی طرح آبرورنجتہ کر دیے جاتے ہیں۔

اور کس طرح ایک شاہی خاندان کے تعینہا کے مدید ایک دن میں ہیشہ کے لئے نیست کر دیئے جاتے ہیں۔

مذوم کی ذات پر جو جرائم قائم کئے گئے ہیں اور ثابت کئے گئے ہیں ان کا بیان اب ختم ہو گیا۔ میں بادشوق کہتا ہوں۔ کہ اگر مذہب گذشتہ اور سازش سابقہ کے وجود میں آنے کے اسباب بیان کروں تو بجا نہ ہوگا۔ ایڈریس ہذا کے کچھ حصہ میں کہہ آیا ہوں۔ کہ اگر مسئلہ کارٹوس کے قبل ویسی جنٹیں آمادہ پیکار ہوتیں تو ایسی ہولناک و عالمگیر بغاوت نہ پھیلنے پاتی۔ ضرور وہاں کوئی دوسری زبردست و مخفی طاقت سربراہ کار تھی جس سے کلکتہ سے لیکر پشاور تک مختلف چھاونیوں میں پھیلی ہوئی تمام فوج متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی میں سمجھتا ہوں کہ یہ طرفین کی پوشیدہ کارروائی اور کسی پیشتر کی طیاری کے بغیر نہیں ہوا۔ جسے اصطلاح میں سازش کہا جاسکتا ہے۔ میں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اتنے بھاری ہنگامہ قتل کو کارٹوس کی طرف ہرگز منسوب نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مسئلہ کارٹوس کو جو مناد کی تنائے دیرینہ کو بر لانے کا فوری ذریعہ یا آلہ ہاتھ آیا تھا۔ ان کارروائیوں میں یا اور کہیں شناخت کرنے میں قاصر رہا تو میں اندھے سے بدتر نہ ہوگا۔ یہ وہ چنگاری تھی جو اتفاقاً نہیں بلکہ قصداً پہلے کی تیار کردہ سزنگ کو اڑا دینے کے لئے منتخب کی گئی تھی۔ پھر سازش کے وجود کی نسبت میں یہ کہنا نہیں چاہتا کہ ہم نے کسی خاص سازشی جماعت کا پتہ لگا لیا ہے۔ جس نے اسی طریقے سے جیسے کہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے ویسی پیدل میں بغاوت پھیلانی ہو لیکن ایسی شہادت جسے ہم ہم چونچا سکے ظاہر کرتی ہے کہ دس مئی سے کتنے ہی عرصہ قبل حکومت برطانیہ سے نفرت و ناراضگی مسلمانوں میں بیشتر پھیلی ہوئی تھی۔ جنہوں نے ہر ایک حسب مطلب سے فائدہ اٹھایا اور ان میں سے شاید ایک موقع حکومت برطانیہ میں الحاق اور طوع کا نام معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی آخری سلطنت کے جوہر وستان میں

مکہ و تنہا رہ گئی تھی۔ ہاتھ سے نکل جانے سے زیادہ قتل ہوا۔ اور چند وجوہات سے شاید
ہندو سپاہی کو بھی برا معلوم ہوا کیونکہ بجائے ایسی قلعہ داروں کی ماتحتی کے اب
اسے انگریز کے زیرِ تخت آنا تھا۔ ایک گواہ جاٹل نے ہندو سپاہی اور ہندو
سوداگر کے گورنمنٹ برطانیہ کے لئے مختلف فیہ جذبات کا خوب ٹوازن کیا ہے۔
کیا ہندو اور مسلمانوں میں اس لحاظ سے کچھ فرق تھا؟ دریافت کرنے پر وہ جواب
دیتا ہے۔ جی ہاں ضرور تمام مسلمان گورنمنٹ برطانیہ کا تختہ الٹ دینے کے دیے تھے
جبکہ ہندوؤں میں معزز سوداگر و تجارتا سست کرتے تھے۔ وہ پھر آگے کہتا ہے کہ فوج میں
ہندو اور مسلمانوں کے جذبات علیٰ العموم کیساں تھے۔ اور وہ دونوں بر خلاف تھے ہمارے
ذاتی تجربات بھی اس بات کے موافق ہیں ایسی فوج کا کثیر حصہ ہندو تھا اور ہم نے نہیں دیکھا
کہ ظلم و تعدی میں کوئی کسر انہوں نے اٹھا رکھی ہو۔ اور جہاں تک فوج کا تعلق تھا۔ ہندو
اور مسلمان ہر وجہ ہم کہاں کرنے میں ایک دوسرے سے فائق ہونے کی کوشش
کرتے تھے۔ لیکن فوج سے علیحدہ بناوٹ شاید کئی گذشتہ اسلامی سازشوں
پر مبنی ہے اور غالباً اگر اسلامی نقشِ پاکِ جستجو کی جائے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے۔
جنہوں نے گڑھے ہوئے اور چھوٹے انسانوں کو بیچ کا بخور اساحصہ ملکر قوی الاثر
بنا دیا۔ جن سے وہ افواجِ جن کی وفاداری پر کبھی ناز تھا۔ متاثر ہو گئیں ایسے موقع
کے لئے موزوں نہیں ہے۔ کہ گذشتہ سالوں کی طرف پلٹیں اور قدم بقدم ان ہمایوں
کی جستجو کرتے چلیں۔ جنہوں نے باہم مکر اس اعتبار کو فنا کر دیا۔ جو موجودہ خاندانوں
پر کیا گیا تھا۔ اور بے شک ان میں کے بعض وسائل گورنمنٹ کے دستِ قدرت
میں تھے۔ کافی ہوگا۔ اگر میں یہاں صرف گذشتہ مواقع کا تاریخ دار نہیں بلکہ روایتی
ذکر کوں کہ جن میں ایسی رعیتوں نے خود کو بہت کم قابلِ اعتبار ثابت کیا ہے۔ ان
مواقع نے یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ ایک بات پر سب کا اتفاق اور جذبات کی یکدلی

ان میں ہوتی ہے اس وقت سے جو سبق ہمیں حاصل ہوئے وہ کبھی بھولے نہیں جاسکتے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں ایام سے ہندوستانی فوج ایک بڑی جھگڑا اور عجات بن گئی ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ بہت زیادہ سپاہی اپنے طرز کے عمدہ اور احسن معنوں میں گورنمنٹ کے وفادار رہے، "اپنے طرز کے" اس وجہ سے کہا ہے کہ میں نے تحقیق کیا ہے کہ ان میں اس قدر قیامت انگیزی اور راست بازی کا چھوٹا سا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ جو ہونا چاہئے۔ ان کی وفاداری جہاں تک قائم رہتی ہے فطرتاً نہیں ہوتی۔ بلکہ عادتاً ہوتی ہے۔ وہ ایسی غلطیائیوں کے شائق ہیں جن میں کوئی مذہبی نکتہ موجود ہو۔ ایسی جماعت میں ضرور کوئی نہ کوئی فطرتی بھی ہوتے ہیں۔ ایشیائی طرز معاشرت کی جو کوئی بھی تھوڑی واقفیت رکھتا ہو گا فی انور اسے تسلیم کرے گا۔ اور خصوصاً ہندوؤں کی نسبت کہ ان میں کے بہت ٹھوڑے بڑے کی طرف راعب ہوتے ہیں۔ جبکہ زیادہ حصہ بھلائی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ تین یا چار لیٹروں کو سر بانا کر جرم کرنے کے لئے آگے بڑھنے دیکھے یا انہیں باھنیا نہ مخفی سازشوں میں شریک ہونے دیکھے۔ پھر باقی ماندہ لوگ اگر فی انور مخالفت نہ ہوتے تو کبھی ان کی روک تھام یا مزاحمت کو اپنا فرض نہ خیال کریں گے گو وہ خود ایک حد تک محترم نہیں لیکن فعل متعدی کی ممانعت یا قتل و اجاوت کا انسداد ان کے سیاسی یا مذہبی عقیدے کے کسی حصہ میں نظر نہیں آتا۔ خطرناک ترین جرائم اس طرح ترقی پذیر ہوتے ہیں۔ اور چند روز میں ناکرہ گناہوں کو بھی ہمراہ لیکر ترقی کی تہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور اس طرح چند افراد کے جرائم بہتروں کی بربادی کا باعث ہوتے ہیں۔ گو مذمت بلکہ کثرتی دینے میں یہی اثر کام کر رہے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے چند بگ اٹھا کر کریں گے۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ کوئی خطہ کثرت عدالت میں پیش نہیں کرتا۔ اور نہ براہ راست ٹھہا دیتا۔ فی الواقع ہم سپاہیوں سے یہ یاد نہ رہے

سکے۔ تاہم یہ بالکل صحیح ہے۔ اور معتز ذریعہ سے خبر لی ہے کہ قدر سے ایک یا دو ماہ پیشتر ہمارے ہندوستانی سپاہیوں میں جو حفظ آتے جاتے تھے۔ بہ نسبت عام حالت کے بہت زیادہ تعداد میں تھے۔ یہ حال ان حقائق سے ملکہ جو ہمارے پیش نظر رکھے ہیں۔ ہمیں سیدھا اس نتیجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ کہ کوئی زبردست تحریک ضرور کام کر رہی تھی جس کا نتیجہ نافرمانی اور ناراضگی ہوا۔

تفہد بالاین جو کچھ گزرا ہے۔ اسے ہر کردار باغیوں کی تحریک کی طرف منسوب کیا ہے۔ اب اگر قدر تا دریافت کیا جائے کہ کیوں یہ نتیجہ ناراضگی بہ نسبت کسی اور موقع کے اس وقت ظاہر ہوا اس کے چند وجوہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں مثلاً الحاق اودھ وغیرہ۔ دوسری وجہ یہ کہ پیشوایان مذہب کی مکارانہ بنانی ہوئی چار دیواری بھی ہے۔ جو سب سے ترین بیوقوفی کو پروان مذہب میں محفوظ رکھتی ہے اور اس

طرح مذہب کی آٹھ سے انقلاب پیدا کیا جاتا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ انقلابی جماعت نے گورنمنٹ کی چند تازہ لغزشوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور خشکی و شورش کو مذہبی تعصب پر پھیلا یا ہے۔ میرا منشا ہندو بیوگان میں از دو ارج ثانی کی تحریک ہر قسم کے کاروبار کے لئے بھرتی کرنا اور مسئلہ کار توں وغیرہ سے بے میر مقصد ان آدمیوں کی منت کرنے سے نہیں جن کے ضمیر میں صرف نفرت و کراہیت تھی وہ غور پر نازان تھے اور جہالت میں سرشار وہ ایک گروہ بن گئے تھے۔ اور فوجی اطاعت و فرمانبرداری میں حد سے زیادہ مغرور تھے۔ اتحاد و فین میں وہ بڑے مشاق تھے۔ وہ گورنمنٹ کو اپنی فرضی تکالیف کا خاکہ دکھا کر اور تداہیر بھی ڈیری سے تباہ دیتے تھے بلکہ ہنرمند لائٹ کی دہرائے کو سزا دینے کے قبل بھی بغاوت کے آثار نمایاں تھے۔ جو اس بغاوت سے کہیں بڑھ کر تھے اس وقت بے شک ہندو بناد کی ہوا ہندوستانی فوجوں میں سلاست کی بجلی تھی۔ کئی موقعوں پر سپاہیوں کو اس

خیال میں غرق پایا گیا ہے کہ اگر فوجی حکم کی نافرمانی۔ ایک فوجی سلام و عاجزانہ روضہ کے ہمراہ ہو تو بہت وقت سے جرم ہو سکتی ہے۔ اتحاد میں مشاق ہونے اور جماعت کی طاقت سے بخوبی آگاہی رکھنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی شکایتوں کو فرداً فرداً نہیں بلکہ بالاتفاق گورنمنٹ کے سامنے لا کر کھڑا کرنے میں بہت کم مواقع مل سکتے تھے۔ جانے دیے ہیں۔ ایسے موقعوں پر ہندو مسلمانوں میں کچھ فرق نہیں رہتا تھا۔ منوہیا کارروائی کے لئے وہ بہت جلد متحد ہو جاتے تھے۔

اور فی الواقع اگر ہم تواریخ میں چھان بین کریں تو یہ یقین کرتے ہیں کہ ایشیائی قوموں کی باقاعدہ حالت کا صحیح اندازہ لگا سکیں گے۔ غالباً یہ مذہبی قواعد کے زیر نظام رکھنے کا ضروری نتیجہ ہے کہ بڑی بڑی زبردست جماعتیں متحد الحیال ہوتی ہیں وفاق دار ہوتی ہیں جو تعلیم و تربیت سے کسی طرح ممکن نہیں۔ فوجی تعلیم بدون ان معاونین کے ایک خوفناک چھبیا رہے۔ جو آخر کار اسی پروا کرنے دوڑتا ہے جس نے تیز کیا ہو۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایشیائی غیر مسلح و غیر تربیت یافتہ مخلوق کی بغاوت و عصیانہ پردازی بہت شاذ و نادر ہے حالانکہ شاہان ہند کے زمانے میں ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنانا بغاوت پھیلانے کیلئے بہت کافی تھا ایسے وقت میں صرف تربیت یافتہ سپاہی کا حمایہ سلطنت پر ہوتا ہے زمانہ سلف میں مذہبی شان ایک حد تک مختلف مذاہب کے افراد کو کسی سیاسی یا دیگر معاملہ کیلئے متحد الحیال ہونے میں شاید مزاحم ہوتی ہو مگر جہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اسی مذہبی شان نے جمہوریت کی خواہش میں کثیر سوسائٹیوں کی پیدائش کو لازمی قرار دیا ہے جنہوں نے اہل ہند کو فی الفور متحد الحیال ہو جانے میں مشاق بنا دیا ہے اور انہیں خاص اغراض کے لئے متفق ہو جانے کے بنیادی سبق پڑائے ہیں جس سے انہیں کثیر جماعتوں کے متحد الحیال ہو جانے کا قدرتی مادہ پیدا ہو گیا ہے ان اسباب کی وجہ سے انہیں صرف متفق چاہئے تھا۔ اور کس نے انہیں دیکھا کہ ویسی فوج نے ایک موقع

پیش کر دیا اور واقعات نے دوسرا عطا کر دیا پھر بہمن اور سلمان ایسے متحد ہو گئے کہ گویا دونوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں فوج میں ہمیشہ یونگی ذبح سے انہیں برا ورنہ کیا نگت رہتی تھی ایک ہی پوشاک ایک ہی انعام ایک ہی طرح سے چلتے اور ایک ہی طرح کے مقاصد پر جادی ہوتے تھے اور وہ ایک دوسرے کے جدا گانہ تہواروں میں شرکت کرتے اور گورنمنٹ کی ہر بانی سے نشوونما پاتا ہوا اتحاد آخر کار اسی کے ہتھ والا کرنے کا ذریعہ بنا۔

میں ان تمام محبت کے لئے ان تمام تاثرات کو جو تازہ حادثہ میں معاون ہوئے ہیں یہ تشریح بیان کرنا نہیں چاہتا۔ اس مقام پر ایسی بحث شاید پسندیدہ نہ ہوگی جو محکمہ مجھے ہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف پھرپور کارٹوس ہی اس حادثہ کا موجب نہ تھے نہ ہو سکتے ہیں۔ مسپاہیوں میں پہلے سے تیار رہی ہو رہی تھی۔ اور لوگوں کو خصوصاً مسلمانوں کو ملک میں پہلے سے بظن کیا جا رہا تھا۔ بیشک مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس حادثہ کو اسلامی سازش کے ضمن میں رکھنا چاہئے۔ جس کا خاص مدعا حکومتِ بھارت سے نفرت و بدگمانی پھیلانا اور غلط خبریں پھیلانے اور بے بنیاد قہقہے پھیلانے کو لوگوں کو انقلاب کیلئے آمادہ کرنا تھا۔ جہاں تک پتہ لگا یا جاسکتا ہے اس سازش کی ابتدا ملام یا ان کے دیگر ہمراز شلا حسن عسکری وغیرہ سے ہوئی۔ چاہے جو ہو مگر اس میں شک نہیں کہ شیدی فہرستِ مظنیہ و ایران کے بادشاہوں کے پاس سفارت لیکر گیا تھا ان حکومتوں سے استدعا کی گئی تھی کہ ایک اسلامی سلطنت کی مدد کو یہ قابلِ غور ہے کہ متعدد واقعات با یکدیگر جمع ہو گئے ہیں۔ معتبر شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیدی قبر کی روانگی بھی شہر سے بالکل دو سال قبل ہوئی تھی۔ اور اس کی واپسی کا وعدہ بھی عین ایامِ غدر میں تھا۔ یہ تحقیق ہو چکا ہے پھر اس کا توازن اس پیشین گوئی سے کرتا ہوں جو مسلمانوں میں تھی کہ جنگِ پلاسی شیعہ سے لیکر۔ اس سال تک انگریزوں کی حکومت ہندوستان پر رہے گی۔ اب ہم بخوبی ان مصالح کو سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو

گذشتہ شان و شوکت کے پھر واپس آنے کا یقین دلایا تھا۔ میں سیریزادہ حسن عسکری کا خواب بیان کر چکا ہوں۔ جس کی غرض مصنوعی خواب سے بادشاہ اور ان کے اہل خانہ کے حسب منشاء خیالات کا اظہار اور ان پر تصرف کرنا تھی۔ یہیں تو یہ حالات لایحی معلوم ہوں گے کہ بے شک یہ اُن باطل پرست دلوں پر منتش ہو گئے تھے جن کے سامنے پیش کئے گئے تھے جس شخص کے لئے کہا جاتا تھا کہ وہ صاحب کرامت ہے گو وہ دروغ گو ہی کیوں نہ ہوتا۔ مگر اس کی ہر ایک بات قابل یقین تھی۔ اور سیریزادہ کا خواب ان کی امیدوں کو تقویت پہنچانے کا ایک نسخہ تھا۔ یہیں محمد درویش کی عرضی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو اس نے مسٹر کالون لفٹنٹ گورنر کو ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء کو لکھی تھی۔ کہ حسن عسکری نے بادشاہ دہلی کو یقین دلایا ہے کہ شہزادہ ایران نے بدشہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور عیسائیوں کو اس نے تباہ کر دیا ہے اور کسی ایک کو زندہ نہیں چھوڑا۔ بہتیروں کو قید کر کے اپنے ہمراہ لے گیا ہے اور بیشک بہت جلد ہی اپنی فوجیں براہ کابل و قندھار دہلی آجائیں گی۔ اور وہ آگے لکھتا ہے کہ محل میں اور خصوصاً بادشاہ کے ملاقاتی کمرہ میں شب و روز شاہ ایران کی آمد کا تذکرہ رہتا ہے اور حسن عسکری نے بادشاہ کو یقین دلایا ہے کہ اسے مکاشفہ غیبی ہوا ہے کہ شاہ ایران کی سلطنت بیشک دہلی تک ہو جائے گی اور وہ بادشاہ دہلی کو تاج بخش دے گا۔ اور دہلی کی قسمت پھر جاگ اٹھے گی۔ محرراً آگے لکھتا ہے کہ قلعہ میں اور خصوصاً بادشاہ کو اس خبر سے بہت مسرت ہے اور یہ سن کر اتنی خوشی ہوتی ہے کہ نذر اور نیازیں کیجاتی ہیں اور حسن عسکری روزمرہ ڈیڑھ گھنٹہ قبل شام شاہ ایران کے جلد آنے اور عیسائیوں کے پامال ہوجانے کا وطنیہ پڑھا کرتا ہے اور ہر ایک جمعرات کو ان مراسم کی ایک ایک کیلئے کئی خان کھانے کے اور بیٹھا میل ثابت ہے کہ پیسے اور کپڑا وغیرہ بادشاہ کے یہاں سے عسکری کو بھیجا جاتا ہے۔

اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں مذہبی شیخت کو کتنا دخل ہے۔ اور ایسے ہی سازش کتنی مکمل اور بلا شرکت غیرے یعنی اگر ہم گذشتہ سینہریوں کا نظارہ کرتے ان باطل پستانہ مراسم کو ادا ہوتے بچشم خود دیکھتے اور وہ دعائیں جو شاہ ایران کی آمد عیسائیوں کی تباہی کے لئے مانگی جاتی تھیں نفیس نفیس سنتے تو بیشک سال گزشتہ کے واقعات حائلہ کی جو علی الدوام یاد رہیں گے دردناک تصویر تہل اند وقت ہی ہماری نظروں میں پھر جاتی۔ اگر ہم ان دستاویزوں و عضیوں کو بھی دیکھیں جن میں سے بے غنا و ٹپک رہی ہے تو ہم مسلمانوں کے کینہ کو سمجھ سکتے ہیں جو صرف دنیا ہی پر موقوف نہیں رہتا بلکہ عقبتی میں بھی ہمارے عذاب ابدی پر جو شخص ان کا تصور کردہ ہے خوشیاں مناتے ہیں کسی شخص کو در بابت کرتے بن نہیں پڑتی۔ کہ آیا دراصل ہندوستان میں لاکھوں شریف النفوس بھی اس رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ یا صرف جن کا خیال انگریزوں کی نسبت ایسا ہوا؟ میں اس پر بغیر اظہار خیال کہے اس کو اپنے سامعین کی رائے پر چھوڑتا ہوں۔ مسٹر آڈویل بھی بتاتی ہیں کہ انہوں نے محرم کے زمانہ میں مسلمان عورتوں کو اپنے بچوں کو یہ دعائیں سکھاتے سنا کہ ان کے مذہب کی فتح ہوا وریہ دعائیں عموماً انگریزوں پر لعن و طعن سے ملبو ہوتی تھیں۔ مظلوم و بیگناہ عورتوں اور بچوں کی موت کے بعد بھی ان کے غصہ و حسد کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ یا ترس و رحم کی خفتہ آواز ان کے سینوں میں نہ جاگی۔ بلکہ توکل اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کردہ ترین قتل کے بعد ۲۰ مسلمان عورتیں پر کھڑے ہوئے قیدیوں پر لعنت کر رہے تھے۔ کیا یہ ایسی عفریت تاب سنگدلی و صداوت کا پتہ نہیں دیتا جس کا بہت مشکل سے یقین آئے گا۔

دوسرا مسئلہ جس پر میں رائے زنی کروں تقسیم چاچیاں ہیں جو سبکدستی کی تمام تھیں پھر خواہ وہ گورنمنٹ کے نام سے تقسیم کی گئی ہوں اور یہ مقصود رہا ہو کہ عوام کے

ذہن نشین کرادیں کہ آئندہ صرف ایک مذہب اور ایک کھانا رہے گا یا بموجب دوسرے
 قول کے ان کا یہ مدعا ہو کہ لوگوں میں جوش و طیاری کے آثار نمایاں ہو جائیں۔ اور ایک دیگر
 مل کر آنے والے حادثہ کے لئے ہوشیار ہو جائیں۔ بہر حال یہ تدبیر نہایت خطرناک
 تھی اور ایسے لوگوں میں ہنگامی پیدا کرنے والی تھی جو اس قسم کے جذبات سے قبل ازیں
 نا آشنا تھے۔ وہ بانی لوگوں پر اس سے کوئی قوی اثر نہیں پڑا۔ اور اس کی وجہ
 غالباً حکومت کا سرعت سے اس طرف توجہ کرنا اور اس کا مذاکرہ کر دینا تھی۔ اور
 شاید یہی دلچسپ ہو گا اگر ہم طشت از بام کر دیں کہ ایسی کارروائی کی ابتدا کون ہو کر اور
 کہاں سے ہوئی یہ کارروائی اور آٹے میں ہڈیوں کے ملائے کی افواہ بلاشبہ ایک ہی جڑ
 سے نکلی ہیں اور دونوں کو اسلامی سازش کی گھڑی ہوئی فطرت کی طرف منسوب کرنا صاف
 بیانی یا استدلال قطعی کی حد سے باہر نہیں ہونے دیتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو سپاہی
 اپنی پہلی لغزش جذبات پنا دم ہوتے ہیں۔ اور مسلمان سپاہیوں پر ملامت کرتے ہیں
 کہ انہوں نے باد وجہ ہیں گمراہ کیا۔ اور ان کی کارروائیوں کے دوران میں دوسرا
 ثبوت یہ ہے کہ گو ہم اسلامی سازشوں کی کھوج میں جہاں تک ہماری تحقیقات
 لائی پہنچ گئے۔ مگر ہمیں کوئی ایسا کاغذ دستیاب نہیں ہوا۔ جس سے یہ معلوم ہو
 کہ ہندوؤں نے بھی جماعت بن کر ہمارے خلاف سازش کی۔ یا ان کے برہمنوں
 اور پنڈتوں نے بھی عیسائیوں سے جہاد کرنے کی تبلیغ کی ہو۔ ان کے پاس کوئی
 بادشاہ تخت نشین کرانے کے لئے نہیں تھا۔ کوئی مذہب تلوار سے اشاعت پھیلانے
 کے لئے نہیں تھا۔ ایسی حالت میں چپاٹیوں یا پسپائی ہوئی ہڈیوں کو آٹے میں ملانے
 کی غلط بیانیوں ان کی طرف منسوب کرنا گویا بغیر کسی معقول وجہ کے الزام لگانا
 ہے۔ اس اسلامی سازش میں استقلال و چالاکی بھی پائی جاتی ہے۔ جس کے
 وسیلہ سے یہ اپنا کام کئے جاتی ہے۔ چپاٹیوں کی تقسیم کو جب جلدی سے

بندر دیا گیا تو اس کی جگہ کوئی اور شگوفہ کھلانا چاہئے تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ
 ہڈیوں کا آٹے میں ملانا "بہت ہوشیاری کے ساتھ چپاٹیوں کے سلسلہ میں جوڑا
 گیا۔ چنانچہ مشہور ہو گیا تھا کہ "ایک مذہب ایک کھانا" یہ بے شکل والی اور بیوقت
 کی چپاٹی تھی۔ بچہ کرنے والوں نے سوچ لیا تھا۔ کہ چپاٹیوں اور انگریزی مداخلت
 سے بچہ مناسب ہے اور یہ چپاٹیاں شور و شر کی انجینٹ بن کر خوب کام چلائیں گی
 اور اسی لئے آٹے اور ہڈیوں کی آمیزش سے انہیں اور تقویت پہنچ گئی پھر سپاہیوں
 میں یہ پھیلنا کہ گراڈ ٹرنک روڈ کی دوکانوں پر بھی آٹا ملتا ہے جہاں سے کوٹ کرتے
 وقت سپاہیوں کو عبور خریدنا پڑتا تھا۔ یہ انقلابیوں کی دلی خواہش تھی۔ انہوں نے
 عام طور پر مشہور کر دیا۔ اور یقین دلایا تھا کہ گورنٹ لوگوں کو جسبراً عیسائی بنا
 رہی ہے۔ ان کی بازئی خود ان کے ہاتھ تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ انہیں انتہا سے
 زیادہ کامیابی ہوئی۔ میں ضرور اعتراف کروں گا۔ کہ چپاٹیوں سے نیکران کے ایک
 چھوٹے سے معمولی کام میں بھی ایک زبردست حال معلوم ہوتی ہے اور ان کا وہ جہاز
 صاف نظر آتا ہے جس میں انقلابی سوار تھے۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کوئی معمولی قابلیت کام نہیں کر رہی تھی۔ اور انقلابیوں
 نے اپنی طرف سے کوئی مفید اندکوشش اٹھا نہیں رکھی تھی۔ ہم اس زمانہ کے دوسری اخبارات
 کا حوالہ دیتے ہیں۔

ہم کہیں گے کہ کتنی چالاکی سے مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا گیا ہے۔ چپاٹیاں ہڈیوں
 کا سفوف۔ محرب کارٹوں۔ خیر یہ تو سب ہندوؤں کی طرف منسوب کئے گئے
 ہیں۔ لیکن ایک دوسری غذا مسلمانوں کے لئے درکار تھی۔ اور ہم سمجھ سکتے ہیں کہ
 کتنی صفائی سے اس حکمت عملی کو بنا لیا گیا ہے۔ پہلا پرچہ شاہ ایران کے حکم سے
 شروع کیا گیا ہے۔ جو اس نے فوجوں کو طہران میں جمع ہونے کے لئے دیا۔ پھر آگ

بیان کرتا ہے کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دوست محمد خاں کے خلاف شاہ ایران کی ایک چال ہے اپنے مقصد کو چھپانے اور دوست محمد خاں کے درپردہ انگریزوں سے لڑنے اور فتح پانے کی۔ ایڈیٹر یقین رکھتا ہے کہ بہمہ وجہ تینوں طاقتوں میں یقینی اتحاد ہو گیا ہے۔ دوسرا اقتباس ۲۶۔ جنوری ۱۸۵۷ء کا ہے۔ اور ایڈیٹریں کہتا ہوا شروع کرتا ہے کہ بادشاہ فرانس یا شہنشاہ ترکی نے ابھی تک انگریزوں یا ایرانیوں سے متحد ہونے کا اعتراف نہیں کیا ہے لیکن دونوں طرف کے سفیر سر و سلطنتوں میں خفیہ آتے جاتے ہیں اور تحالف بھی لیجاتے ہیں۔ بعض لوگ (ایڈیٹر کہتا ہے) بیان کرتے ہیں۔ کہ شاہ فرانس و شہنشاہ ترکی انگریزوں کے قضیہ میں نہ پڑیں گے لیکن زیادہ تر لوگ کہتے ہیں کہ وہ شاہ ایران کے طرفدار ہونگے روسیوں کی بابت یہ ہے "پھر آگے کہتا ہے کہ" انہوں نے اپنی طیاروں کو پوشیدہ نہیں رکھا ہے۔ اور وہ ایرانیوں کو فوج اور مال سے امداد کرتے رہیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ درحقیقت صرف روسی ہی اس جنگ کے بانی مبنی ہیں اور ایرانیوں کی آڑ بکڑ کر اپنے اغراض فتح ہندوستان کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ فیصلہ کن بات ہے کہ روسی فوج جوارے گرمیدان میں آجائیں گے" اب یہاں صرف ایران و روس ہی ہندوستان کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں۔ بلکہ فرانس و ترکی بھی۔ ان کی مدد پر آمادہ ہیں۔ اور غریب انگریزوں کو دوست محمد خاں کے افتخاروں تک کا سہارا نہیں۔ خیر ایڈیٹر صاحب کو ایسی شفقانہ ہولناک خبریں سننا کر کہنے دیجئے کہ ناظرین صادق الاخبار منتظر ہیں۔ کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ دوسرے اقتباس میں ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ ایران نے اپنے درباریوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو مختلف مقامات کی حکومت عطا فرمائیں گے۔ جن میں سے ایک بکری دوسرا کھلکھٹا شیر اپنا اور تاج مہدان بادشاہ دہلی کو بخش دیگا۔ یہی علوم جو ہمارے سامنے موجود

ہیں۔ حضرات! آپ کو یاد ہو گا۔ کہ صادق الاخبار کی کئی کاپیاں محل میں جایا کرتی تھیں۔ اور ہر ایک شخص ان خوشیوں کا اندازہ لگا سکتا ہے جو اسی خبریں خصوصاً زار روس کا چار لاکھ فوج جوار لیکر آنا پڑ کر ہوتی ہوئی۔ نیز اس کا بے شمار ذخائر جنگ تخیر ہند کے لئے ایرانیوں کی مدد میں بھیجنا وغیرہ لیکن صرف اہل قلعہ یا شہزادوں ہی کو اس کے سننے سے خوشی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ تمام آبادی جو انہیں سنتی مارے خوشی کے پھولی نہیں سماتی۔

سر جیمز فیلس میٹ کا ف نے ہمیں بتایا ہے کہ ایرانیوں کے ہرات کی طرف بڑھنے کا چرچہ زبان زد عام تھا۔ اور روسیوں کی فوج کشی کا بھی تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں ہر ایک اخبار کا کابل میں نامہ نگار رہتا تھا۔ اور غنیمت کی نقل و حرکت کا خیالی پلاؤ لکھا جاتا تھا۔ اور وہی گواہ بیان کرتے ہیں کہ سپاہیوں میں اس وقت تحریک سرگرم تھی۔ اور غدر کے پانچ یا چھ ہفتہ قبل لائونل میں یہ خبر صحیح بتائی جاتی تھی کہ ایک لاکھ روسی شمال کی طرف سے آرہے ہیں۔ اور کمپنی کی حکومت شاہ ہو جائے گی۔ اور فی الحقیقت روسیوں کے آنے کی خبر عام طور سے جا بجا پھیلی ہوئی تھی۔ ایسی غلط افواہوں کا زہر اپنا اثر کر رہا تھا۔ پھر غدر کا ناگہانی ہو پڑنا یا مجرب کار تو سول کا پہانہ ہمیں اندھا بنانے کے لئے ہے۔

صادق الاخبار کے اقتباس میں ہم نے پڑھا تھا کہ دوست محمد خاں انگریزوں کا مشتبہ دوست ہے اور درپردہ ایرانیوں سے ملا ہوا ہے پھر یہ بھی کتنی صفائی سے لکھا ہے کہ چار وجوہات کی بنا پر شاہ ایران انگریزوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوا ہے۔ پہلا ہرات جسے کسی موقع پر ہندوستان کا دروازہ کہا تھا۔ دوسرے روسیوں کی غیبی امداد سے ملے گی۔ تیسرے شرفائے ایران ہند پر فوج کشی کرنے کے لئے مستعد ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا کا سیاب کر دیا۔ جو تھے تمام ایران کا

جہاد کے لئے اٹھ کھڑا ہونا۔ شگون و معجزات بھی اسلامی قلب کو جنبش دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ چنانچہ صادق الاخبار و روضہ ۱۵ ستمبر ۱۸۵۷ء سے ثابت کر دیگا جس کی سرخی یہ ہے۔

ضلع دہلی۔ مقامی خبریں۔

حال ہی میں دیہات سے ایک شخص آیا ہے اور ایڈیٹر سے بیان کرتا ہے کہ کئی مقامات پر بے موسم کی ہولی جلائی گئی ہے جس شخص نے یہ بیان کیا اس کو حقیقی طور پر معلوم ہوا ہے کہ بے موسمی ہولی کا سبب یہ ہے کہ تین لڑکیاں کٹھی پیدا ہوئی تھیں اور تینوں اسی وقت ہونے لگیں۔ پہلی نے کہا کہ آئندہ سال بڑی آفات کا ہے اور دیہات تمام قوم کو تکلیف پہنچائیں گی۔ دوسری نے کہا جو زندہ رہیں گے وہ بچیں گے تیسری لہوی اگر ہندو اس موسم میں ہولی جلائیں تو ساری آفتوں سے بچے رہیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مجھے احتمال ہے کہ ایسے بیانات و واقعات ان لوگوں پر اثر نہیں کر سکتے۔ جو مغربی خیال کے ہیں۔ ہرات کا لے لینا۔ ایرانی شرفاء کی دعائیں اور ان لڑکیوں کی پیشین گوئیاں ہمارے لئے اس قابل بھی نہیں کہ ہم ان کو نظر اٹھا کر بھی دیکھیں۔ لیکن اگر ہم ایشیائی خیالات و عقائد کو اسی پیمانہ میں جانچیں جو ہمارے اپنے خیالات کے جانچنے کا ہو تو ہم بہت بڑی غلطی کر رہے ہونگے۔ اگر مذکورہ ایڈیٹر ہل بیانات پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ جن کے لئے لکھے گئے تھے۔ کتنی خس و فاشی سے ان کے عقائد چھادی ہیں۔ ان کی پیشین گوئیوں کا پورا اترنا۔ حسن عسکری کے خواب اور شیدی قبیلہ کی سفارت اور اسلامی قدیمی روایات سب کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ کیا ہم اب بھی نہیں سمجھ سکتے کہ قلعہ اور اخباری پریس میں کتنا گہرا تعلق تھا کیا یہ واقعات

اتفاقہ تھے، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک پیر زاوے کے خواب و باری مقصود ہے اور اخبارات کی من گھڑت اتفاقہ ایک ہی مسئلہ پر بحث کرے؟ ہم ان دلفریبیوں کو دیکھ چکے ہیں جن سے ہندو سپاہیوں کو قابو میں لایا گیا تھا۔ اور کیا ہم یہاں اس محرک روح کو نہیں پہچان سکتے۔ کیا یہ واقعات اسلامی غرور اور تعصب اور مذہبی جنگ کے لئے نفسانیت کو نہیں ظاہر کرتے اور کیا انگریزوں سے اتنی نفرت ان کی ذاتی خصوصیات پر بنتی نہیں ہے۔ اور ۱۹-۱۸ء کے صادق الاخبار میں لکھا جا چکا ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ ۹۰۰-۹۰۰ ایرانی سپاہ مع امیران کے ہندوستان میں داخل ہو گئی ہے۔ اور ۵۰۰ ایرانی سپاہ تبدیل لباس دہلی میں موجود ہے۔" مانا کہ یہ بیان ایک شخص صادق خاں نامی کے اظہار پر جو خود بھی تبدیل لباس میں تھا لکھا گیا تھا اور جس نے اپنا صحیح نام پوشیدہ رکھا تھا۔ مگر بے شک یہ حالات بھی اس تجویز کا ایک حصہ تھے اور اخبار کی سرگرم تحریک میں انہوں نے بھی سہارا دیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے اپنے ناظرین کے خیالات کو اس مضمون سے جوش دلانے کے لئے عمدائے مضمون پیش کر کے باغیانہ تحریک کا فرض ادا کیا ہے۔ دریافت کیا جائے کہ شہر کے مقتدر اخبار میں بغیر کسی تین یا ستند شہادت کے ایک گمنام شخص کا بیان کیونکر دیا جا سکتا ہے؟ یہ فقط ایرانیوں کی سازش کو جو ہمارے یقین میں بالکل لغو ہے۔ نہیں ظاہر کرتا۔ بلکہ ایڈیٹر صاحب اور ان کے تمام اہالی موہالی کی کہری سازش کا پتہ دیتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ نام لینے صادق خاں اس اشتہار میں بھی تھا۔ جو جامع مسجد کی دیوار پر چسپاں تھا۔ وہ اعلان اور ۵۰۰ سپاہیوں کا افسانہ لازم و ملزوم ہیں۔ جو ایک دوسرے کو تقویت پہونچا سکتے تھے۔ اگر کوئی اعلان کے لئے باز پرس کرتا تو جواب تیار تھا۔ کہ اس کا لانے والا پانچ سو تبدیل لباس والے سپاہیوں کے ہمراہ دہلی پہونچا ہے۔ ہیں اگر ایرانیوں کے دخول پر یقین نہ کیا جاتا تو کیا اعلان بطور ثبوت موجود تھا؟

اس ابلہ فریبی کی تہہ پر چکے کیاں ہے اور جوں جوں ہم اس معاملہ میں مزید غور کرتے ہیں ان حیلوں اور چالوں کا جو ایسے مناسب طریق سے عمل میں لائی گئیں۔ یقیناً زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

اعلان کی ایک طرف ڈھال دوسری طرف تلوار بالکل بے معنی ہونگی۔ مگر معزوفتوں کا قصہ جو اسے پورا کرنے آئے کیا ہے؟ اعلان سرتاپا غلط ہے۔ اور ہمارا یقین کلی ہے کہ سازش اور اسلامی سازش کی کھلی ہوئی حالت ہے۔ بیشک کسی اور طرف اس اعلان کو منسوب کرنا غیر ممکن ہے۔ پھر وہ کون تھا جو اعلان لایا اور لکھا؟ میں یقین کرتا ہوں کہ ایڈیٹر اخبار سے اس کا جواب مل سکتا ہے۔ جس نے اس مضمون کو کثرت سے شائع کیا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مضمون اس کا حسب دلخواہ ہے جس پر وہ پوری طرح حاوی ہے۔ اس کے پاس اس کی اصلی نقل ہے۔ اور اسی سے اس کی وضاحت ہو سکتی ہے۔ اور بلاشبہ پوری طرح اس کو علم ہے کہ اعلان کا لکھنے والا کون ہے۔

میں نہیں چاہتا کہ ایک ہی مضمون پر اظہار ہوں اور اخبارات کے اقتباس پیش کر کے اسلامی سازش کا ثبوت دیے جاوے۔ مگر اس میں ہی اسلامی سازش مجھے نظر آتی ہے۔ اور دیگر شہادت سے بھی اس کا ثبوت میرے لئے دشوار نہیں۔ ہر حال ایک اور اقتباس ہے جسے یہاں چھوڑ دینا بہت بڑی غلطی ہوگی۔

مورخہ ۱۳۔ اپریل کے پرچہ کا اقتباس ہے اور سر تھیمپلس میٹ کاٹ کی شہادت کے مطابق جو انہوں نے بیان کیا ہے کہ غدر سے پندرہ روز قبل مجسٹریٹ کے نام ایک گناہم درخواست آئی تھی کہ شہر کا کشمیری دروازہ انگریزوں سے چھپن لیا جائیگا کیونکہ شہر کا استحکم مضبوط مقام ہی ہے۔ جو کہ شہر اور دہلی کی چھاؤنی کو باہم ملاتا ہے۔ دیکھتے صادق الاخبار کا وہ اقتباس جس میں لکھا ہے کہ میرے دوست نے اس اعلان کی اپنی نقل کر لی

ہے۔ پس سب سے پہلے جب کبھی شہر میں ہنگامہ برپا ہوگا۔ اس دروازے پر قبضہ کیا جائے گا۔ اس سے بچہ بنا سب سے ترقیوں فلس شکاف کہنے ہیں کہ گو یہ درخواست کبھی حصول نہیں ہوئی۔ مگر معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ لکھی گئی تھی۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں ہندوستانیوں کے خیالات کیا تھے؟ پس کوئی شک نہیں رہا کہ وہ اقتباس بھی اسی عجز سے نکلا تھا۔ اور اس درخواست کے مضمون کی سچی تفسیر تھا۔ جسے ایڈیٹر نے بلا خوف و خطر چھاپ دیا۔ کتنی حکمت اور دانائی سے تجویز گھڑی گئی تھی۔ تاکہ صرف انہیں لوگوں کی سمجھ میں آ سکے۔ جو اس راز سے واقف ہوں۔ مگر اب سب پر روشن کر دیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر کہتا ہے کہ مجسٹریٹ کی عدالت میں کئی درخواستیں گزری ہیں۔ اور ان میں یہ لکھا ہے کہ آج سے ایک ہفتہ کے بعد کشمیر پر حملہ کیا جائیگا۔ جس کی خوبصورتی و فرحت افزائی کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

”اگر ایک کباب شدہ جانور کشمیر میں پہنچ جائے تو اس کے بھی بال و پروہاں پیدا ہو جائیں گے۔ اور یہ الٰہی ہشت کہنے والوں کے قبضہ میں آجائیں گی۔“

دریافت کیا جائے کہ دہلی کے مجسٹریٹ کو درخواست دینے والے کیونکر کشمیر لے سکتے تھے۔ اور اب کون نہیں سمجھ سکتا کہ شہر دہلی کے کشمیری دروازہ کو اس کے مہنام ملک سے موسوم کر کے پردہ ڈھانپ دیا ہے اور خوبصورتی و فرحت افزائی کو کشمیری دروازہ کی گذشتہ خوبصورتی پر محمول کیا ہے۔ میں یہاں عذر کہنے کے لئے نہیں ٹھہرتا تاکہ آیا ہر غریب و مسکین کی تھیل کلامی سے موجودہ مزم مراد ہیں یا کیا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ دروازہ پر قبضہ کر لینے سے انہیں اپنے لئے بچے ہوئے بال و پروہاں دست ہو جانے کی امید تھی۔ اور اس کے ذریعہ مرتبہ اعلیٰ پر پرواز کرنا

لے گذشتہ شوکت و عظمت۔

چاہتے تھے۔ ۱۳ اپریل کو یہ بیان کرنا کہ آج کی تاریخ سے ایک ہینہ بعد بہت سخت ہنگامہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی اس جگہ افسروں پر فیر کئے گئے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ ایڈیٹر صاحب صادق الاخبار کو سازش سے ضرور واقفیت تھی۔ ورنہ وہ اتنی صحیح پیشین گوئی کی اقلیم میں بلند پروازی کر کے نہیں پہنچ سکتے۔

ایڈیٹر کی مذکورہ بالا دانشندانہ خبر اور جواں نخت کی نا تجربہ کارانہ گفتگو ایک دوسرے کی مثال ہیں۔ اور فی الواقع تحیر خیز ہیں۔

۱۱۔ سنی کو حملہ کیا گیا جس کی اطلاع پیشتر دی جا چکی تھی۔ اور اس کے بعد وہی ہوا جو ذکر ہو چکا ہے۔ پس کیا میرے سامعین میں سے کوئی ہے۔ جو کہے کہ بہت گہری اور خفیہ سازش کو اس سے کچھ واسطہ نہیں!

یہ یزید کا اس سے گہرا تعلق رکھنے کا ثبوت یہیں تمام نہیں ہو جاتا۔ بلکہ کچھ اور

بھی ہے۔ "موجود" جیستی جو صرف بادشاہ کا لازم ہی نہیں بلکہ ان کا منہا صاحب خاص اور ہمیشہ ان کی خدمت میں رہنے والا تھا۔ مسٹر ایوریٹ کو علیحدہ لے جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اپنی فوج سمیت کمپنی کی فوج سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اور بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لو۔ کیونکہ ہوسم گرامیں ہر جگہ روسی دکھائی دیں گے۔ مسٹر ایوریٹ خندہ زدن ہوتے ہیں اور اسے اس شخص کی بے وقوفی تصور کرتے ہیں۔ لیکن اب ہمارے پاس کافی ثبوت ہیں کہ وہ کوئی بڑی گہری بات تھی۔ چنانچہ ان کی دوسری ملاقات میں جو غالباً ایک ماہ بعد ہوئی۔ جبکہ غدر برپا ہو چکا تھا۔ "موجود" کہتا ہے۔ "کیا میں نے نہیں چلے آنے کے لئے نہیں کہا تھا؟" اور پھر تاکید کی شرح بیان کرتے ہوئے شیدی قبر کا پورا قصہ بیان کرتا ہے۔ کہ وہ کیونکر شاہ دہلی کی سفارت لے کر قسطنطنیہ گیا۔ اور اس نے روانگی کے وقت کہ جانے کا کیسا بہانہ کیا۔ مجھے یہ تشریح بالکل تعجب خیز دکھائی دیتی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

ہنگامہ میرٹھ ہی صرف بغاوت کی بنا نہیں تھی۔ بلکہ بغاوت کی مگرڑی عرصہ سے بہت بڑا حال اتن رہی تھی۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان ویسی افسران اور اہل رجسٹری دہلی میرٹھ میں کوئی گہری سازش نہیں تھی؟ مسٹر ایوریٹ بھی آخر عیسائی تھے۔ جنہیں باغیوں نے اپنے ہمراہ ملا نا چاہا۔ اور خبر نہیں کہ اگر ان کی بجائے کوئی مسلمان افسر ہوتا تو بیشک وہ عیسائیوں کے حکوم رہنے پر بادشاہی ملازمت کو ترجیح دیتا اور جس زمانہ میں بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لینے کی ان سے استدعا کی گئی تھی میرٹھ کے کورٹ مارشل کی خبر دہلی میں بالکل نا معلوم تھی کیا اس سے بھی نہیں معلوم ہوتا کہ تیاری بہت عرصہ پہلے سے ہو رہی تھی اور ان سے کہا کس نے تھا کیا صرف ایک خانگی ملازم ایک ادنیٰ اردلی گروہ کنایہ طور نظر کپوں نہ ہو جن اپنے آقا کے حکم کے ایک رسالہ را اور پوری پلٹن کو گورنمنٹ کی ملازمت سے بڑھ کر اگر خود ملازمت دے سکتا ہے؟ اتنے بڑے گروہ کو شاہی ملازم دے دئے بادشاہ کے اور کون عطا کر سکتا ہے؟ میں استدعا کرتا ہوں ان لوگوں سے جو میرے مخاطب ہیں۔ کہ ان سوالات پر خوب غور کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ کیا ملازم کی شرکت اس سے ثابت نہیں ہوتی؟ ہمیں کند لال سکریٹری سے بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ تین سال قبل کچھ پیدل سپاہ متعینہ دہلی بادشاہ کی مرید ہو گئی تھی۔ اور اس موقع پر بادشاہ نے ہر ایک کو ایک شجرہ دیا تھا۔ جس میں ان کے متقدمین کے ہمارے احکام تھے۔ جو ایک دوسرے کے مرید ہوتے گئے تھے۔ اور خود بادشاہ کا نام بھی ان میں شامل تھا۔ اور ایک ایک سرخ رومال اپنی برکت کی علامت کے طور پر دیا تھا۔ اب سے تین سال قبل شیدی قبیلہ کی سفارت ایران وقوع میں آئی تھی۔ اور مسلمانوں کی سازش کی ابتدا بھی اسی وقت سے ہوئی۔ ایک ہی موقع کا انتخاب کرنا۔ جس میں ایک طرف تو بے انتہا زہد و تقویٰ کی نمائش۔ دوسری طرف بادشاہی شان کا غیسر معمولی دکھاؤ۔ پوری طرح ہمیں بتاتا ہے کہ ضرور

ان دونوں باتوں میں کوئی نہ کوئی پولٹیکل چال مضمر تھی۔ لفٹننٹ گورنر کے ایجنٹ نے ان نمائندوں کا اسناد کر دیا تھا۔ لیکن گواہ کہتا ہے کہ اس روز سے فوج میں اور بادشاہ میں تقاروف ہو گیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ مسعود قرار واد جرم میں پانچ باتیں اور اضافہ کی گئی ہیں۔ یعنی پیرزادہ حسن عسکری کے بیان کردہ خواب اور پیشین گوئیاں، شہیدی قبر حبشی کی سفارت مظنطنیہ و ایران، ہندوؤں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کا مدبرانہ منصوبہ، ہندوستانی پریس کی مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کی تحریک اور آخری یہ کہ ویسی فوج کے ہندو مسلمانوں کو ایسی اور دیگر قسم کی تدبیروں سے وفاداری سے منحرف کرنا، کیا ان پانچوں باتوں میں جرم کی شرکت کا پتہ ملتا ہے یا نہیں؟ اگر سوال ہذا کے جواب میں جیسا کہ مجھے یقین ہے اعتراف کیا جائے تاہم ایک بات اور باقی رہ جاتی ہے جو شاید اہم ترین ہے یعنی آیا وہ ان تمام معاملات میں مقتدار ہے یا مقتدی؟ یا حقیقی متحرک کر نیوالے میر قافلہ اور مشیوار ہے؟ یا رہنما یا تابع فرمان؟ یا کٹھنہ پتلی یا مرشدانہ چالوں سے مذہبی تعصب کی ترقی کے لئے کوشاں؟ میں یقین کرتا ہوں کہ کئی آدمی سو خالذہ کی طرف متوجہ ہوں گے معلومہ اسلامی تعصب سب سے پہلا حملہ آور تھا اس خاص مذہب کا کلبہ و تعصب حکومت کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ مغویانہ سازش اس کا وسیلہ لازم اس کے دانشمند کارکن اور ہر ایک ممکن جرم بھیانک انجام۔

میرا خیال ہے کہ علاوہ شاہی خاندان سے وابستہ ہونے کے لازم ہندوستان میں مذہبی شان و لاویزی سے دیکھے گئے ہیں۔ پولٹیکل اور مذہبی پی ہر دو متحدہ قوتیں تھیں جنہوں نے لازم کو سازش میں مدعو کیا۔ اسلامی جوش و تعصب ہم ہر جگہ پاتے ہیں۔ جو کاذبات سے عیاں ہے اور عرضیوں میں وہ چمک رہا ہے اور اپنے اعمال میں نہایت قوی الاثر ہے۔ اس کے موثر حملہ سے غلطی ملنا بہت مشکل نظر

آتا ہے۔ شہزادہ مرزا عبدالکریم اپنے ملاقاتی اور بچپے وقت کے دوست کو لوٹ لینا پھر اپنے چچا کو قتل کرنے کے لئے بھیجا اس کی مبالغہ آمیز مثال نہیں ہے۔ پھر ایک مسلمان افسر مرزا تقی بیگ پشاور کی جو گورنمنٹ برطانیہ کی ملازمت میں معزز عہدہ پر ممتاز ہوئے اور معتدل تنخواہ پانے کے باوجود اپنی کتابوں میں سے کتنی سلیم الطبعی سے حوالہ دیتا ہے کہ "ایک انقلاب ہو گا۔ اور حکومت برطانیہ بالکل نیست نابود ہو جائیگی۔ اس سے بھی زیادہ کریم بخش دہلی کا سیکرٹری والا اسکا متبع پایا جاتا ہے۔ جو انگریزی تنخواہ پاتے ہوئے فارسی کی تعلیم و تعلم سے فائدہ اٹھا کر دوسری رجسٹروں میں خفیہ مرسلات بھیجتا ہے کہ سیکرٹری کے ساختہ کارٹوس مجرب کئے گئے ہیں۔ اور سپاہیوں کو اس معاملہ میں اپنے انگریز افسروں کا اگر وہ کچھ کہیں تو یقین نہ کرنا چاہئے۔ غور کیا جائے کہ شخص کشا بڑا خائن ثابت ہوا۔ پھر جبکہ بادشاہ کی فوجیں سیکرٹری پر حملہ آور ہو رہی تھیں تو کسی سرگوشیاں کر رہا تھا کیا اس کی سازش میں شرکت کرنے سے کوئی انکار کر سکتا ہے جبکہ ظاہر انگریزوں کی نوکری کر رہا تھا۔ مگر باطن میں ان لوگوں سے ملا ہوا تھا جو انگریزوں کی تباہی کے درپے تھے؟

میں بہت خوشی سے ایک بات کا حوالہ دیتا ہوں۔ وہ محمود رویش کی درخواست ہے جو ایک حیرت انگیز خط ہے جسے مسٹر کالون لفٹنٹ گورنر آگرہ کو اس فریضہ و بہادر شخص نے بھیجا تھا۔ اور یہاں اس کا ذکر کئے بغیر نہ رہنا چاہئے۔ جو کہ ایک مسلمان کی طرف سے برطانیہ کی وفاداری میں ایک بہترین مثال ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ اس دوسری درخواست کو شامل نہیں کر سکتا۔ جو بی بی خاں کی طرف سے بنائی جاتی ہے۔ جو بادشاہ کو ارسال کی گئی تھی۔ اور کہتے ہیں کہ لکھا ہوا تھا۔ "عورتوں اور بچوں کا قتل ناجائز ہے۔ پھر درخواست کی گئی تھی کہ ملائے دین سے فتوے لیا جائے چنانچہ جب سے میں نے اسے عدالت میں پیش کیا ہے۔

اس کے اس وقت لکھے جانے میں بھی کئی شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ اور عجب نہیں کہ وہ بی پر قبضہ ہو جانے کے بعد بفرض النام و منافع حاصل کرنے کے لکھی لی ہو۔ اس کے ایسا ہونے کا یقین اس وجہ سے ہوتا ہے کہ بنی بخش خاں حبیبی حیثیت کا آدمی بادشاہ کو ایسی نصیحت کرنے یا تحریک کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ کہ سپاہ کو پہلے اپنا غصہ بادشاہ پر اتارنا چاہئے۔ چنانچہ بنی بخش خاں ڈینگ مارتے ہیں کہ میں نے ایسا لکھا۔ بے شک کچھ مثالیں ایسی ہیں جن میں مسلمانوں نے انگریزوں سے اچھا سلوک کیا۔ اور وہ بوجہ قلیل ہونے کے بہت دلچسپ ہیں۔ ہم اس سے استنباط کر سکتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کا ان کے پیروں کے دل پر اثر نہ ہوا۔ ورنہ ایسی تعلیم ایسے اصول علم الہی۔ کیا انہیں خوشخواری و معویانہ جرائم کی طرف لے جاتے۔ یہاں تک کہ عام انسانیت بھی ان کے افعال سے بالآخر ہے۔

(سرکاری وکیل صدمہ کے سبب عقل سے خارج ہو گیا تھا ورنہ ایسے

الفاظ نہ کہتا۔ کیا اس کو عیسائیوں کے وہ مذہبی جہڑن یاد نہ آئے جنہوں

نے یورپ میں لاکھوں گینا ہوں کا خون بہا دیا۔ حسن نظامی)

ایڈریس ہل کے درمیان میں نے بار بار مسلمانوں کی سازش کا ذکر کیا ہے اور

ہم بے شک ۱۸۵۷ء کے واقعہ ہائے کو اسی کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ میں نے بتانے

کی کوشش کی ہے کہ ملزم ہندوستان میں بطور پیشوائے دین کے ہیں۔ اور اس

سازش میں بھی بطور لیڈر کے شریک رہے ہیں۔ میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ پریس

نے اور مسلمانوں نے مل کر ہندوؤں کو بھڑکایا۔ اور خصوصاً فوجی سپاہ کو

اشتعال دلایا۔ نمبر ۸ لائٹ کیولری کے سواروں کا کارٹوس لینے سے انکار

کرنا ثابت کر سکتا ہے کہ ایسا ہی ہے۔ ان ۸۵ سواروں میں سے زیادہ حصہ

مسلمانوں کا تھا۔ اور ان لوگوں کی کوئی ذات پات نہ تھی۔ اس حالت میں اگر گائے یا سور کی چربی بھی کارٹوسوں پر ملی گئی ہوتی۔ تاہم ان کے پاس کوئی مذہبی اعتراض نہیں تھا۔ دوکیل صاحب بالکل غلط کہتے ہیں۔ سور کی چربی کو ہر مسلمان حرام سمجھتا ہے۔ حسن نظامی

کپتان مائینو ہیں بتاتے ہیں کہ انبالہ کے سپاہیوں میں مسئلہ کارٹوس پر چرب بحث ہوتی تو مسلمان ہنستے تھے۔ اسی سے ہم جان سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا مقصد کھلم کھلا بغاوت تھا۔ اور ایسی حرکت کرنے کا کوئی قابل پڑ پرائی عند در یا معافی کے لائق کوئی وجہ وہ نہیں رکھتے۔ اور پھر اگرچہ ان کی تکلیفوں کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ تاہم انہوں نے بغاوت کی۔ اور ہندوؤں کو بے دہرم ہو جانے کا خوف دلا کہ اپنے ہمراہ شامل ہونے کی ترغیب دی۔ میں نے جو یہ کہا کہ ہندوؤں کو شامل ہونے کی ترغیب دی تو اس کا ہمارے پاس بین ثبوت ہے اور وہ ایسی بات ہے جس میں مسلمان اپنے شاکی دوستوں کی سہرومی نہ کر سکے۔ اور ہندوؤں کو بھی اس حکمت عملی کے دوسو ٹکڑے لٹکانے میں زیادہ غور کی ضرورت ہوتی۔ چنانچہ ایک گواہ جس کا حوالہ بار بار دیا جا چکا ہے ہم سے بیان کرتا ہے کہ لڑائی کے بعد ہی فوراً ہندوؤں نے اپنے رفیق مسلمانوں کو ملاست کرنی شروع کی کہ تم نے ہمیں درغلا یا۔ اور تذبذب میں پڑ گئے کہ کیا دراصل انگریزی گورنمنٹ ہمارے مذہب میں دخل دینا چاہتی تھی۔ ہندو سپاہیوں کی کثیر تعداد نے کہنا شروع کیا کہ اگر ہمیں یقین ہو سکا کہ ہماری جان بخشی کر دی جائے گی۔ تو ہم پھر گورنمنٹ کی ملازمت میں آجائیں گے لیکن مسلمان اس کے برخلاف کہتے رہے کہ بادشاہ کی ملازمت انگریزی ملازمت سے بدرجہا بہتر ہے اور نواب راجہ بادشاہ کو فرج کثیر سے مدد دیگے اور آخر کار ہم ہی فائدہ مند ہونگے۔ اگر ہم ان واقعات پر سرسری نظر ڈالیں جو دوران کارروائی میں وقتاً فوقتاً ہمارے

پیش ہوتے رہے ہیں۔ تو ہم دیکھیں گے۔ کہ صرف مسلمان ہی غلش دار پیکار ہیں جو باہم جڑے ہوئے ہیں۔ (اسلامی اخوت تو ہمیشہ عیسائیوں کو غار کی طرح کھٹکا کرتی ہے۔ وکیل صاحب کو اس پر جس قدر حصہ آئے کم ہے۔ حسن نظامی، ایک مسلمان پیرزادہ اس کے فرضی خواب اور بنادنی طاقت اعجاز۔ ایک مسلمان بادشاہ اور ان کی ضعیف الاعتقادی وار کتاب جرائم۔ ایک مسلمان خفیہ سفارت اسلامی طاقتوں ایران و ترکی کو برا بھلا کہنے کے لئے۔ ہماری طاقت کے زوال کی نسبت مسلمان پمیشین گویاں ہماری حکومت مثلاً اسلامی حکومت کا خیال، مسلمانوں کا کیا ہوا جابرانہ قتل۔ اسلامی غلبہ کی خاطر جہاد۔ ایک مسلمان پریس کا اشتعال دلانا۔ اور مسلمان سپاہیوں کا بغاوت کرنا۔ ہندوؤں کے متعلق میں ضرور کہوں گا کہ یہاں اس پر زور افور کیا جائے۔ اور روشنی ڈالی جائے۔ کیونکہ وہ تو فقط ہمیشہ اپنے پیش قدم ہمسائے کے حکم پر فار رہے ہیں۔

اسلامی سازش کی بحث اب ختم ہو گئی۔ میرا یہ مدعا نہیں ہے کہ دیگر سازشی ہماری پیش نظر کارروائیوں سے بری ہو گئے۔ کیونکہ یہاں میں نے صرف ان لوگوں کو منتخب کیا ہے جو مجھے سب سے زیادہ بڑھ کر ذمہ دار نظر آئے۔ میں بیٹھنے کے قبل چاہتا ہوں کہ ایک سوال کروں۔ اور کپتان مارٹینز کی شہادت میں سے جواب دوں کیا تم نے کبھی سپاہیوں کو یہ شکایت کرتے سنا ہے کہ انگریز پادری ہندو ستائوں کو زبردستی عیسائی کر دیتے ہیں؟

جواب۔ جی نہیں۔ عمر کبھر میں کبھی نہیں (اس موقع پر مجھے ناظرین کو صریح سید احمد خاں کی کتاب اسباب بقاء و تہذیب ہند پڑھنے کی سفارش کرنی چاہئے جس سے وکیل صاحب کی غیب تردید ہوتی ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے کہ عیسائیت پھیلانے کا خط بھی غدار کا بڑا سبب ہے۔ (نظامی) میں نہیں جانتا کہ وہ ایک شبہ بھی اس کا خیال کرتے ہوں؟ میں یقین کرتا ہوں

کہ کوئی افسر ایسا نہیں ہے جسے سپاہیوں کے طرز عادات سے بخوبی بہت واقفیت نہ ہو۔ یا
 ایسے احساسات و جذبات کو نہ جانتا ہو۔ بلکہ اس خیال کی تصدیق کرے گی کہ عیسائی مشن کا
 ہندوستان میں کوئی خوف نہ تھا۔ مناسب طریقے سے تبلیغ مسیحیت ہندوستانیوں اور فرجیوں
 کو خوف نہیں دلاتی۔ اگر وہ وعظ و نصیحت جو فقط تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے یہاں کجائے تو کسی
 مذہب کو تعصب نہیں ہو سکتا۔ پیر وان مسیح کی تعداد میں ترقی کی کوشش جہاں تک مجھے
 معلوم ہے ہندوستانیوں میں بری نظر سے نہیں دیکھی جاتی۔ اور اگر اسے اسکی اصلی شان
 سے پیش کیا جائے تو کوئی شک نہیں کہ انکی آنکھوں کے سامنے سے موجود تاریکی کا پردہ
 دور ہو جائیگا اور معلوم ہوگا کہ مسیحیت کوئی ذات نہیں ہے اور وہ ہر چیز کہاں کا حکم دیتی ہے
 اگر یہ تو غیر گھٹانے والا خیال ان کے دلوں سے دور ہو جائے تو ساتھ ہی ہندوؤں کا خوف
 بھی غائب ہو جائے گا۔ وہ دیکھیں گے کہ مسیحیت کو زبردستی پھیلانا غیر ممکن ہے۔
 اور ان کے دل سے بغاوت کا یہ قوی ترین ہتھیار نکال ڈالنا چاہئے۔ لیکن اگر میں
 یوہنی کہتا چلا جاؤں تو حکومت کی پالیسی کی جھگنی کر رہا ہوں گا۔ پس میں عدالت کا
 شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ بغور میری طرف متوجہ رہی۔ اور ساتھ ہی مسٹر مرنی مترجم
 کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اس میں اور دیگر مقدمات میں قابل قدر اعانت
 کی۔ مشرقی علوم میں انہیں کامل دستگاہ ہے۔ زبانی انہجارات میں طراری اور
 مستعدی جس سے تمام مختلف نوشتوں کو ترتیب دیکر پڑھنا۔ اور بغیر معمولی وقت
 کے دستاویزوں کا صحیح اور ان کے مفہوم کو قائم رکھتے ہوئے ترجمہ کرنا ثابت کرتا
 ہے کہ فارسی اور اردو پر انہیں پورا عبور ہے۔ ان کی کاغذات کے علاوہ جو لوٹ
 ہیں۔ نہایت قیمتی ہیں۔ اور میرے کہنے کے بغیر خود ہی مسٹر مرنی کی مترجمانہ اصلی
 قابلیت کا انہجار کر رہے ہیں۔ اگر میں اس طرح ان کے احسانات کا اعتراف نہ کروں
 تو ضرور میں اصفہ ہر دنا نقص رہ جائیں گے۔

دہلی

۹۔ مارچ ۱۸۵۵ء

ایف جے۔ ہیئرٹ میجر
ڈپٹی ایڈووکیٹ جنرل وکیل سرکار

عدالت تجویز رائے جو ریاں کے لئے ختم ہوتی ہے

تجویز رائے جو ریاں

عدالت اس شہادت پر جو اس کے پیش نظر ہے متفق ہے کہ ملزم محمد بہادر شاہ
سابق بادشاہ دہلی تمام جرائم کے مجرم ہیں جو ان کے برخلاف بیان کئے گئے ہیں۔

ایم ٹاؤس لفٹنٹ کرنل

پریڈیٹ

دہلی

۹۔ مارچ ۱۸۵۵ء

ایف جے۔ ہیئرٹ میجر

ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل

منظور کیا گیا اور بحال رکھا گیا

این۔ پنی۔ میجر جنرل

کمانڈنگ سپرنٹنڈنٹ ڈویژن

سہارن کی چپ

۹۔ اپریل ۱۸۵۵ء

عدالت تین بجے سے غیر معین وقت تک کے لئے ملتوی کر دی گئی۔

ضمیمہ کارروائی مقدمہ محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی

شہادت حکیم حسن الدخاں سابق طبیب بادشاہ دہلی

لاڈوالینبرف گورنر جنرل کی طرف سے بادشاہ کا نذرانہ دیا جانا موقوف ہو گیا تو وہ ہمیشہ منہمک رہتے تھے۔ پہلے تو انہوں نے اس معاملہ کے متعلق انگلستان کو لکھا۔ اور پھر ہمیشہ اس حکم کے برخلاف شکایت اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ نیز اس سے بہت رنجیدہ تھے کہ ان کی خواہش تھی کہ چھوٹا لڑکا مرزا جواں بخت ولیعہد مقرر کر دیا جائے۔ اور حق تھا سب سے بڑے بڑے مرزا فتح الملک کا اور جواں بخت کی کی ولیعہدی کی مخالفت کی تھی۔ تھوڑے عرصہ بعد مرزا حیدر ولد مرزا خان بخش پسر مرزا سلطان شکوہ اپنے بھائی مرزا مراد کے ہمراہ لکھنؤ سے آئے اور انہوں نے بادشاہ کو رضا مندر کے ایجنٹ لکٹنٹ گورنر کو لکھنے کی ترغیب دی کہ انہوں نے (بادشاہ نے) شہزادوں کو گورنٹ آفس میں اپنا ایجنٹ مقرر کیا ہے۔ مگر لکٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے منظور نہ کیا کیونکہ شہزادوں کو ایسے کام پر مقرر کرنے کا قاعدہ نہیں تھا۔ جاتے وقت لکھنؤ کے شہزادے اپنے ہمراہ کئی کاغذات لیتے گئے جن پر بادشاہ کی مہر ثبت کرائی گئی تھی۔ اور ان شہزادوں کو حرم سرانے شاہی میں بھی بٹارسوں تھا۔

لکھنؤ میں مرزا حیدر نے شاہ عباس کی درگاہ پر بادشاہ دہلی کی طرف سے ایک علم چڑھایا اور مہند کو ایک تحریر سی رقعہ دیا جو منسلک لکھا ہوا تھا اور جس پر بادشاہ دہلی کی مہر ثبت تھی۔ اس رقعہ میں تحریر تھا کہ بادشاہ دہلی نے شیعہ عقائد اختیار کر لئے یہ اطلاع دو تین شہزادوں سے ٹپی ہے۔ جو سنی مذہب رکھتے تھے۔ نیز کئی سنیوں کی عوضیوں سے بھی معلوم ہوا۔ جو بادشاہ دہلی کے نام سے موصول ہوا تھا۔

تھیں۔ ان میں سے میں ان لوگوں کو جانتا ہوں۔ امین الرحمن خاں ہاشمہ دہلی
مگر لکھنؤ میں بود و باش اختیار کر لی تھی رشیدی بلال جو پہلے بادشاہ کے ہاں ملازم
تھا۔ مگر کچھ لکھنؤ جا کر ملازمت کر لی تھی۔ جب یہ حالات دہلی میں معلوم ہوئے تو
کئی علماء بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمیں آگاہ کیا جائے
کہ یہ کیا بات ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ مرزا حیدر نے بادشاہ کی بہتر کام کاغذات
پر لگائی ہے جو خود اپنے ہاتھ سے لکھے تھے اور بادشاہ نے بھی ایک فرمان مجتہد کو دیا
ہے۔ پھر بادشاہ نے آگے کہا کہ ان کے فرمان میں صرف یہ لکھا ہے کہ وہ (بادشاہ)
اہلبیت سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اور جو ان سے محبت نہ کرے وہ مسلم نہیں
ہے۔ بعد ازاں بادشاہ کی درخواست پر لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے اس فرمان
کی نقل لکھنؤ سے سنگوا دی اور اس کا فہم لینے والے معنوں لکھا جو درخواستوں
میں ظاہر کیا گیا تھا۔ اس وقت یہ یقین کر لیا گیا تھا۔ کہ بادشاہ نے ملاوہ مجتہد کے
فرمان کے کچھ شاہ اودھ کو بھی لکھا ہو گا جو خود شیعہ تھے۔ اور مرزا حیدر نے ضرور بادشاہ
دہلی کو ان سے منکر فتح پانے کی امید دلائی ہوگی۔

ایک سال بعد خبر ملی تھی کہ مرزا نجف ایران گیا ہے۔ جو مرزا حیدر کا
بھائی اور بادشاہ دہلی کا بھتیجا تھا۔ مولوی بکری تباہی ہوئی یہ خبر بھی اخبار میں
شائع کی گئی تھی کہ مرزا سے شاہ ایران نہایت عمدگی سے پیش آیا۔ میں نے مرزا علی
سے جو مرزا نجف کا بڑا گہرا دوست تھا۔ دریافت کیا کہ آیا مرزا نجف بادشاہ
دہلی کا کوئی خط شاہ ایران کے پاس لیکر گیا ہے۔ اس نے اس کی تصدیق کی اور
بتایا کہ خط کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ دہلی نے شیعہ مذہب قبول کر لیا ہے اور آپ
ان کی امداد کیجئے۔ مزید یہاں اس خط میں بادشاہ دہلی نے اپنی خراب حالت کا
شکوہ کیا تھا۔ اور مفلوک الحالی ظاہر کی تھی۔ مرزا علی نجف نے ساتھ ہی یہ بھی

کہا کہ ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ چند ماہ بعد شیدی قبر کے کچ کی تیاری کی۔ اور کہ جانے کی اجازت چاہی پیر زادہ حسن عسکری کی مسرت رخصت مل گئی اور زور راہ کے لئے کچ خرچ بھی دیدیا گیا۔ اس کے چند ماہ بعد حاج مل ملازم گورنمنٹ برطانیہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا دراصل شیدی قبر کچ کرنے گیا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہ کچ کو گیا ہو بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایران گیا ہے۔ میں نے کہا مجھے علم نہیں لیکن خواجہ سراؤں سے خطیبہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دراصل وہ ایران گیا ہے۔ اور پیر زادہ حسن عسکری کی معرفت رات کے وقت اسے چند کما غذات دینے گئے تھے جس میں بادشاہ دہلی کی مہر ثبت تھی۔ اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شیدی قبر مرزا آصف کے پاس گیا تھا کہ کچھ خط و کتابت کا جواب لائے۔ یہ تمام حالات سینوں سے پوشیدہ رکھے گئے تھے۔ اور میں بھی ان میں شامل تھا ا کیونکہ بادشاہ کا مذہب مرزا حیدر نے تبدیل کر دیا تھا۔ اس کا ذکر بھی کرنا چاہئے کہ بادشاہ دہلی ان تمام خبروں کے سننے کے مشتاق رہتے تھے جو ایران اور بوشہر سے تعلق رکھتی تھیں۔

مرزا حیدر کوئی معمولی آدمی نہیں تھا بلکہ وہ بادشاہ دہلی کا خاص رشتہ دار یعنی بھتیجہ تھا۔ اور لکھنؤ سے ایک ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ پاتا تھا۔ وہ غاندانی شیعہ تھا اور اس کے دادا سلیمان شکوہ اور اس کے والد خان بخش دو بوشہر مذہب کے تھے۔ ان کے مذہب میں یہ بڑا ثواب ہے کہ غیر مذہب والے کو اپنا ہم مذہب بنا لیا جائے۔ علاوہ ان میں اس نے دنیاوی غامدہ کو بھی نظر انداز نہ کیا ہوگا۔ جو اسے تین ہم عقیدہ بادشاہوں کے ہونے سے حاصل ہو سکتے تھے۔ یعنی بادشاہ دہلی و لکھنؤ و ایران۔

اس میں شک نہیں کہ شاہ ایران سے خط و کتابت کرنے کی تجویز سب سے پہلے مرزا حیدر نے بتائی تھی جس نے اپنا ذاتی نفع بھی سوچا تھا۔ اور یہ بھی خیال

کر لیا ہوگا۔ کہ بادشاہ دہلی کے شیعہ ہونے کا حال شاہ ایران کو بذریعہ اخبارات مرزا نجف کے ہانے کے قبل ہی معلوم ہو جائے۔ تاکہ بادشاہ اس سے خاطر و مدارات سے پیش آئے۔ بہادر شاہ بادشاہ اپنے لائیکل منصوبوں کو پوشیدہ رکھنے کی بہت کم پرواہ رکھتے تھے۔ ان کے معمولی معمولی ملازم ان پر اچھا خاصہ اثر رکھتے تھے۔ چنانچہ خواجہ سراؤں سے کچھ بھی مخفی نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ہر ایک مقام پر جاسکتے تھے۔ بادشاہ اپنی بیگمات کو پولیشل معاملات میں شریک کرتے تھے۔ اور ان کی سنتے تھے۔ چنانچہ زینت محل بیگم کے خوش کرنے کو انہوں نے اس کے رطکے مرزا جو ان بخت کو اپنا لہجہ بنانا چاہا تھا۔ حالانکہ وہ بالکل کم سن اور اس مرتبہ کے لائق نہ تھا۔ خواجہ سراؤں کے قبضے میں تمام راز رہتے تھے۔ کیونکہ انہیں کہیں جانے کی ممانعت نہ تھی۔ حتیٰ کہ خلو خانوں میں بھی ہیدہرک جاسکتے تھے چنانچہ محبوب علی خواجہ سرا بادشاہ کے تمام معاملات کا مختار تھا۔

میں نے وہ خط بھی نہیں پڑھا جو بادشاہ دہلی نے شاہ ایران کو لکھا تھا۔ البتہ کچھ سننا سنا من و عن بیان کر دیا۔ میرے خیال میں بادشاہ دہلی نے ضرور مالی اور فوجی امداد چاہی ہوگی۔ بادشاہ روپیہ کی پشتش کرتے تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ طبع میں ہڑکر باوجود ضعیف العمری کے اپنا مذہب تک تبدیل کر دیا تھا۔

میں نے کبھی نہیں سنا کہ شاہ ایران کے خط میں ویسی فوج کو گورنمنٹ سے باغی کرانے کی تجویز بادشاہ نے کی ہو۔ اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کیا گیا ہوگا۔ کیونکہ اس وقت ایسا چہ نہیں تھا۔ بادشاہ دہلی نے صرف ایران سے قربت کرنے کا خیال کیا تھا۔ مجھے خواجہ سراؤں سے معلوم ہوا تھا۔ اور اسی وقت ان پر مہر شہت کی گئی تھی۔ اور شہیدی قبر کو دیکر ہایت کی گئی تھی۔ کہ انہیں لیجا کر مرزا نجف کو دیدے۔ اور گزشتہ خط کا اور اس کا جواب لائے۔

میں جانتا ہوں کہ ان کا خدات میں جو شیدی قبر کو دیئے گئے تھے۔ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو خواجہ سراسر در بتاتے۔ شیدی قبر ایران روانہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد اخبار میں شائع ہوا کہ مرزا نجف ایران پہنچ گیا ہے۔ شیدی قبر کے جانے کے ایک سال بعد صوبہ اودھ گورنمنٹ برطانیہ کے زیر نگین آ گیا۔ اور ہندوان گرد ہی میں بھی شیدی کی روداگی کے بعد بڑگانہ ہوا تھا۔

بہادر شاہ گورنمنٹ کی مرضی کے موافق نہیں تھے۔ گورنمنٹ کا خیال تھا۔ کہ ان کی وفات کے بعد قلعہ کو شاہی خاندان سے خالی کر لیا جائے گا۔ اور گورنمنٹ کا یہ ارادہ مرزا فتح الملک کو وسیعہ دی جانے کے بعد ظاہر ہوا تھا۔ اس وجہ سے بادشاہ اکثر کہا کرتے تھے کہ مرزا فتح الملک جس کی جانشینی کے بادشاہ مخالفت تھے) کو اپنی وسیعہ دی پر خوشی منانے کا بہت کم موقع ملا ہے۔ کیونکہ بادشاہ کے بعد اس کے جانشین کا کچھ اختیار نہ رہیگا۔ نہ اسے قلعہ میں رہنے دیا جائیگا۔

ایران کی لڑائی کے دوران میں بعض شہزادوں کا خیال تھا کہ اگر روس نے ایران کی مدد کی ہوگی تو انگریزوں کو ضرور شکست فاش ہوگی۔ اور ایرانی ضرور ہندوستان کے مالک ہو جائیں گے۔ بادشاہ کو بھی اس رائے سے اتفاق تھا۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ مرزا نجف نے ایران سے کوئی خط لاکر دہلی میں پہونچایا ہو۔ البتہ (اگر کوئی خبر سچ بھی ہو) تو اپنے بھائی مرزا حیدر کو براہ راست لکھنؤ بھیج ہوگی۔

بادشاہ کو ایران سے مدد پہونچنے کی امید تھی تو انہوں نے ہندوستانی والیان ریاست پر اثر قائم رکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ مرزا حیدر جب سے یہاں سے گیا۔ تو پھر واپس نہ آیا اور بھی شخص سازشوں کا بانی مہا بنی تھا۔ پہلے اس نے ہی شاہ ایران کو خوار کر دیا کرتے

کی صلاح دی تھی۔

بادشاہ لارڈ ڈائمنبروف کے مخالف تھے۔ کیونکہ انہوں نے مرزا جو ان نجات کو
ولسہد نہ کر کے مرزا فتح الملک کو تخت نشینی دیدی تھی حکومت برطانیہ سے یاکسی اور افسر
سے عواماً و ناخوش نہ تھے۔ اور مذہب مسیحیت کے دشمن تھے۔

مرید کرنے کی وجہ سے بادشاہ بہ نسبت دنیاوی رہنا ہونے کے دینی رہنا
زیادہ مانے جاتے تھے۔ صرف فوجی لوگ ہی ان کے مرید نہ ہوتے تھے۔ بلکہ ان کو لوہاروں
آدمی اپنا پیشوا ماننے لگے تھے۔ یہ رسم بہت قدیمی ہے۔ بہادر شاہ کے والد ماجد
بھی مرید کیا کرتے تھے۔ اور بادشاہ نے سرخ رنگین رومال دینا خود ایجاد کیا تھا۔
پیر زادگان دہلی نے جوشا بان دہلی کے روحانی معلم تھے۔ لوگوں کو تعلیم دی تھی کہ بادشاہ
روحانی معاملات میں زمین پر روحانی خلیفہ الہی ہوتا ہے۔ اور اس کی پیشوائی
ہر طرح مسلم ہے۔

میرے ناں حضرت حضرت خواجہ شاہ غلام حسن صاحب نے ایک روز
حکیم صاحب کے سامنے بادشاہ سے اس قسم کا ذکر کیا تھا۔ کہ بادشاہ
اسلام خلیفہ کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر یہ کوئی تعلیم نہ تھی۔ اور بادشاہ خواہ
کو جانتے تھے اور یہ اسلام کا سلسلہ سلسلہ ہے۔ (حسن نظامی)

علاوہ ازیں اس میں ایک فائدہ عظیم یہ ہے کہ مرید اپنے پیر کے تمام دنیاوی
اور دینی احکام قبول کر لیتا ہے۔ سب سے پہلے بادشاہوں میں مرید کرنے کا رواج
بہادر شاہ کے والد نے قائم کیا تھا۔ اول الذکر نے بہت سے لوگوں کو مرید کیا تھا۔
اور مریدوں سے صرف ایک سلسلہ میں جمعیت لیتے تھے میں نے کبھی نہیں سنا کہ جن
سپاہیوں نے بادشاہ سے بیعت کی تھی۔ ان کے ہاں ملازمت بھی کی ہو۔ غدر سے
پہلے کوئی مرید نہیں آیا۔ اور کسی کو سرخ رومال دیا گیا۔ مزید برآں پانچ مہینہ تک زمانہ

قیام دہلی میں کوئی سپاہی جمعیت کے لئے بھی حاضر نہیں ہوا۔ بلکہ مرزا اسل کے مضبوط شدہ کاغذات میں بھی کسی مریدی کی کوئی ایک درخواست بھی دستیاب نہیں ہوئی اور نہ ان کا تذکرہ پایا گیا۔ اور یہ کاغذات میری نظر سے گزر چکے ہیں۔ کارٹوس کے ہنگامہ کے بعد پانچ مہینے تک کوئی شخص آکر مرید نہیں۔ اگر کوئی ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا۔ ہمیشہ مسلمان ہی بادشاہ کے مرید ہوتے تھے۔ اور کسی ذات کا کوئی شخص مرید نہ ہوتا تھا۔

میں نے نہیں سنا کہ بادشاہ نے ہندوستانی فوجوں سے کوئی خط و کتابت کی ہو۔ لیکن وہ ویسی فوج کی نسبت جب کبھی کہیں لڑائی ہوا کرتی۔ تو متفکرانہ طور سے دریافت کیا کرتے تھے۔ اور چونکہ وہ گورنمنٹ برطانیہ سے ناخوش تھے اس لئے اس کی زک اور ہزیمت کی خبریں شوق سے سنتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ماسوا برطانیہ کے جو حکمران آئے گا۔ وہ ان سے بوجہ نسل شاہی ہونے کے نہایت عزت و توقیر سے پیش آئے گا۔ مگر قحطی دلوں بعد ان کو یقین ہو گیا۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کی تباہی کے ساتھ ہی ان کی خوش اقبالی بھی ان کے ہاتھوں سے ختم ہو جائیگی۔

مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ لیکن میں یقین کرنا ہوں کہ الحاق پنجاب کے بعد بسبب موقوفی بہتہ کے ویسی رجمنٹوں کی بغاوت کی خبر بادشاہ کو پہونچی تھی۔ اور مجھے وہ مہینہ تو یاد نہیں جبکہ کلکتہ کی رجمنٹ کے سب سے پہلے نے کارٹوس لینے سے انکار کرنے کی خبر پہونچی تھی۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے۔ کہ کلکتہ کے کسی انبار سے اطلاع موصول ہوئی تھی۔ اور جب کارٹوسوں کا چرچا پھیلنا ہوا تھا۔ تو یہ قیاس کیا گیا کہ تینا زیادہ چرچہ ہو رہا ہے۔ اتنا ہی جوش و غضب ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل جائیگا۔ اور ویسی فوج برطانیہ کو تاراج کر کے اس کی حکومت کا ماتمہ کر دے گی۔ اس وقت بادشاہ نے ظاہر کیا تھا کہ اس وقت ان کی حالت نہایت عمدہ ہوگی۔ کیونکہ جو طاقت حکمرانوں کے پاس

ان کی قدر و منزلت کرے گی۔

ظانہ ان شاہی کے شہزادے کہا کرتے تھے کہ یہ سب قلت روپیہ فوج یا تو
نیپال چلی جائے گی۔ یا ایران۔ مگر بادشاہ کے پاس نہ ٹھہر گئی

گوئے کار تو سوں کا اجراء ظاہری بغاوت کا باعث مانا جاتا ہے مگر اصل
ایسا نہیں ہوا۔ دسی فوج کے بعض افراد بہت روز سے اس کی کوشش کر رہے
تھے۔ کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ سے ناخوش تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان سے بہت جا برائہ
برتاؤ کیا جاتا ہے۔ نئے کار تو سوں کا ہانا اپنے حسب طلب پا کر انہوں نے اپنا کام
لکھلا۔ انہی باغیوں اور سازشیوں نے اسے اپنے اغراض کی ٹیٹ بنا کر اور کچھ اور
ندہ جی حاضر ملا کر تمام فوجوں کو حکمرانوں سے برگشتہ کر دیا۔ نیز انہیں یقین دہا کہ انہی
کی بدولت گورنمنٹ قائم ہے۔ اور گورنمنٹ ان سے نہیں لڑ سکتی۔ عام لوگ
راہبیت سے بالکل بے بہرہ تھے۔ اور خیال کرتے تھے کہ گورنمنٹ نے ہمارے
ندہ جی کو برباد کرنے کی ٹھانی ہے۔ اور دراصل یہی امر غور طلب ہے۔ کیونکہ کمائڈر رچیف
نے خود تہیہ کیا تھا کہ وہ دو سال میں تمام ہندوستان کو عیسائی کر لیں گے۔ اور اسی
وجہ سے باغیوں کی عیسائیانہ چال چل گئی۔ اور ناداؤت پہلک نے ان کی بات
کو سچ جانا۔

میرے خیال میں تو دسی فوج بہت پہلے سے گورنمنٹ کی مخالفت تھی۔ اور اگر
نئے کار تو س جاری بھی نہ کئے جاتے۔ تاہم وہ بغاوت کا کوئی دوسرا بہانہ ڈھونڈ
لیتی۔ کیونکہ اگر سپاہیوں کو محض ندہ جی وجوہات مانع ہوتے تو وہ فوراً لڑ کر

۱۔ انسانی خیالات گاہے گاہے پاکیزہ ہوتے ہیں۔ سپاہیوں کو یقین تھا کہ ان کا مذہب
خطرہ میں ہے اور اس کی حمایت میں وہ اٹھ کھڑے ہوتے۔ اگر لازمت ترکہ کر دیتے تو کیا ہوتا
ہوتا۔ عہدہ ان کو ایسا کرنے سے روکتے تھے۔ (حسن الشخان)

چھوڑ دیتے۔ اور اگر انہیں ملازمت کرنی ہوتی۔ تو وہ بغاوت نہ کرتے۔
بادشاہ کا خیال تھا کہ گورنمنٹ لوگوں کے مذہب میں مغل ہونا چاہتی ہے۔
مگر میں سمجھا دیا کرتا تھا۔ کہ یہ صرف بد معاشوں کی اڑائی ہوئی بات ہے۔ اور
انگریز بڑے عقلمند ہیں۔ وہ ایسا کوئی کام نہ کریں گے جس سے کسی کے مذہب میں
مداخلت ہو۔ اور وہ کسی فرج کو جس سے عمدہ خدمات کی توقع رکھتے ہوں۔ کبھی صدمہ
نہ پہنچائیں گے۔ جب کبھی میں سمجھاتا بادشاہ میری رائے سے اتفاق کرتے۔ مگر پھر خواجہ
سراؤں اور مصاحبوں کے بہکانے سے اپنے دیرینہ خیال پر آ جاتے تھے۔

میری موجودگی میں میرٹھ سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی تھی۔ دو مشنہ کو
طلوع آفتاب کے ابد ایک والنٹیر سپاہی جولاہوری دروازہ پر تعینات تھا۔ آیا۔
اور دیوان خاص کے خدمتگاروں سے کہا کہ میرٹھ میں سرکاری فوجوں نے بغاوت
کردی ہے۔ اور وہ بہت جلد وہی پہنچنے والے ہیں۔ اس خبر کے ایک گھنٹہ بعد ہی ملی
چھبونی کی رجمنٹ طلوع میں گھس گئی۔ اور اس کے بعد میرٹھ کی فوج آئی۔

میری موجودگی میں کبھی ایسا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ کہ میرٹھ میں کارٹوسوں سے
انکسار کرنے کی بنا پر سپاہیوں کو کورٹ مارشل ہوا ہے۔ اور یہ غیر ممکن نہیں ہے
کہ پانچ یا چھ روز بعد بذریعہ اخبارات معلوم ہو گیا ہو۔

مجھے یقین نہیں ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کی طرف سے تحقیق حالات
کے لئے میرٹھ بھیجا گیا ہو۔ نہ میں نے سنا کہ زمینت محل نے میرٹھ کسی کو روانہ
کیا ہے۔

بادشاہ کو اس وقت حیرت ہوئی جب ایک بیک فوجیں ان کے پاس آئیں
مجھ کو خود تعجب تھا کہ بغیر اطلاع اور بے شان و گمان یہ کیوں آگئیں۔ تاہم جیسے
کارٹوسوں کا ذکر سنا تھا یہ خیال کر لیا تھا۔ کہ کچھ نہ کچھ آفت ضرور آکر رہے گی

اسی روز شام کو جبکہ فوجیں آئی تھیں۔ میں نے بادشاہ کو سمجھا دیا تھا کہ ایسے لوگوں سے بھلائی کی امید رکھنا بے سود ہے۔ جنہوں نے اپنے مالکوں سے بغاوت کی ہو۔ اور پھر میں نے لفٹنٹ گورنر اگرہ کو بادشاہ کی طرف سے لکھ دیا تھا۔ اور اطلاع دیدی تھی۔ کہ فوجوں نے اپنے انگریز افسروں کو قتل کر ڈالا ہے اور بادشاہ کی بے بسی کا ذکر کر کے مدد طلب کی گئی تھی۔

صبح مجھے بادشاہ سے دو بدو ہو کر گفتگو کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ کیونکہ قلعہ فوجوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور میں کوئی گفتگو نہیں کر سکتا۔

بادشاہ باغیوں کی آمد کے لئے پہلے سے تیار نہیں تھے۔ چنانچہ جب میں نے اور غلام عباس وکیل نے آکر کہا کہ قلعہ دار صاحب اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر نے درخواست کی ہے کہ دو توپیں لاہوری دروازہ پر اور دو بالکیاں کیتان ڈگلز کے مکان پر پہنچا دی جائیں۔ تو انہوں نے فوراً حکم دیدیا اور کچھ عذر نہ کیا۔

کوئی نہیں بتا سکتا کہ چپاٹیوں کی تقسیم کا کیا مطلب تھا۔ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ سب سے پہلے یہ تدبیر کس نے نکالی تھی۔ قلعہ کے تمام لوگ حیرت میں تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور میں نے بذات خود بادشاہ سے اس سئلہ پر گفتگو نہیں کی مگر دیگر لوگ ان کے روبرو اس کا چرچہ کرتے اور متحیر ہوتے تھے۔ کہ یہ کیا امر ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ چپاٹیوں کی ابتدا فوجوں میں صوبہ اودھ سے شروع ہوئی تھی۔ پہلے پہل میں خود حیرت میں تھا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مگر سمجھتا تھا کہ یہ کسی خاص معاملہ کی طرف دلالت کرتی ہیں بعض کا خیال یہ تھا کہ چپاٹیوں کی ایجاد فوج سے ہوئی جو کسی رمز کی طرف اشارہ کرتی ہیں بعض کا اعتقاد تھا کہ ان میں کچھ جادو ہے کیونکہ وہ تمام ملک میں پھیل گئی تھیں۔ مگر یہ نہیں جانتا کہ کس جگہ سے

پہلے سچے تھیں۔ اور ابتدا کس شخص نے کی۔ نبض کا قیاس تھا۔ کہ کسی کا لب بزرگ کی ایجاد کی ہوئی ہیں۔ تاکہ ملک کے لوگوں کا مذہب اچھوتا رہے۔ جس کی نسبت خیال تھا کہ گورنمنٹ خراب کرنا چاہتی ہے۔

مجھے افسران فوج سے معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے بغاوت اس وجہ سے کی کہ گورنمنٹ نے کارٹوسوں میں چربی اور آٹے میں پٹیاں ملائی تھیں۔ تاکہ لوگوں کا وہرم خراب ہو جائے۔ اور عموماً ان کے ہتھیار اٹھانے کا یہی سبب بتایا جاتا ہے۔ لیکن میں نے حید حسن سے جو ویسی افسروں کا گہرا دوست تھا۔ یہ سنا ہے کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ اگر ہم لوگ باہم متفق رہے تو گورنمنٹ کی فوجیں ہمیں شکست نہ دیکیں گی اور ایک روز ہم تاج و تخت کے مالک بن جائیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ویسی فوجوں نے ملک گیری کی ہوس میں بغاوت کی تھی۔ اور مذہب کی آمیزش صرف ان کے اصلی ارادوں کی پردہ پوشی تھی۔ اگر وہ مذہب کے لئے لڑ رہے ہوتے تو کبھی لوگوں کے مکانات نہ لٹتے۔ اور طرح طرح کے ظلم نہ کرتے بلکہ صرف گورنمنٹ برطانیہ سے سرگرم جہال رہتے۔ بغاوت کرنے کے بعد فوجیں اکثر کہا کرتی تھیں کہ اب وہ تلج و تخت کی مالک ہیں۔ اور مختلف شہزادوں کو مختلف صوبہ جات میں لجا کر حکومت دی گئی۔

نمبر ۳۔ ویسی پیادہ رجمنٹ نے کہا کہ انہوں نے غدر سے قبل ہی میرٹھ کی فوجوں سے مشورہ کر لیا تھا۔ اور تمام چھانڈنیوں سے بذریعہ خط و کتابت ملے کر لیا تھا۔ کہ سب دہلی میں آکر جمع ہوں۔ ویسی پیدل کے اس بیان سے مجھے خیال گزرا کہ دہلی کے سپاہیوں کے نام جو خطوط موصول ہوتے تھے۔ ان میں اسی قسم کی باتیں ہوتی ہوں گی۔

دہلی کی باغی رجمنٹوں نے کئی اور رجمنٹوں کو اپنے ہمراہ شامل کرنے کے لئے

تحریر کیا تھا۔ اور بادشاہ نے بیٹیک باغی افسروں کی درخواست پر پہنچ، غیر درپہ
وغیرہ کی فوجوں کو اگر شامل ہونے کے احکام جاری کئے تھے۔ دہلی کے باغیوں
کے خطوط کا مضمون بالعموم یہی ہوتا تھا۔ کہ ”ہم میں کے ہتھیار یہاں آگئے ہیں۔
کیا تم بھی حسب وعدہ فوراً آؤ گے؟“ باغی افسروں کی استدعا پر بادشاہ منشیوں کو حکم دیا
کرتے تھے۔ کہ جیسا وہ افسر چاہیں لکھ دو۔ فوج کی بغاوت کے متعلق میں اور کچھ
نہیں سکتا۔ جو کچھ مجھے معلوم تھا۔ وہ بتا دیا۔

قبل از بغاوت فوجوں نے طے کر لیا تھا۔ کہ اپنی اپنی چھاونی کے انگریز مرد و
عورت کو اور بچوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ مگر میں مفصل نہیں بتا سکتا۔ کہ انہوں نے
کیا بندوبست کیا تھا۔ اتنا میں جانتا ہوں کہ ان کی جلد تداہیر اس وقت کی تیار کر دہ
نہیں تھیں۔ جب ہنگامہ برپا ہو چکا تھا۔

میں نے نہیں سنا کہ باغیوں نے اپنا کام شروع کرنے کے لئے کوئی خاص
تاریخ مقرر کی ہو۔ اگر کی ہوتی تو ان کے خطوط میں ضرور اس کا حوالہ ہوتا حالانکہ کسی
خط میں کچھ نہیں تھا۔ میرا دعا اس قسم کے حسب ذیل جملوں سے ہے۔
”تم نے غلام تاریخ کو بغاوت کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن تم اب تک نہیں آئے۔
پس تم نے اپنا وعدہ وفانہ کیا۔“

میں نے ہنگامہ برپا ہونے کا اوپر ذکر کیا ہے۔ میرا مقصد میرے لکھنے کے ہنگامہ
سے ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہنگامہ مذکور اچانک نہیں برپا ہوا۔ بلکہ عرصہ دراز
سے تدبیریں نچت و نہہ ہو رہی ہوں گی۔

میرے لکھنے کی بغاوت کا وقتاً ہو جانا اس سبب سے ہو گا کہ ان کو انگریز افسروں
کے جبر و انتقام کا خوف تھا۔ چنانچہ گلاب شاہ افسر کو لڑائی نمبر ۳۰۰ میرٹھ یہاں آکر
بیان کرتا تھا کہ انہوں نے (گورنمنٹ نے) فوجوں کو بے ہتھیار کر دیا ہے۔ اور

سواروں کو ماتو ذکر لیا ہے۔

نے کار تو سول کے ساتھ ہی سپاہیوں کو اور کئی تکالیف و پریشانییں خبر سے ان میں گورنمنٹ کی طرف سے بدلتی پیدا ہو گئی تھی۔ فوجوں کو کم رخصت ملنے لگی تھی۔ بھتہ بند کر دیا گیا تھا۔ فوجوں کو جہازوں پر سمندروں میں روانہ کیا جاتا تھا۔ وغیرہ۔ لیکن انہوں نے سب سے بڑھ کر اپنی لیاوت کا باعث اجرائے کار توں قرار دیا تھا۔ ان کی دیگر تکالیف پر چنداں التفات نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور اس کا سبب بالکل روشن ہے یعنی کار توں کو بدنام کرنے سے انہیں ایک مذہبی موقعہ ہاتھ آ گیا تھا۔ اور انجان لوگوں کو پورا یقین تھا کہ میک وہ مذہب کے لئے لڑ رہے ہیں۔

باغی گورنمنٹ برطانیہ کے لئے بہت حقارت آمیز الفاظ استعمال کرتے تھے۔ وہ انہیں نصاریٰ۔ کفار۔ وغیرہ ناموں سے یاد کرتے تھے۔ لیکن بالکل پائیدار ثقافت سے گریہ ہوئے الفاظ استعمال نہ کرتے تھے۔ وہ اکثر کہتے تھے کہ گورنمنٹ کسی رئیس کو کچھ زمین یا کوئی علاقہ نہ دے گی۔ اور ہندوستانیوں سے مہربانی سے پیش نہ آئے گی۔

وہی فوج میں ہندو مسلمان دونوں گورنمنٹ سے ناخوش تھے۔ مگر شہر میں روہی میں مسلمان بہ نسبت ہندوؤں کے زیادہ ناراض تھے۔ اور ان کی ناراضگی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ بقر عید کے موقع پر گاؤ کشی کا جھگڑا ہو گیا تھا۔ اور مقامی حکام کا فیصلہ مسلمان آبادی کے موافق نہ ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی شہور تھا۔ کہ گورنمنٹ سور کا گوشت کھلا کر ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا چاہتی ہے۔

سلطنت نصاریٰ کا انتظامی ترجمہ وزارتین (شہر وزارتہ سے ہے) اور عیسائی ہے لیکن صرف عیسائیوں کے لئے متعلق ہے۔

بعد ازاں یہ افواہ ہوئی کہ (نمبر ۱۱)۔ ڈیپٹی سپرینٹنڈنٹ نے اپنے افعال شیخ سے توبہ کی ہے۔ اور ان کی توبہ کا ثبوت یہ ہے کہ مخفی طور پر وہ رجسٹر سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ بات یہ تھی کہ بعض لوگوں نے ترقی خواہ اور سرکاری عہدوں کے لئے اپنے امیروں کو درخواستیں دی تھیں۔ چونکہ ان کی درخواستیں نامنظور کی گئیں۔ اس وجہ سے وہ زکری جھوڑ کر چلے گئے۔

شہزادے یا اہل قلعہ پہلے سے آگاہ نہیں تھے۔ کہ دہلی والیٹر رجسٹر نے گورنمنٹ کے برخلاف میرٹھ کی فوجوں سے سازش کی ہے۔ یہ صرف اس وقت آشکارا ہوا جب باغی فوجوں کے امیروں نے دہلی میں اس کا تذکرہ کیا۔ میرے خیال میں ہندوستانی رؤسا اور سپاہیوں کے مابین بغاوت کے قبل کوئی خط و کتابت نہیں تھی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رؤسا کے خطوط میں ضرور کچھ نہ کچھ اشارات ہوتے۔ مزید برآں باغی فوجوں کا کچھ حصہ ان والیان ریاست کے پاس چلا جاتا جو سازش میں شریک ہوئے تھے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ لہذا میرے خیال میں باغیوں نے خود ہی اپنی مرضی سے ہنگامہ برپا کیا۔ کسی دہائی ملک کی تحریک پر نہیں۔ کیونکہ ہوا میں ذکر حالت میں یا تو خود باغی ہی جا کر اپنے محرکوں سے مل جاتے یا انہیں شرکت کرنے کے لئے طلب کرتے۔

دیہاتی باشندوں پر باغی فوجوں کا کچھ اثر نہیں تھا۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ ان سے بہت نرمی سے پیش آتے نہ کہ ان کے مکانات کی لوٹ مار اور ان پر جبر و تعدی روا رکھتے۔ ہنگامہ برپا کرنے کے پیشتر باغی دہلی کی مسلمان آبادی سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ اگر ملے ہوئے ہوتے دہلی کے مسلمانوں پر ایسا ستم نہ ہوتا جیسا کہ انہوں نے توڑا۔

شہر کے روہیل طبقوں کی تحریک کی ضرورت نہ تھی۔ اس وقت کی بل چل اور

مشرخیزی نے انہیں سپاہیوں سے متفق ہونے کی ہدایت کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ گوجروں اور سپاہیوں کے درمیان کوئی مسامحہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن سپاہیوں نے بعد میں دہلی کے قرب وجوار میں رہنے والے چند گوجروں کو بادشاہ سے دونوں طرف سے دوائے تھے۔ جو انگریزی کپ کی رسد لوٹ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک شخص راؤ نامی کو ضلع بلند شہر میں سکندرہ کے متصل ایک نقارہ عطا کیا گیا تھا جو اسی منصب پر مامور تھا۔

دوران ہنگامہ میں حکومت انگریزی کو برا اور خراب نہیں کہا گیا جن لوگوں نے سپاہیوں کا حد سے بڑھا ہوا ظلم دیکھا تھا۔ وہ کیونکر حکومت انگریزی کے خلاف کہہ سکتے تھے۔

کیولرائی امیروں میں گلاب شاہ پیدل رجنٹوں میں افسران انگریزوں رجنٹ بادشاہ کے ملازموں میں شدید نا صراحت اور سخت خواجہ سرا کی خاص اشخاص تھے جنہوں نے انگریزوں کے قتل کی تحریک کی۔ سبب یہ ہے کہ گلاب شاہ اور اس کی جماعت باغ حیات بخش میں مقیم تھے۔ اور شاہی ڈپوڑ ہی پر خواجہ سراؤں کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے۔

میں نے اس معاملہ میں بادشاہ سے گفتگو کی تھی۔ اور اس وقت خواجہ سرا کی موجود تھی۔ ان لوگوں نے (خواجہ سراؤں نے) گلاب شاہ کی درخواست پر انگریزوں کے قتل کا حکم دینے کے لئے التماس کیا۔ اور میں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ دیوی خاندان

کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی ان کا ہمارا دینا زیادہ مفید ہوگا۔ اور پھر میں نے ان سے کہا کہ مفتیان شرع سے عورتوں اور بچوں کے خلاف قتل کا قوسے لے کر افسران کو دکھائیں۔ اور یہ بھی سمجھایا کہ انہیں اگر حالات میں رکھا جائے تو کسی

ایک طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کے آگے کر دے کہ ایک اور مار لو اور اگر جھکو کوئی ایک میل
ہیگا میں لیجائے تو تو پیل اس کے ساتھ چلا جا۔

بہر حال سرکاری وکیل کی پرچوش تقریر پر یہ حاشیہ کافی سمجھا جائیگا۔ اور یہ سمجھنے
میں کچھ دشواری نہوگی۔ کہ سرکاری وکیل نے اسلام پر جس قدر لازم لگائے وہ سب غلط اور
ذاتی چویش کا نتیجہ تھے۔

حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ بہادر شاہ میں پیر زادے حضرت حسن عسکری کا جبکہ جبکہ ذکر آیا ہے اور مقدمہ کی
ضرورت سے ان کا حال حدین مشتبہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم کتاب ہذا کے سلسلے
میں صاف اقلیت سے شہادت دینی چاہتا ہوں کہ وہ بزرگ بالکل بے عیب اور پاک نفس تھے باوجود
پر جو رینج ان کو حاصل تھا وہ ان کی جان لینے کا باعث نہ ہوا۔ جناب ذاب خضر صاحب دہلوی
پیشتر تحصیلدار نے اپنے والد مرحوم کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت حسن عسکری کی صورت ایسی
نورانی تھی کہ جوان کو دیکھتا تھا۔ مسخر ہو جاتا تھا وہ حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسویؒ کے
خلیفہ تھے ذاب خضر صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے والد نے مجھ سے ارشاد کیا کہ بیٹا
اگر تم حضرت حسن عسکری کو دیکھتے تو تم کو یہ خیال ہوتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی صحابی
جاسہ ہیں۔

افسوس ہے کہ حضرت حسن عسکری کو بھانسی ویدی گئی اور آج ان کا ذکر نامناسب الفاظ
میں کیا جاتا ہے۔ گردنیا کا انصاف اور سندوستان کی اقوام حضرت حسن عسکری کے نام کو شہرت
کے ساتھ یاد رکھتی ہیں۔

حکیم حسن رضا صاحب حوم

مقدمہ بہادر شاہ میں حکیم حسن رضا صاحب کا نام جبکہ جبکہ آیا ہے اور ان کی شہادت

تمام مقدمہ کی جان ہے وہ وہی کے ممتاز پیدوں میں تھے طبی اور دینی معلومات اعلیٰ درجہ کی رکھتے تھے۔ مدبری میں ان کے دل کو خاص و سنگاہ حاصل تھی۔ ان کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے دور اندیش شخص تھے۔ اور انہوں نے باغی افواج کے ابتدائی حرز عمل سے سمجھ لیا تھا کہ ان کا انگریزوں کے سامنے ٹھہرنا ناممکن ہے اور وہ وقت بہت مہلک و بالابہ جبکہ انگریزوں کی فوجیں فوج کر لیں گے اور ہندوستان پر ان کا پورا تسلط ہو جائیگا۔ اس واسطے انہوں نے اپنی پالیسی میں ضرر کی کہ ایک طرف بادشاہ کو نیک صلاحیں دیتے رہے اور دوسری طرف انگریزوں سے بھی خفیہ میل ل قائم رکھا اور یہی وجہ ہوئی کہ باغی افواج نے ان کو انگریزوں کا آدمی سمجھ کر قتل و قہد کا کسی مرتبہ ارادہ کیا۔ اور ان کا گھر بھی ڈنکا گیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ غدر سے لیکر آج تک دہلی میں ان کا نام نہایت نفرت و حقارت سے لیا جاتا ہے۔ اور بہادر شاہ کے نام سے چند اشعار مجبہ پڑھے جاتے ہیں جن میں حکیم احسن الدفان کو بہادر شاہ نے یہودی کہا ہے اور ان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی کا باعث قرار دیا ہے۔

پچھن میں میں نے خود اپنے والدین سے خصوصاً والدہ صاحبہ سے حکیم احسن الدفان کے خلاف بہت سخت اور بری بری روایتیں انگریزوں کی تائید کی تھیں مگر آج جب میں نے مقدمہ بہادر شاہ کو پڑھا تو ایسا تا میری رائے یہ ہو گئی کہ حکیم احسن الدفان مسلمانوں اور ہندوستان اور بہادر شاہ کے غدار نہ تھے۔ انہوں نے حکام کیا ملک و قوم کی ہمدردی کی وجہ سے کیا۔ اس میں ان کی ذاتی غرض کو کچھ دخل نہیں تھا۔ تمام الزامات کی تردید ان کی شہادت کرتی ہے جو شخص حکیم صاحب کے بیان کو غور اور انصاف سے پڑھے گا وہ فوراً سمجھ جائیگا کہ حکیم صاحب نے نہایت عقل مندی سے بادشاہ کو اور مسلمانوں کو الزامات نبھاتے سے بچانے کی کوشش کی ہے اگر وہ انگریزوں کے دوست اور ملک و قوم کے دشمن ہوتے تو ان کی شہادت سرسری و کھلی کے حسب منشاء ہوتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کا بڑا حصہ استغاثہ کے خلاف ہے۔ کہا جائیگا کہ شہادت کے بعض مہجروں کے خلاف بھی پائے جاتے ہیں۔ میں اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور انہی حصوں نے چٹک

حکیم صاحب کی ایمانداری کا قائل کیا۔ کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ ایمان اور سچائی سے کہتے ہیں ایک طرف انہوں نے بادشاہ اور شاہی خاندان کو بناوٹی الزامات سے صاف کیا دوسری طرف جو اصلی قصور تھے ان کا بھی اقرار کر لیا۔ لڑکیا انصاف سے آنکھ بند کر لی جائے اور کیا انقلاب پسندوں کے کسی ایسے جرم کو جو ان سے سرزد ہوا بیان نہ کیا جائے۔ اور کیا غدر شہداء میں باغیوں سے جرائم سرزد نہ ہوئے تھے۔ مجھے امید ہے کہ دہلی کی موجودہ نسل اور انبوالی نسلیں حکیم حسن العفان کے ساتھ آئندہ عناد اور نفرت کو دلیس نفرت باقی نہ دیکھیں گے کہ مقدمہ بہادر شاہ کی شہادت نے ان کو ملک و قوم کا اصلی دوست ثابت کر دیا۔

بہادر شاہ کے اشعار جو حکیم صاحب کی عجو میں پڑے جاتے ہیں یا جو عام چرچے ان کے خلاف کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ اشعار بہادر شاہ نے نہ کہے ہوں یا ممکن ہے کہ ان کو بھی کسی نے حکیم صاحب کی طرف سے بہکا دیا ہو۔ اور عوام کی شہرت تو کسی اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ یہ تو ہمیشہ بات کا تنگرہ بنالیا کرتے ہیں۔ ان کے دربار میں اکثر بے گناہ کو گناہگار اور گناہگار کو بے گناہ بنایا جا چکا ہے جس کی مثالیں آجکل بھی ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ جو لوگ حکومت سے ساز باز رکھتے ہیں۔ ان کو پبلک کا شیر خواہ سمجھا جاتا ہے اور جو پبلک کے غیر خواہ ہیں ان کو حکومت کا خوشامدی خطاب ملتا ہے۔

زینت محل حکیم صاحبہ مرحومہ

یہ بہادر شاہ بادشاہ کی چاہتی بی بی تھیں۔ مرزا جمال بخت انہیں کے لڑکے تھے جو ان کی شادی دہلی میں نہایت دیہم و اہم کے ہوتی تھی اور تین کے ہوتے لکھنے میں "نور اللغات" کی شہنشاہ کے افسانے شمس العلماء آزاد نے انجیات میں لکھے ہیں۔ ایام غدر میں ان پر بھی شبہ کیا گیا تھا کہ انگریزوں سے ملی ہوئی ہیں اور انگریزوں نے ان سے حوال بخت کو بادشاہ بنانے اپنی طرف لایا ہے۔ اسی واسطے باغیوں نے کئی مرتبہ بہادر شاہ سے یہ مطالبہ کیا

کہ زینت محل ہمارے سپرد کر دی جائیں۔ تاکہ ہم ان کو اس ہرم کی سزا دیں جیسا کہ بادشاہ کے اپنے بیان میں فرموا تھا ہے۔

مگر مقدمہ کی روداد سے اور انگریزوں کے ان خطوط سے جو صدر کے زمانہ میں ان کے پاس میں آتے جاتے تھے۔ اور جن کو جمل کے میں نے چھاپ دیا ہے کہیں ازینت محل کے ساز و باز کا اشارہ نہیں پایا جاتا۔ اور دشمنوں نے ان کی نسبت عداوت سے یہ ہے برکی خراڑا رکھی تھی سب سے جڑا ثبوت انگریزوں سے سازش نہ رہنے کا یہ ہے کہ صدر کے بدلائے رہنے کا مکان دیوار چٹیلہ کو دیدیا گیا جو آج تک ریاست پٹیلہ کے قبضہ میں ہے اور لشخانہ کے وسط میں یہ عمارت اس ہی موجود ہے اس کا پھاٹک بے مرگ نظر آتا ہے جس کے اوپر بہادر شاہ کی کبی ہوئی اور خاص ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تاریخ کنہ ہے۔ اگر زینت محل انگریزوں سے ساز و باز رکھی ہو تو ان کے رہنے کا مکان غیروں کو نہ دیا جاتا۔ یا ان کے اور ان کے بچوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک ہوتا جیسا کہ مرزا آہی بخش کے ساتھ کیا گیا۔

مرزا آہی بخش صاحب حوم

مجھے تعجب ہے کہ مقدمہ بہادر شاہ میں مرزا آہی بخش صاحب کا نام کہیں نہیں آیا۔ حالانکہ انہوں نے انگریزوں کی بڑی مدد کی تھی جس کے صلہ میں صدر کے بعد بارہ سو روپے ماہواران کی پنشن ہتھ رکھی گئی اور جو ان کے تین لوگوں مرزا سلیمان جاہ، ثریا جاہ، اقبال شاہ کو تقسیم ہو کر ملتی رہی اور اب ان کی اولاد کو مل رہی ہے۔ تیموریہ خاندان کے جتنے لوگ وہی میں سرکاری منشا سے مرزا آہی بخش صاحب کا خاندان ان لوگوں کا سروپر سمجھا جاتا ہے۔ جو وہ اتیں مرزا آہی بخش صاحب کی نسبت انگریزوں سے ساز و باز کرنے کی شہود میں۔ میں ان کو کوکھتا نہیں چاہتا۔ اس واسطے کہ مقدمہ ہذا کی سب میں مرزا آہی بخش صاحب کا نام ہی کہیں نہیں آیا۔ لہذا میں بھی سکوت اختیار کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

محفوظ مقام پر اپنے ہی بچوں جیسا سمجھا جائے۔ اور اس کے نتائج بھی جتنا دیئے جائیں
 اور سردار محمد اکبر خاں والی کابل کی نظیر پیش کی جہنوں نے دوران جنگ کے
 گرفتار شدہ انگریزوں کو بچا یا تھا۔ اور اسی سبب سے امیر دوست محمد خاں۔
 محمد اکبر خاں کے والد کو کس طرح آزادی ملی جو انگریزوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے تھے
 میری ہی باتوں کا اثر تھا کہ بادشاہ نے انگریزوں کے قتل کو منسوخ کر دیا۔
 اور دور و در تک یہی حالت رہی لیکن بعد میں در خواست کنندوں نے بادشاہ
 پر بہت زور ڈالا کہ وہ اس کی منظوری دیں۔ اور خواجہ سرایعنی بسنت و ناصرتی کی
 کہ گلاب شاہ کے حوالہ کر دیا جس نے سب حوض لہجہ قتل کر ڈالا۔

اگر بادشاہ ان بچوں اور عورتوں کا

کے مطالبہ کرنے پر سمجھا دیتا۔

اغلب تھا کہ

اور قتل

کی

سب سے پہلے باقاعدہ سوار آئے۔ پھر والٹیر رجمنٹ دہلی قلعہ میں داخل ہوئی۔
سواروں کے ہمراہ والٹیروں کی دو کمپنیاں تھیں۔ جو قلعہ کے دروازوں پر متعین
کی گئی تھیں۔ والٹیر رجمنٹ کے امیروں نے چلا کر کہا "یہ میرٹھ سے آئے ہوئے سوار
ہیں۔ اور دہلی پیدل بھی بہت جلد آئے والے ہیں۔ چنانچہ میں نے دہلی رجمنٹ
کے امیروں کے اقبال سے استنباط کیا کہ دہلی اور میرٹھ کی رجمنٹوں میں گہری
سازش تھی۔ دیگر چھاؤنیوں کے سپاہیوں کو ان لوگوں نے کبھی دہلی آنے کے
خطوط یا احکام نہیں کئے۔ البتہ صرف ان کے خطوط میں یہ تحریر ہوتا تھا کہ

ک۔ ا۔ ماعینوں نے دہلی کو منتخب کیا۔

بھلا، نزدیک تھی اور میرٹھ

الحاق اودھ کا دہلی میں بہت چرچہ ہوتا تھا۔ مگر دہلی کی اسلامی آبادی اسباب سنی ہونے کے اسے بڑی لگا ہوں سے نہ دیکھتی تھی۔ نیز ان کے ایک مولوی امیر علی نامی کو مع چار پانچ سو سنیوں کے ہندو مان گڑھی کے موقع پر بادشاہ اودھ کے حکم سے توپ کے منہ آڑا دیا گیا تھا۔ اور وہ لوگ تو کہا کرتے تھے کہ شاہ اودھ کو اتنے بے گناہ سنیوں کے خون بہانے کی سزا ملی ہے۔ جو اس کا ملک چھن گیا۔ دہلی کے ہندو باشندوں سے بھی میں نے کوئی ایسی بات نہ سنی جس سے معلوم ہو کہ وہ الحاق اودھ سے ناراض تھے۔ البتہ سپاہی کہا کرتے تھے کہ جس طرح انگریزوں نے اودھ پر قبضہ کیا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ تمام ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ میں نہیں خیال کرتا کہ اسباب بغاوت میں الحاق اودھ بھی ایک سبب ہو۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ سپاہیوں کے اظہار خشکی و رنج کا کوئی محل ہی نہ تھا۔ کیونکہ ان کا کچھ کھو یا نہیں گیا تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے انہیں حکومت اودھ کے ظلموں سے نجات مل گئی تھی۔ جو سپاہی دہلی میں تھے۔ انہوں نے تو بالخصوص الحاق اودھ پر کبھی ناراضگی ظاہر نہیں کی۔ میں کہتا ہوں اگر الحاق اودھ نہ بھی ہوتا۔ تب بھی سپاہی بغاوت کرتے۔ کیونکہ ان کی تدا بیر بار آور ہو چکی تھیں۔ لکھنؤ کی تین یا چار چٹائیوں نے بادشاہ کو عرضی بھیجی تھی۔ کہ اودھ پر پورا قبضہ کر لینے کے بعد وہ دہلی کی طرف بڑھیں گی۔ اور انہوں نے انگریزوں کو پہلی گارڈ میں محصور کر لیا ہے قدرت اللہ خاں رسالدار ایک سو سواروں کے ساتھ تمام اودھ کی فوجوں کی طرف سے عرضی لے کر آئے تھے۔ اور جواں نجبیت کے ذریعہ دربار شاہی میں باریاب ہوئے تھے انہوں نے ایک سکہ بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ جو بادشاہ کے نام کا ڈھالا ہوا تھا۔ سکہ پر ہندو جہ ذیل الفاظ کندہ تھے۔

”سراج الدین بہادر شاہ غازی“

عرضی دہندوں نے یہ بھی کہا کہ فی الحال فرزند واجد علی شاہ کو انہوں نے گدی نشین کر دیا ہے تاکہ وہ وزیر بہادر شاہ کی حیثیت سے رہے اور انکی فرمانبرداری کرے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے اس قسم کا اقرار نامہ بھی لکھو لیا گیا ہے کہ جب بادشاہ کی مرضی ہوگی تب مستقل طور پر گدی نشین کیا جائیگا۔ بادشاہ نے سخت خاں کو حکم دیا کہ منظوری اور بندوبست کا ایک فرمان لکھ دیا جائے وہ سنہری اشرفیاں جنہیں قد شاہ خاں نے پیش کیا تھا۔ اور جن پر بادشاہ کا سکھ تھا۔ ابھی کشف صاحب دہلی کے قبضہ میں موجود ہیں۔ میری دانست میں واجد علی شاہ نے ان کا روایتوں میں حصہ نہیں لیا۔ اور اگر واجد علی شاہ دہلی خاں نے حصہ لیا ہوتا تو پوشیدہ نہ رہتا اور علاوہ اس کے مورخان ذکر لکھنؤ میں موجود نہ تھے۔ خود واجد علی شاہ اور ان کے فرزند کے ہوتے ہوئے چھوٹا لڑکا کبھی گدی نشین نہیں ہو سکتا تھا۔

میرا خیال ہے کہ اودھ کی فوجیں پہلی گارڈ پر قبضہ کرنے کے بعد ہی دہلی روانہ نہیں ہوئی ہوگی بلکہ انتظام اودھ میں مصروف ہوگئی ہوگی۔ میں جانتا ہوں کہ واجد علی شاہ کے فرزند کا حکم جسے باغیوں نے گدی نشین کیا تھا۔ برائے نام تھا۔

میں نے بھی نہیں سنا کہ قیام کلکتہ کے زمانہ میں واجد علی شاہ (اور بادشاہ) سے کوئی خط و کتابت ہوئی ہو۔ نہ مجھے ایسا یقین ہے کہ ایسا ہوا ہوگا۔ دہلی خاں سے بھی کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ البتہ سابق میں کچھ عرصہ تک مرزا حیدر کی وساطت سے ہوتی رہی تھی۔ لیکن جب اس نے لکھنؤ میں شہر کر دیا کہ بادشاہ دہلی نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا ہے۔ اور بادشاہ نے دہلی میں انکار کیا۔ کہ انہوں نے نہیں کیا۔ تو مرزا حیدر نے بادشاہ کو لکھنا چھوڑ دیا۔ اور پھر دہلی بھی نہیں آیا۔ اور چونکہ شاہ دہلی و شاہ اودھ کا قاصد بھی مرزا حیدر تھا۔ اور وہ شاہ اودھ کے ہمراہ کلکتہ بھی نہیں گیا تھا۔ لہذا ان دونوں میں خط و کتابت نہیں ہوئی۔ میں نے کہا ہے۔

سہا ہی سے نہیں سنا کہ خود بادشاہ اودھ یا ان کے کسی اہل خانہ نے انہیں بغاوت کی تحریک کی ہو۔ اودھ کی فوجوں کی نسبت اور کچھ میں کہہ نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ دہلی نہیں آئی تھیں۔

دوران بغاوت میں میں نے سنا تھا کہ مرزا حیدر لکھنؤ میں ہے مگر دیگر با اثر رؤساء کی طرح وہ بھی گورنمنٹ برطانیہ کے زیر نگیں بیلی گارڈ میں محصور ہے۔

دوران ہنگامہ میں بادشاہ دہلی اور مرزا حیدر میں کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی ان کے تمام تعلقات اسی روز سے منقطع ہو گئے جب کہ مرزا نے بادشاہ کا شدید ہوجانا لکھنؤ میں شہر کر دیا تھا۔ اب میں بیان کرتا ہوں کہ کن رحمتوں اور کن مقامات سے عرضیاں موصول ہوئیں۔

تنبیح

تنبیح کی فوج نے ایک درخواست بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی تھی کہ وہ آگرہ پہنچ گئے ہیں اور شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ مگر انگریز قلعہ بند ہو گئے ہیں جن کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ آگے لکھا تھا کہ "ان کے پاس بھاری توپیں نہیں ہیں۔ لہذا وہ دہلی آکر توپیں لیجائیں گے اور قلعہ فتح کریں گے۔ اپنی درخواست میں ذکر کیا تھا کہ وہ انگریز افسروں کو مار کر آگے ہیں۔ یہ عرضی متھرا سے لکھی تھی اور خوش خان و سہرا سنگھ صدر داران کی طرف سے تحریر کی گئی تھی۔ درخواست مذکورہ ایک شترسوار لایا تھا۔ جو بخت خاں نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی تھی۔ اور تنبیح فوج کی بہت تعریف بیان کی بادشاہ نے ایک حکم جاری کرنے کی ہدایت کی کہ وہ دہلی آجائیں۔ اور پھر ایک حکم لکھا گیا۔

جھانسی

قاصد نے جھانسی افواج کا، درخواست لاکر خواجہ سراؤل کو دی جنہوں نے بادشاہ کے سامنے پیش کی۔ لکھنے والوں نے درخواست کی تھی کہ انہوں نے

اپنے انگریز افسروں کو مار ڈالا ہے۔ اور اب دہلی آنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب میں یہ لکھ دینے کی ہدایت کی کہ وہ آجائیں۔

دانا پور (دوینا پور)

غدر کے ڈھائی ماہ بعد دہلی فتح کے افسر کے ذریعہ دینا پور کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جس میں لکھا تھا کہ یا تو ہم لوگ روانہ دہلی ہو گئے یا یہونا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ آجانے کے لئے لکھ دیا جائے۔ میں یقیناً نہیں کہہ سکتا کہ واقعی فوجیں آئیں یا نہیں۔

الہ آباد

دوسرا ہی سافروں کے بھیس میں آئے اور الہ آباد کی فوجوں کی درخواست پیش کی۔ جو غدر کے ڈیڑھ ماہ بعد امرن والہ شیر رحبت کے ذریعہ بادشاہ کے حضور میں پہنچائی گئی۔ انہوں نے بادشاہ کی خیر خواہی کا اظہار کیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ وہ دہلی آنا چاہتے ہیں۔ انہیں جواب بھیج دیا گیا کہ آجائیں۔

علی گڑھ

غدر کے ڈھائی ماہ بعد دہلی کے ایک فوجی افسر کی معرفت ایک درخواست پیش ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ قاعدہ کے ذریعہ آئی تھی یا بذریعہ ڈاک۔ ہر حال مضمون یہی تھا۔ کہ عرضی دیئے والے روانہ ہونے والے ہیں۔ انہیں جواب لکھ دیا گیا کہ وہ آجائیں۔

ممبہ

غدر کے بیس روز بعد قاصد ممبہ سے ایک درخواست لایا تھا۔ جو والہ شیر رحبت کے افسروں نے بادشاہ کے سامنے پیش کی۔ لکھنے والوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ دہلی روانہ ہو گئے ہیں۔ اور اپنے ہمراہ ایک خزانہ لارہے ہیں۔ حسب معمولی

جو اب دیا گیا تھا تو اسے عرصہ بعد یہ فوجیں ایک لاکھ روپیہ لیکر حاضر ہوئیں۔

بلند شہر

مرزا نعل نے ایک سپاہی کو جو بلند شہر کا تھا بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ وہ ایک درخواست ہمراہ لایا تھا جس میں مذکور تھا کہ فوجیں تمام خزانہ جو ان کے قبضہ میں ہے لیکر دہلی آ رہی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ہمراہ تیس ہزار روپیہ لائی تھیں مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ دہلی آتے آتے وہ پاو حصہ خود مختار کر چکی تھیں۔

روڑکی

مجھے یقین ہے کہ ایک سپاہی مسافر کے بھیس میں آیا تھا۔ اور روڑکی افواج کی طرف سے ایک عرضی ہمراہ لایا تھا۔ جو غدر کے ڈیڑھ ماہ بعد بندر لچہ افسران منبر ۵ جمبٹ بادشاہ کے حضور پیش کی گئی۔ مضمون یہ تھا کہ سالکان دہلی روانہ ہونے کے خواہش مند ہیں۔ اور دل و جان سے بادشاہ کی خدمت کرنی چاہتے ہیں حسب دستور جواب دیا گیا اور تقریباً ۳۰۰ خندق کھودنے والے مزدور قادیان کی زیرکمان آئے مرزا حضر سلطان سے اور اس افسر سے بہت راہ درسم تھی۔ اور بادشاہ پر بھی اس کا اچھا اثر تھا۔ وہ اکثر فوج کی روانگی کے وقت (مشورہ کیلئے) طلب کیا جاتا اور بخت خاں سے ملکر شہر کے ساتھ کاروں سے روپیہ فراہم کر نیکا حکم حاصل کر چکا تھا۔

فرخ آباد

بخت خاں نے دہلی آتے وقت فوج کا کچھ حصہ فرخ آباد میں چھوڑ دیا تھا۔ غدر کے دو ماہ بعد بادشاہ کو حقیقت حال سے اس نے مطلع کیا۔

ہاشمی

دوسو سالہ ہاشمی سے درخواست لائے جس میں تحریر تھا۔ کہ وہ لوگ بادشاہ کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ اور اب مذہب کی خاطر لڑنے کے لئے دہلی روانہ ہونے

والے ہیں۔ مجھے خیال ہے کہ اغلباً گلاب شاہ کمانڈر افواج میرٹھ نے بناوٹ کے
بچہ ہفتہ بعد یہ درخواست پیش کی تھی۔

سرسہ

سرسہ سے تین درخواستیں موصول ہوئی تھیں۔ ایک منجانب گوری شنکر
افسر کلیدر محنت دوسری ایک کیولائی رسالدار کی طرف سے جس کا نام یاد نہیں رہا۔
تیسری شہزادہ محمد عظیم متعلق محکمہ سربٹ کی تھی۔ ان میں انہوں نے لکھا تھا کہ وہ شاہی
خدمات کو اعلیٰ طریقہ سے انجام دے چکے ہیں۔ اور تمام ضرورتیں موصول شدہ لے کر وحلی
آ رہے ہیں۔ غدر سے بچہ ہفتہ بعد دو تصدیقوں کے ذریعہ یہ عرضیاں موصول ہوئی
تھیں۔ حسب دستور جواب تحریر کر دیا گیا۔ تھوڑے روز بعد فوج میں ہزار روپیہ
۲۰۰ بیل اور ۵ یا ۶ بھیڑیں لے کر دہلی میں وارد ہوئیں۔

کرناٹ

کرناٹ کی فوجوں کی کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔

نصیر آباد

دوسپاہیوں نے ایک درخواست لاکر پیش کی جس میں حسب معمول تحریر تھا
کہ ہم دہلی آنا چاہتے ہیں۔ مرزا غل نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی۔ اور حسب دستور
جواب تحریر کیا گیا۔ دو یا ڈھائی سہار کے درمیان پھیل سپاہ توپوں کی معقوں
لٹا دے کر وارد ہوئی۔

ساگر وحیل پور

مجھے یقین ہے کہ غالباً ان مقامات سے درخواستیں آئی تھیں اور جواب
روانہ کر دیئے گئے تھے۔

پنجاب افریروز پور

ایک سپاہی نے جو فقیر کے بھیس میں تھا افریروز پور افواج کی ایک درخواست پر پنجائی تھی۔ مرزا نعل نے وہ بادشاہ کے حضور میں گذرانی۔ قاصد سے کہا گیا کہ دوسرے روز حکم لکھا جائے گا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ فریروز پور سے آیا ہے اور فریروز پور کی فوجیں دہلی آنے کے لئے آمادہ ہیں۔ اور انہوں نے گورنمنٹ برطانیہ سے بھارت کوئی ہے میں نے مجھ کو اس درخواست کو نہیں دیکھا۔ نہ مرزا نعل نے مجھے بتایا کہ فریروز پور سے کوئی درخواست موصول ہوئی ہے۔ غدر سے مجھ پہنچے بعد اور سخت خاں کے آنے کے قبل یہ درخواست آئی تھی۔

انبالہ

ایک سپاہی انبالہ چھاؤنی سے فقیر کے بھیس میں آیا تھا۔ اور درخواست ہمراہ لایا تھا۔ لیکن میں یقینی نہیں بنا سکتا کہ آیا جواب تحریر کیا گیا تھا یا نہیں۔

پھلور

اگر مجھے ٹھیک یاد ہے تو شاید ایک افسر میلی رجمنٹ (نمبر ۲ پیدل رجمنٹ) فوج پھلور کی طرف سے ایک درخواست لایا تھا۔ لیکن اس کے ہمراہ کوئی فوج نہیں تھی۔ ابتدائے ہنگامہ کے دو ماہ بعد عرضی آئی تھی۔ اور سالانہ نے تحریر کیا تھا۔ کہ وہ پھلور میں بادشاہ کی خدمت انجام دینے کے بعد دہلی روانہ ہو جائیں گے۔ معی جواب روانہ کیا گیا تھا بہت عرصہ بعد ۲۰۔ آدمی دہلی پہنچے۔

حالت دھر

مجھے خیال ہے کہ شاید مسافروں کے بھیس میں چند سپاہی دہلی آئے تھے۔ اور حالت دھر فوج "ورن سٹ رجمنٹ" (نمبر ۱۱۔ ویسی پیدل) کی طرف سے درخواست کی تھی۔ موافق معمول مضمون تھا۔ اور ویسا ہی جواب دیا گیا۔

سیالکوٹ

کوئی سپاہی سیالکوٹ سے درخواست لیکر نہیں آیا۔ البتہ غدر کے دو پہنچنے سے بھی زیادہ عرصہ بعد باغی رجمنٹ کے ایک افسر نے ایک درخواست بادشاہ کے حضور میں پیش کی تھی۔ سائلوں نے وہی آنے کا اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ جواباً نہ کر دینے کا حکم ہوا۔ میں نے خیال نہیں کیا کہ آیا کوئی فوج آئی یا نہیں۔

جہلم

جہلم سے بہت عرصہ بعد یعنی آغاز غدر کے تین ماہ بعد درخواست موصول ہوئی تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ قادیان کمانڈر سرفریڈر کی کمی حضرت پیش کی گئی تھی۔ مضمون حسب معمول اور ویسا ہی جواب تھا۔

راولپنڈی

دوسرا ہی بہن سیاحوں کے بھیس میں راولپنڈی سے عرضی لائے تھے جس میں وہی آنے کی خواہش اور بادشاہ کی خدمت کرنے کی التجا تھی عرضی مذکورہ افسران میسرٹ رجمنٹ نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی موافق معمول لکھا یا گیا۔ بغاوت کے دو ماہ بعد یہ درخواست موصول ہوئی تھی۔

لدھیانہ

میں نے سنا تھا کہ ایک درخواست لدھیانہ سے موصول ہوئی۔ اور مجھے یقین ہے کہ آئی ہوگی۔ لیکن یہ نہیں جانتا کہ کس کے توسل سے آئی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ غالباً جواب بھی دیدیا گیا تھا۔ مجھے اس کا مضمون یاد نہیں رہا۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ انہوں نے وہی آنے کی خواہش کی تھی۔ اور غالباً غدر سے دو ماہ بعد درخواست موصول ہوئی تھی۔

ان مقامات کی افواج نے کوئی درخواست نہیں روانہ کی۔ بنارس

اعظم گڑھ۔ گورکھ پور۔ کانپور۔ میرٹھ۔ سہانپور۔ بجنور۔ مراوا آباد۔ فتح گڑھ۔ فتح پور۔ بریلی۔ بدایوں۔ اگرہ شاہجہانپور۔ غازی پور۔

نیز ان افواج کی طرف سے کوئی عرضی موصول نہیں ہوئی۔ امرتسر ہوشیار پور۔ کانگرہ۔ لاہور۔ امک پشاور۔ ملتان۔ گوگیرہ۔ ڈیرہ اسماعیل خاں۔ ڈیرہ غازی خاں۔ شاہ پور۔ خان گڑھ۔ پالیا۔ نیز کلکتہ یا بارک پور۔ یا دیگر مشرقی چھاؤنیوں سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ بمبئی یا سندھ کی فوجوں کی کوئی درخواست نہیں آئی۔ لیکن باغیوں نے بادشاہ سے کہا تھا کہ انہیں بمبئی کی فوج نے لکھا ہے کہ وہ دہلی آ رہی ہے۔ میں نے یہ ایک بار یاد دہرائی تھا۔ لیکن میں یقینی نہیں کہہ سکتا کہ آیا کوئی درخواست آئی تھی یا نہیں۔

ایک درخواست علاقہ گوالیار کے کسی مقام سے جس کا نام میں بھول گیا ہوں موصول ہوئی تھی جس میں تحریر تھا کہ وہاں پچاس توپیں اور سیگڑین کا اتنا سامان ہے کہ پانچ سو گاڑیاں اس کے لیجائے گئے چاہئیں۔ لیکن دریائے چنبل جو دریاں میں حائل تھا۔ طغیانی پر تھا۔ اس وجہ سے وہ عبور نہیں کر سکتے۔ غدر کے دو ماہ بعد درخواست مذکورہ موصول ہوئی تھی۔ اور جواب لکھ دیا گیا تھا کہ جب دریا کا زور کم ہو جائے تب آئیں۔

دہلی کے باغیوں اور بیکانیر۔ جیسلمیر۔ جودھپور۔ بے پور۔ جھجر۔ الور۔ کوٹہ۔ بونڈی۔ کی فوجوں کے درمیان کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ نہ ان کی کوئی دستاویز دہلی میں موصول ہوئی۔ بادشاہ کے پاس جھجر۔ بلب گڑھ۔ اور سرسرخ نگر کے روسا کی اور دلی و ادخال۔ والی مالا گڑھ۔ ضلع بلند شہر کی درخواستیں آئی تھیں۔ انہوں نے بادشاہ کی وفاداری کا اعتراف کیا تھا۔ اور حاضر دربار ہونے کے لئے محذرت چاہی تھی اور لکھا تھا کہ اگر وہ آجائیں تو تمام امور مملکت درست ہو جائیں گے۔

ہو جائیں گے۔ نواب بھجڑے تین سو سواروں کو اپنے خسر عبدالصمد خاں کے زیرِ کمان روانہ کیا تھا۔ بلب گڈھ سے پندرہ سو سوار روانہ کئے گئے۔ فرخ نگر سے کچھ فرج نہیں آئی۔ ولی داد خاں نے فرج اور توپوں کے لئے لکھا تھا۔ مگر عرصہ تک کچھ روانہ نہ کیا۔ بناوت کے وقت خود ولی داد خاں دہلی میں موجود تھے۔ پھر انہیں دو آب کی حکومت دیدی گئی اور وہ دہلی سے چلے گئے۔

خان بہادر خاں نے ایک درخواست اور ایک سفیرِ نجات خاں کی معرفت روانہ کیا تھا۔ نیز ایک اٹھی۔ ایک کوتل گھوڑا جس پر چاندی کا سارو سامان تھا اور ایک سو ایک طلائی اشرفیاں پیش کی تھیں۔ لاکھ رام نے کئی بار فرج طلب کی۔ رائے مذکور نے چالیس ہزار روپیہ روانہ کیا۔ جو بذریعہ نجات خاں خزانہ میں داخل کر دیا گیا۔ باغیوں کی استدعا پر مندرجہ ذیل رؤساء کو شقہ تحریر کئے گئے کہ فرج و سامان جنگ کے فی الغیر چلے آئیں۔

بھجڑے بلب گڈھ۔ فرخ نگر۔ خان بہادر خاں بریلی۔ بے پور۔ اور۔ جو دھ پور۔ بیکانیر۔ گوالیار۔ بجا بانی۔ اور۔ جلیہ۔ بجا بانی کو درشت لکھے گئے۔ گراہوں نے کسی کا جواب نہیں دیا۔ نجات خاں کی معرفت راجہ پٹیلہ کو ایک شقہ تحریر کیا گیا جس میں مذکور تھا کہ ابوالاسلام کی سفارش سے مہاراجہ کا قصور بادشاہ نے معاف کر دیا ہے اور انہیں مدد دینے اور نفیس نفیس آکر انگریزوں سے جنگ کرنے کے لئے لکھا گیا۔ ایک شقہ رئیس جموں کے نام لکھ کر نجات خاں کے حوالہ کیا گیا کہ اسے روانہ کر دیں۔ انہوں نے پہلے ایک درخواست (جسے جلی تصور کیا گیا تھا) روانہ کی تھی۔ جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ راجہ گلاب سنگھ نے لکھی ہے۔ اس میں راجہ نے لکھا تھا کہ وہ فوجیں لے کر دہلی روانہ ہوں گے۔ اور راہ میں مہاراجہ پٹیلہ کی سرکوبی کریں گے اور امیر دوست محمد خاں راجہ جموں کے دوست ہیں۔ لہذا وہ بھی بادشاہ

کی خدمات سے محروم نہ رہیں گے۔ زمین اعظم جموں کو مع فوج لیکروہلی میں آنے کا شقہ تحریر کیا گیا۔

زمین بھجور بلیجہ گڈھ فرخ نگر۔ اور خان بہادر خاں برہیلوی کے جواب آئے۔ مگر مندرجہ ذیل ریاستوں میں سے کوئی جواب نہیں آیا۔

جے پور۔ الور۔ جودھپور۔ ہیکانیر۔ گوالیار۔ جلیہ۔ پٹنالیہ۔ جموں۔ ان رؤساء نے جواب نہیں بھیجے۔ کیونکہ وہ بادشاہ کے طرفدار نہ تھے۔ جودھپور اور گوالیار کے راجگان نے برٹش گورنمنٹ کی وفاداری میں ثابت قدمی دکھائی۔ اور گوان کی فوج باغی ہو گئی تھی۔ تاہم وہ خود برٹش گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ بنے رہے۔ بھرت پور میں کوئی شقہ نہیں بھیجا گیا۔ کیونکہ وہلی کے سپاہیوں نے کہا کہ راجہ بالکل نابالغ ہے۔ اور وہاں کا کام گورنمنٹ برطانیہ خود کرتی ہے۔

اندور سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی نہ وہاں سے کوئی پیام آیا۔ باغی کنور سنگھ شاہ آباد کو کوئی خط نہیں لکھا گیا نہ پیام بھیجا گیا۔

راجہ ہمارس یا راجہ رلیان یا نواب بانڈا سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی

نہ وہاں کا کوئی پیام آیا۔ نہ ان میں سے کوئی خود آیا۔

راجگان ناگپور اور بادشاہ کے ماہن کوئی خط و کتابت نہ ہوئی۔

بھاولپور۔ کپورتھلہ۔ یا پھانسی۔ زیر قلم کے رؤساء کو بھی خط نہیں بھیجا گیا۔

راجہ نیپال کو کوئی خط نہیں لکھا گیا۔ نہ وہاں سے کوئی آیا۔ باغی فوجوں کے

وہلی میں مجتمع ہوجانے کے بعد ان کی رائے کے موافق راجگان و والیان ریاست کو شقہ لکھے گئے اس وقت انہوں نے راجہ نیپال کو لکھنے کی خواہش نہیں ظاہر کی اس لئے نہیں لکھا گیا۔

والی۔ گجرات یا نظام کن یا رؤساء بلوچستان۔ امیر افغانستان رؤساء وندھیمبر

سے بادشاہ کی کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔

پہلے تو فوجوں نے الزام لگایا کہ شاہی ملازموں نے ان رؤسا کو جنہوں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا شے نہیں لکھے۔ مگر جب خود انہوں نے لکھے اور کوئی جواب نہیں آیا تو وہ کہنے لگے۔ کہ یہ سب غیر وفادار ہیں۔ اور گورنمنٹ برطانیہ کو نیست کر دینے کے بعد ان سے بھی سمجھیں گے۔ مخبروں نے فرج سے کہا کہ والیان ریاست نتیجہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور ابھی سنے ہوئے خوف کھاتے ہیں۔ گوری شنکر مخبروں کا ممتاز افسر کہا کرتا تھا کہ دہلی کے سامنے والی پہاڑی کی انگریزی فوجیں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہیں۔ اور جو ہنسی نکال دی جائیں تو سب تداہیر درست ہو جائیں گی۔ سپاہی کہتے تھے کہ پہاڑی پر صرف دو انگریز جہنیش ہیں جن میں سے دو تین سو آدمی تو مارے جا چکے ہیں جب باقی ماندہ بھی مارے جائیں گے۔ تو برٹش فرج خود بخود پہاڑی چوڑوے گی۔ فرج کے کسی افسر نے نواب بہاولپور کو لکھنے کی خواہش نہیں کی اور نہ وہاں سے کوئی درخواست آئی۔ میرا ایسا خیال ہے۔ کیونکہ بادشاہ اور نواب مذکور کے درمیان پرانی عداوت تھی۔ وہ یہ کہ جب نواب بہاول خاں سابق رئیس بہاول پور دہلی سے گذرے تو ان کے فرزند کو دیوان خاص میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ اور کہا تھا کہ جب تک وہ ہتھیار کھول کر اور زیورات اتار کر نہ آئے۔ اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور دودھ کے کسی حاکم کی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ مولوی لیاقت علی شیواے مجاہدین کی ایک درخواست الہ آباد سے موصول ہوئی تھی جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ وہ بی آ رہا ہوں۔ اور کچھ کار و طلب کیا تھا۔ تاکہ مسافر جلد ملے ہو جائے۔ انہیں کوئی جواب نہیں روانہ کیا گیا۔ کیونکہ وہ خود آ رہے تھے۔ لیکن جب وہ آئے تو تخت خاں نے بادشاہ سے ملاقات کرائی۔ اور وہ فی الفور لکھنؤ واپس چلے گئے۔ یہ بغاوت شروع ہونے کے تین ماہ بعد کا واقعہ ہے۔

نانا کے پاس سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ لیکن آغازِ قدر کے دو ماہ بعد ایک ایجنٹ دمرہٹا نانا کی طرف سے آیا تھا۔ اور مرزا اعلیٰ نے اسے دربار میں حاضر کیا تھا۔ مرزا اعلیٰ کی استدعا پر نانا کو بھی شریک جنگ ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ ایجنٹ مذکور پھر واپس چلا گیا۔

کسی ساہوکار کی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ البتہ فوج کے منشا سے سیٹھ لکشمی چند کو ایک کم لکھا گیا تھا کہ وہ ایک لاکھ روپیہ قرض دے اور اپنا کوئی معتد سینب خواجی مقرر کرے۔ سیٹھ سے کہا گیا کہ جو مالگداری آمدنی اطراف و جوانب سے جمع ہوگی اسے دیدی جائیگی۔ اور قرضہ پر سود بھی ملے گا۔ مگر سیٹھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جہاں تک میں واقف ہوں کسی گورنمنٹ ملازم کی کوئی درخواست نہیں آئی۔ لیکن یہ سنا تھا کہ ایک شخص سلمان جے گورنمنٹ نے اعلیٰ عہدہ پر متاثر کیا تھا۔ چھوڑ کر ولی داد خاں سے مل گیا ہے۔ مگر میں اس کا نام نہیں جانتا۔ مفتی صدر الدین صدر امین۔ کرم علی خاں منصف۔ مولوی عباس علی صدرا مین دہلی۔ اور مرزا محمد علی بیگ تحصیلدار مہرولی کو بھی شتے لکھے گئے۔ کہ گورنمنٹ کی ملازمت چھوڑ کر ہماری ملازمت کرو۔ مگر انہوں نے منظور نہ کیا۔ جب بخت خاں نے علیا سے دین کو جامع مسجد میں اکٹھا کر کے مجبور کیا کہ بیان کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ سے جہاد کرنا چاہئے تو مجھے کہا گیا ہے کہ اس نے بخت خاں نے مفتی صدر الدین کو مہر لگانے پر مجبور کیا تھا۔ مگر مولوی عباس علی بخت خاں کے وہاں پہنچنے کے قبل ہی دہلی چھوڑ کر اپنے وطن پید گئے تھے۔ اگرہاں کوئی اور جس سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ البتہ مولوی فیض احمد جو صدر بورڈ کے آفس میں ملازم تھے۔ بذاتِ خود دہلی آئے اور بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ انہیں عدالت کا حاکم مقرر کیا گیا۔

ایک شفقہ نواب راسپور کو بھی لکھا گیا۔ مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بخت خاں نے نواب راسپور کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب وہ بخت خاں نواب صاحب کے ہاں گئے تھے تو انہوں نے ظاہر کیا تھا۔ کہ وہ غیر جانبدار رہیں گے۔

نواب امین الدین خان۔ ضیاء الدین خاں جاگیر داران لودھرا۔ براور نواب بھجر۔ حسن علی خاں۔ نواب حمید خاں۔ کے نام سے تحریک کئے گئے۔ یہ سب دہلی میں رہتے تھے اور راجست سنگھ چچا مہاراجہ پٹیل کو بھی تحریر کیا تھا۔ حسب ہدایت یہ سب دوبار شاہی میں حاضر ہوئے مگر شقوں کا جواب کسی نے نہ دیا۔ اور جب فوج دروپیہ کا مطالبہ کیا گیا۔ تو ہر ایک نے کچھ نہ کچھ عذر پیش کر دیا۔ اور دیا کچھ نہیں۔ چنانچہ فوج نے انہیں لوٹنے کا قصد کیا تھا۔ اور ایک مرتبہ اپنے ارادہ کو حد تکمیل تک بھی پہنچا دیا۔ مرزا ابوبکر بادشاہ کے پوتے جو قاعدوں کی لڑائی کے افسر تھے حمید علی خاں کے مکان پر جا پڑے اور خوب لوٹ مار مچائی۔ بعد ازاں نواب کو گرفتار کر کے قلعہ میں لے آئے ضیاء الدین خاں و امین الدین خاں نے فوج کی سرپرستی پر آمادگی ظاہر کی۔ اس وجہ سے وہ لوٹ سے بچے رہے۔ ایک شفقہ رئیس ٹھوڑی کو بھیجا گیا۔ مگر کچھ جواب نہیں ملا۔

اب میں بیان کرتا ہوں کہ ملک کی عام آبادی میں کہاں کہاں سے دھڑتیاں موصول ہوئیں۔

ضلع گورکھناوہ

زمینداران گورکھناوہ نے بادشاہ کو ایک درخواست ارسال کی جس میں بتلھی کا ذکر کر کے التجا کی تھی۔ کہ کوئی امن نظم و نسق کے لئے وہاں مقرر کر دیا جائے۔ مولوی نہیں تھے لئے جو اور سے آئے تھے اپنے بھائی رجب کا نام مجھے یاد نہیں رہا کی سفارش کی کہ وہ وہاں مقرر کر دیا جائے۔ کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ کے دور حکومت میں وہ اسی ضلع

میں مقرر تھا۔ چنانچہ یہ شخص ضلعدار مقرر کیا گیا۔ مگر میں آگاہ نہیں ہوں کہ آیا وہ گورگاندہ گیا یا نہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ زوال دہلی کے پندرہ یا بیس روز قبل یہ تقرر ہوا تھا۔ فیض الحق نے بھی کئی تحصیلداروں کو ضلعدار کی نیابت میں مقرر کیا تھا۔

ریواڑی

راؤ تلارام مستقل ناظم ریواڑی نے بخت خاں کی معرفت اپنا ایک ایجنٹ اور ایک درخواست بادشاہ کے حضور میں ارسال کی تھی۔ تحریر کیا تھا کہ علاقہ کا انتظام ہوتا ہے اور فضل خریف کی جو آمدنی ہوتی تھی۔ وہ سب مصارف فوج میں خرچ ہو گئی۔ اور اگر علاقہ مکمل سے جاگیر میں دیدیا جائے تو وہ پینتالیس ہزار روپیہ کا نذرانہ پیشکش کریگا۔ بغاوت کے تین ماہ بعد یہ لکھا تھا۔ اور زوال دہلی کے دس روز قبل پینتالیس ہزار روپیہ تلارام نے خزانہ شاہی میں داخل کروا دیا تھا۔

بادشاہ پور

زمینداران بادشاہ پور نے ایک تحصیلدار کے لئے درخواست کی ضلعدار کو ایک تحصیلدار مقرر کرنے کی ہدایت کی گئی۔

ضلع دہلی

شہر شاہ کے باہر کسی سے خط و کتابت ہونی نہ کوئی قابل ذکرات وقوع میں آئی۔

ضلع روہتک

باشندگان روہتک نے کوئی درخواست نہیں بھیجی۔ مگر انہوں نے فوج کو رسید پہنچانے کا بندوبست کیا تھا۔

حصار

گارد حصار جیل اور امنران محکمہ مالگذاری آمدنی نے بادشاہ کو عرضیاں بھیجی

۱۵ ڈپٹی کمشنر یا حکم ضلع ۱۵ دوبارہ انگریزی قبضہ

تھیں۔ لکھنے والوں کے نام یاد نہیں۔ انہوں نے بیان کیا تھا کہ وہ دہلی آنے کے لئے بے چین ہیں۔ غدر شروع ہونے کے دو ماہ بعد یہ خبریں موصول ہوئی تھیں۔

کرناٹ

اس ضلع سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔

میرٹھ

اس ضلع سے بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

بلند شہر

دلی داو خاں کا حال بیان کر دیا ہے۔ اور کسی دوسری جماعت سے بالکل خط و کتابت نہیں ہوئی۔

سہارنپور و مظفرنگر

ان اضلاع میں کہیں سے کوئی درخواست نہیں آئی۔

بجنور

اس ضلع کے زمینداروں کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جس میں بادشاہ سے انجا کی گئی تھی۔ کہ بندوبست کر دیا جائے۔ جواب میں ہدایت کی گئی کہ انہیں ضلع مذکور کی طرف آکر انتظام کر دیں گی۔

مراد آباد

نہ کسی جماعت نے کچھ لکھا نہ وہاں کے کسی مفید کی کوئی درخواست آئی۔

بریلی

خان بہادر خاں کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جنہیں بخت خاں نے گورنر کو دیا تھا۔ انہوں نے ایک گھوڑا۔ ایک ہاتھی اور ایک سو ایک طلائی مہریں بادشاہ سے نذر کیں۔ میں انہیں بٹکانا موصول کیا۔ جو بخت خاں کے ذریعہ دربار میں حاضر ہوا تھا

ایک شقہ تحریر کیا گیا اور ہدایت کی گئی۔ کہ مال گذاری کی وصول شدہ آمدنی میں سے (اپنا) خرچ نکال کر باقی روانہ کر دے۔

بدایول

اس ضلع کے کسی حصہ سے کوئی درخواست نہیں آئی۔

پیلی بھیت

یہاں سے بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

ضلع متھرا

برادر ڈنڈی خاں جاگیر دار گڑھی ضلع متھرا نے اپنے بھتیجے کے ہاتھ ایک درخواست اپنی جاگیرات ضبط شدہ کو از سر نو عطا کئے جانے کے لئے روانہ کی جتنی جینیس گورنمنٹ برطانیہ نے ضبط کر لیا تھا۔ ابتدائے عذر کے تین ماہ بعد یہ درخواست موصول ہوئی مگر بجٹ خاں نے اس پر سفارش کی اور قاصد کو فوج میں شامل کر کے گورنمنٹ نو جوں پر حملہ کر دیا۔ وہ شخص اس موقع پر زخمی ہوا۔ اور ایک ہفتہ کے بعد مر گیا۔ ساکا نام امر او بہادر تھا بجٹ خاں نے اس کے متعلقین کے لئے حقوق دوامی لود کر لئے۔ مگر ان تک منظوری پہنچ نہ سکی۔

ضلع آگرہ

اس ضلع سے کوئی پیام نہیں آیا۔ البتہ مولوی فیض احمد خود اس شہر سے آئے

جیسا میں ذکر کر چکا ہوں۔ وزیر خاں ڈاکٹر ادب اسٹنٹ سرجن بھی یہاں آئے تھے۔ بجٹ خاں ان کے سفارشی تھے اور انہیں آگرہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا

فوج اور بہت خاں دہلی سے فرار ہوئے نو وزیر خاں بھی ان کے ہمراہ تھے۔

ضلع علی گڑھ۔ کانپور۔ فتح گڑھ

دہلی بھی کچھ دیر قبل نہ دیر خارج کے درمیان کوئی نامہ و پیام نہیں ہوا۔

مین پوری

راجہ مین پوری کی ایک درخواست فوجین مانگنے کی آئی تھی۔ مرزا مثل کو حکم ہوا کہ افسران فوج سے مشورہ کر کے کچھ فوج مین پوری روانہ کر دی جائے۔ مگر دوسرے روز افسروں نے کہہ دیا کہ فوجیں یہاں سے جانا اس وقت تک پسند نہیں کرتیں۔ جب تک کہ گورنمنٹ برطانیہ کو دہلی سے نہ نکال دیں۔ اسی قسم کا جواب راجہ مذکور کو بھیج دیا گیا۔ اس ضلع کی کسی اور جماعت کی کوئی درخواست نہیں آئی۔

اضلاع گورکھ پور و فتحپور بہسوا

میری یادداشت میں نہیں ہے کہ ان اضلاع یا ضلع کمادوں سے کوئی درخواست وصول ہوئی ہو۔

ضلع الہ آباد

میں کہہ آیا ہوں کہ مولوی لیاقت علی اس ضلع سے آئے تھے اور مستقل گورنمنٹ ہوئے تھے۔ کسی اور جماعت کی کوئی درخواست نہیں آئی۔

راجہ باندا متصل ریلواں

ان رئیس کو کوئی شکہ نہیں بھیجا گیا تھا نہ انہوں نے یہاں کوئی درخواست بھیجی۔ لی کہ اضلاع عظیم گڑھ شاہجہانپور۔ اٹا وہ۔ غازی پور۔ بنارس۔ گیا۔ بادشاہ اور ان اضلاع کے درمیان کوئی پیام رسانی نہیں ہوئی۔

بندیل کھنڈ جیلپور ساگر۔ مالوہ۔ واملک وکن

میری یادداشت میں نہیں ہے کہ ان اضلاع اور دہلی کے امین کوئی خط و کتابت

نظام حیدر آباد وکن اکیچہ۔ گجرات مشرقی صوبجات کلکتہ۔ بارکھانے گورن

مونگیر وینا پور وغیرہ

نظام اور بادشاہ کے امین کوئی خط و کتابت نہیں ہوئیہ دربار میں حاضر ہوا تھا

نقطہ کتابت ہوئی صوبجات مشرقی کی نسبت بھی مجھے خیال ہے کہ نہیں ہوئی۔

پٹنہ

نہ نواب پٹنہ نے یا اور کسی جماعت نے بادشاہ کو کچھ لکھا نہ بادشاہ نے انہوں
دہلی سے کوئی شفقہ وغیرہ تحریر کیا۔

پنجاب

پنجاب میں کسی جماعت نے کوئی درخواست نہیں بھیجی۔ زمینداران باری دو آب ضلع
کو نہ بادشاہ نے کچھ لکھا نہ وہاں سے انہوں نے کوئی درخواست بھیجی۔ مجھے اس کی خبر نہیں
کہ فوجیں اہل پنجاب کو اشتغال ولا رہی تھیں یا نہیں۔ اقوام بندیلیہ اور بادشاہ میں کوئی پیام
رسانی نہیں ہوئی۔ اخوند سوات اور بادشاہ میں کوئی پیام رسانی نہیں ہوئی۔ مگر دو آدمی پنجاب
کے ذریعہ دربار شاہی میں باریاب ہوئے تھے اور کہا گیا تھا کہ یہ اخوند کے پیچھے ہوئے ہیں مگر
انہیں بادشاہ کے سامنے لیائے۔ یہ لوگ ولایتی (افغانی) تھے ایک نے جو خضر شخص علم ہوتا تھا۔
اخوند کی طرف سے ایک تلوار بادشاہ کی نذر کی نیز ایک تحریر دی جس پر اخوند کی مہر تھی اور لکھا تھا
کہ یہ قاصدا اخوند کے خلیفہ میں ہیں یہ تھا کہ شہر میں مشہور کر دیا جائے کہ اخوند سوات اور اس کے
پیرو چاروں میں شامل ہونے کیلئے دہلی آئے ہیں مگر دوسرے روز ایک سید صاحب جھکا نام میں
کہ انہیں جانتا بادشاہ سے کہا یہ شخص اخوند کا بھیجا ہوا نہیں اور نہ یہ شرط اس کا ہے بلکہ اسے بھل
اسے بادشاہ نے بخت خاں کو تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ مگر میں نہیں جانتا بخت خاں نے
اس سے جواب بخت خاں کیا کیا۔ بہر حال اتنا مجھے یاد ہے کہ یہ شخص تین روز کے بعد دہلی سے چلا گیا۔

بادشاہ کی پالیسی حکومت

اکی کہ وہ
فوج اور حکم دیا چاروں کو ایک مرتبہ حکم دیا گیا تھا کہ خاص معاملات سلطنت میں وہ خوش و خرم
اور مفیدوں کا کام ہے اور انہیں سے کرایا جائیگا انہیں انہوں اور
انہوں انصاف قاضیوں کی عدالت میں آئے گی اس حکم پر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ شہر اس کے پیشانیہ
دہلی میں اس کے پیشانیہ

حاکمیت سے دخل دیتے رہے یاوشاہ نے خود مختلف ضلع میں تحصیلدار مقرر نہیں کئے تھے بلکہ تخت خاں نے ہوٹل بھول شاہدرہ میں تحصیلدار اور گوڑگانڈہ میں ایک ضلع دار مقرر کیا تھا مگر کوئی آمدنی جمع نہیں ہوئی شہزادے بھی اپنی فوج کو آمدنی جمع کرنے کیلئے بھیجے گا اور کرتے تھے مگر کبھی بھیجا نہیں بلکہ فیض احمد جو اگرہ سے آئے تھے اور شہزادگان مرزا خضر سلطان و مرزا مثل عدالت کیا کرتے تھے شہر میں ایک کو توال رحیف پولیس آفسر اور کئی تھاںیدار مقرر تھے تھاںیداروں کے نام مجھے یاد نہیں رہے پہلے عین الدین خاں سپرنٹنڈنٹ قدرت اللہ خاں باشندہ دہلی کو توال مقرر ہوئے تھے مگر گوڑگانڈہ و زیادتی کرنیکی وجہ سے تھوڑے عرصہ بعد برافست کر دیئے گئے۔ اسکے بعد خواجہ صاحب الدین کی سفارش سے یہ عہدہ قاضی فیض اللہ کو دیا گیا جو باشندہ دہلی تھے پھر یہ مبارک شاہ رامپوری کو عطا کیا گیا مگر میں انکے نام نہیں جانتا۔ شہزادوں کے علاوہ تخت خاں کو بھی ان معاملات میں دخل تھا۔ بلکہ بادشاہ سے انہوں نے تمام تھاںیداروں کو توال کے نام احکام جاری کرائے تھے کہ تخت خاں کے احکام کو قبول کریں۔ سپاہی کہا کرتے تھے کہ جب وہ مالک ملک ہو جائینگے تو مختلف شہزادوں کو مختلف صوبجات و دیہت کے امور ملک کے انتظام کیلئے شہزادوں اور تخت خاں نے متفرق لوگ مقرر کئے تھے، میرٹھ کیلئے کوئی گورنر مقرر نہیں ہوا۔ بلند شہر کی گورنری ولی داد خاں کو عطا کی گئی۔ وزیر خاں ڈاکٹر کو سند عطا ہوئی تھی۔ کہ وہ اودھ کے گورنر مقرر کئے گئے مگر وہ اپنے منصب پر بھی دہلی سے گئے نہیں علیگڑھ کیلئے کسی شخص کا تقرر نہیں ہوا۔ خان بہادر خاں روہیلکندہ کے گورنر اور کوئی تقرر نہیں ہوا۔ کوئی شخص راجپوتانہ نہیں گیا۔ اور اگرچہ گوڑگانڈہ میں ایک تھکر مقرر ہوا تھا۔ مگر وہ کبھی اپنے منصب پر نہیں گیا۔

فوج کی قیادت وانی کی بابت میں کوئی مفصل حال نہیں بتا سکتا۔ بادشاہ سے اس مقام میں کبھی شورش نہیں کی گئی مگر میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ کی فوجوں سے مقابلہ کے جو افواج تھیں وہ علی العموم نیچ اور نصیر آباد کی ہوتی تھیں ان کے لیے ہی دیگر عینیں جو حملہ کرنا جاتی تھیں

جو کتنی شخص مرزا نسل کے مکان پر مختلف افسران مکر فیصلہ کر لیتے تھے کہ آج کسی باری ہے
اس کی سپاہی خود مختار تھے بلاتینز جس زمین میں چاہتے تھے رہتے تھے۔

گوری ٹنکر نے افسروں کو جو گورنٹ ملازمت میں ہوں جمع کر کے عہدے دینے کی
تعمیل کر لی تھی۔ مگر ایسا ہمیشہ جاری نہ رہا۔ کیونکہ جو حکام خالی ہوتے ان پر کوئی مقرر
نہ ہوتا اور ہر ایک شخص اپنی کچلی جگہ چاہتا تھا۔

میری دانست میں فوج میں بندوبست پر لا پورا نہیں تھا۔ فوجوں نے بخت خاں
کو گورنر جنرل کا خطاب دینے کی مخالفت کی۔ اور بادشاہ کو ایک درخواست دی تھی کہ ہم
بخت خاں کے زیرِ کمان رہنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ بخت خاں صرف
تو پٹانہ کا افسر ہے اور گورنر جنرل کا عہدہ پانے کے لائق نہیں۔ نہ اس نے کوئی خزانہ لاکر دیا
ہے اور نہ کوئی معرکہ آرا کارگزار کی ہے۔ پھر لکھا تھا کہ مرزا نسل فرزند بادشاہ نہیں پہلے
فوجی امور میں پورا اختیار تھا گورنر جنرل ہونے کے لائق ہیں اور تمام افواج ان کے زیرِ کمان
رہنا چاہتی ہیں بادشاہ نے یہ درخواست بخت خاں کو بھیج دی۔ اور استعما کی کہ اس
کا مناسب جواب تحریر کیا جاوے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ”فوج میں حصول منقسم
کی جائے۔ اول دہلی وسیہ پٹ کی زمینوں کو باہم ملا دیا جائے۔ دوم وہ فوجیں جو بخت خاں
کے حکمرانی میں اور سرسہ سے آئی ہیں۔ بدستور ہیں اور سیرا حصہ باقی تمام فوج کا ہو۔ بادشاہ
کا ارادہ نسل کو بلکہ سب سمجھا دیا۔

بخت خاں کے عروج کا سبب یہ تھا کہ جب وہ پہلے آئے تو انہوں نے بادشاہ کو
نہایت کی کہ وہ اپنے فرزندوں کو زیادہ اختیارات نہ دیں۔ جواز شاد ہوا کرے مجھ کو
تیرا حکم دیا جائے تاکہ ہر ایک کام بادشاہ کی حسب مرضی ہو۔ واقعی بات یہ ہے کہ
بادشاہ اپنے فرزندوں کی عدول حکمی سے ناراض تھے اور بخت خاں کی یہ خواہش ان کی
مرضی کے موافق تھی۔ چنانچہ بخت خاں اس روز سے برابر روز بروز بادشاہ کے الطاف خاص

سے سرفراز ہوتے گئے۔

وہابیوں

دوران ہنگامہ میں ایک جماعت وہابیوں ٹونک سے آئی اور شکایت کی کہ فوج نے کچھ مالی امداد نہیں کی۔ وہابی اور کئی مقامات سے بھی آئے تھے۔ بخت خاں کو بھی وہابی تھے۔ اور محمد رفیع رسالدار مولوی امام خاں رسالدار مولوی عبدالغفور مولوی سرفراز علی بھی وہابی تھے۔ بخت خاں نے سرفراز علی کو پیشوائے مجاہدین مقرر کیا تھا۔ اور وہ ان کی سرپرستی کرتے تھے۔

بخت خاں کے آتے ہی وہابیوں کی کثیر تعداد آکر شامل ہو گئی تھی۔ ان وہابیوں نے ایک اعلان چھپوا کر شائع کرایا تھا جس میں تمام مسلمانوں کو جہاد کے لئے مسلح ہو کر آ کر ان کی دعوت دی تھی۔ اور لکھا تھا کہ اگر وہ نہ آئیں گے تو ان کے عیال واطفال برباد ہو جائیں گے۔ یہ اعلان بہادر خاں کے اعلان سے زیادہ تفصیل نہیں تھا۔

دہلی ملک کے متحدہ حصوں۔ مثلاً بے پور بھوپال۔ ہانسی۔ حصار سے آئے تھے اور کچھ ولایتی بھی تھے۔ مگر میں جن مقامات سے کہ وہ آئے تھے۔ تفصیل نہ یاد رکھ رہا ہوں البتہ مرزا سفل کے دفتر میں تفصیل موجود تھی۔

دہلی سے باہر سندھ بھی برٹش گورنمنٹ کے استنبہ ہی مخالف تھے جتنے مسلمان

خاص دہلی میں بھی یہی حالت تھی۔ مگر جب بخت خاں نے علماء و فہما کو جمع کر کے جہاد

لیا کہ تمام مسلمانوں کو اگر یزیدوں سے جہاد کرنا چاہیے تو مسلمانوں میں جس سے زائد ہتھیار و تعصب بھوکا اٹھا اور وہ گورنمنٹ سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔

بند شہر۔ علیگڑھ۔ اور میرٹھ وغیرہ میں ہندو گورنمنٹ برطانیہ کے اسے اس معاملہ مخالف تھے جتنے مسلمان

مستند بالآخر

افواج
تی

ہوا کل

یا معین

دیباچہ مقدمہ بہادر شاہ

عذا کی شان کے قربان ہونا چاہئے ایک زمانہ تھا ہندوستان میں نعل بادشاہ
 اجم کی حیثیت میں داخل ہوئے تھے۔ بابر و ہمایوں نے لودھی سلطنت کا چراغ گل کیا تھا
 وہ وقت بھی آیا کہ غلوں کی حکومت کا چراغ بھی جھلکا جھلکا کر خاموش ہو گیا۔ بہادر شاہ
 تیموری خاندان کے آخری شہنشاہ تھے اور ان کا نام سراج الدین تھا۔ سراج عربی زبان میں چراغ
 کو کہتے ہیں۔ بہادر شاہ کیا مٹے نعل سلطنت کا چراغ بجھ گیا۔ اس کتاب میں وہ داستان ہے جو
 تیموریہ خاندان کی تاجداری کا خاتمہ سناتی ہے اس میں ان تمام حالات کی تفصیل ہے جن کی
 بنا پر بہادر شاہ دوامی طور پر تخت دہلی سے محروم کر دیے گئے۔ جب یہ کتاب پڑھ لیجائیگی۔ تو
 زوال سلطنت کے تمام اسباب سبب نظر آسانی سے سمجھ جائیگا۔ ضرورت نہیں ہے کہ ان پر
 گفتگو کی جائے۔

۱۸۵۷ء اور ۱۹۱۹ء کی مطابقت

یہ کتاب ۱۹۱۹ء میں انگریزی سے ترجمہ کی گئی تھی اثنائے ترجمہ میں روٹل کے خلاف ہندوستان میں
 ایک فساد ہوئے، امرتسر و احمد آباد میں کچھ انگریز مارے گئے۔ دہلی قصور گو جلالہ امرتسر لاہور
 بمبئی و ٹریا وغیرہ مقامات پر انگریزی فوج نے رعایا پر بندہ فوجی فیر کئے اور نہروں آدمی لئے مر گئے۔
 اس سبب کا کہ یہ خصوصیت یہ تھی کہ تمام ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کا اتفاق ہو گیا مسلمانوں
 نے ہندوؤں کو مسجدوں میں عکب دی اور جامع مسجد دہلی کے گنبد پر ایک ٹھہرا دیہ دیش کے گنبد پر
 انگریزوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کا جھوٹا پانی پیایا مسلمان ہندوؤں کی لاشوں کے ساتھ کندھا دیتے
 وئے مر گئے اور ہندوؤں نے مسلمانوں کی لاشوں کو کندھا دیا اور ناز جنازہ میں شرکت کی۔
 غرض ایک عیسوی قوم کے خلاف ہندو مسلمانوں کا کامل اتحاد پایا گیا۔ جو آج تک قائم ہے جبکہ

اپریل ۱۸۵۷ء کا دور چل رہا ہے۔

ماطریں جب اس کتاب کو پڑھ لیکے تو انکو غرضت کے واقعات میں بھی اس قسم کا اتحاد ہوا۔
اقوام میں نظر آئیگا۔ غرض یہ بھی مسلمانوں نے گائے کشی بند کر دی تھی۔ اچھل بھی ہر جگہ گائے کی قربانی کے
خلاف مسلمانوں کی صدا میں بند ہو رہی ہیں۔ غرض یہ ہندو مسلمانوں کے لیڈر تھے اور مسلمان ہندوؤں
کی رہنمائی کر رہے تھے۔ اچھل بھی یہی حال ہے کہ ہندو حکیم محمد اعلیٰ خاں صاحب سراج الملک کو اپنا لیڈر
ہیں اور مسلمان بہاؤ گاندھی کی لیڈری و رہنمائی پر عمل کرتے ہیں۔

فلسفہ اتحاد

ہر انسانی طبیعت کا فلسفہ ہے کہ جب وہ مجبور ہوتا ہے یا کسی خطرہ کو محسوس کرتا ہے تو گروہ میں کے اختلافات
کو بھول جاتا ہے اور اپنی کمزوری دور کرنے کو ڈوبے آدمی کی طرح تنگہ کا سہارا تلاش کرتا ہے۔

ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کا اتحاد بھی ایک تسیری قوم کے مقابلہ میں خطرہ اور مشکلات کے وقت
ہوا کرتا ہے ورنہ مذہب اور تمدن کے اعتبار سے یہ دونوں اقوام ایک دوسرے سے بہت دور نظر آتی ہیں۔

۱۸۵۷ء میں ہندو اور مسلمان دونوں کو خیال ہو گیا تھا کہ ہمارا مذہب اور ہماری تمدنی اور رسم و رواج
کی بہت سی خطہ میں ہے اگر یہ کہو جبراً عیسائی بنانا چاہتے ہیں اور انکی خواہش ہے کہ ہمارے تمام رسم و رواج
پر سیکڑوں برس سے قائم ہیں یہ ربوئی شادیں۔ بظاہر وہ دیکھتے بھی تھے۔ کہ اگر یزیدوں نے نہایت حکمت
عملی سے آہستہ آہستہ اور رفتہ رفتہ ہندوستان پر قبضہ کیا تھا اور بعض ناماقتبہ اندیش باوریلوں کے

نے انکو یقین دلایا تھا کہ جس طرح سے ہمارے ملک پر قبضہ کیا گیا ہے اسی طرح ہمارے دین و راسخ
کیا جائیگا عوام و خواص میں یہ باوجود عرصہ دراز سے آہستہ آہستہ جمع ہو رہا تھا اگر نہ ہندوؤں میں کسی
تھی کہ اگر یزیدوں کے خلاف کھڑا ہوتا نہ مسلمان یہ بہت کر سکتے تھے کیونکہ ایک تو اگر یزیدوں کے پاس
نئی قسم کے تھے دوسرے فوجی تربیت انکے ہاں اعلیٰ درجہ کی تھی تیسرے ان کو توڑ جوڑ کر نوب آتے
تھے اور ہندو مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ مذہب کا اختلاف۔ زبان کا اختلاف۔ کھانے پینے کا اختلاف
پینے اور پینے کا اختلاف سننے پینے کا اختلاف۔ چاروں طرف پھیلا ہوا نظر آتا تھا اگر ایک گھر کے اندر

چار آدمی رہتے تھے تو ان کو آپس ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے اور متحد اور متفق ہو کر کام کرنے کی
 صلاحیت نہ تھی یقیناً ان دونوں قوموں میں ہزار بادمی ایسے موجود تھے جو یورپ سے آئی ہوئی ایک
 اجنبی قوم کی حکومت کو ہندوستان کیلئے باعث عار سمجھتے تھے۔ اور ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح
 انگریزوں کو ہم یہاں سے نکال دیں مگر وہ کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہندوستان میں آئیہ پتیس کروڑ آدمی
 کا سمندر بھرا ہوا تھا لیکن ان میں کسی قسم کی جنگی یا فوجی یا اجتماعی حالت کا پتہ و نشان نہ ملتا تھا اس
 واسطے وہ سب دم بخود ہوتے بیٹھے تھے اور موقعہ کا انتظار کر رہے تھے۔ ہندوستان میں اس وقت
 انگریزوں کا عجب داب محض ہندوستانی فوجوں کے باعث سے تھا۔ اور ہندوستانی انقلاب
 پسند لوگ ان فوج انگریزی کی شکم و فاداری کے تماشے روزانہ دیکھا کرتے تھے کہ وہی لوگ توار کے
 زور اور بالائی قوت سے انگریزوں کو اس کے ایکس کے حصے خر کر کے دیتے تھے لیکن جب انہوں
 نے دیکھا کہ ان افواج میں انگریزوں سے بدگمانی اور بدلی پیدا ہوئی تو انہوں نے اسی وقت معاملہ
 کو ہاتھ میں لے لیا اور سبک پہلے اس طریقے اختیار کئے کہ جن سے ہندو مسلمانوں میں اتحاد ہو جائے یہی
 وجہ تھی کہ انہوں نے کارٹوسوں پر چربی لگانے والے مسئلہ میں دونوں فریق کے جذبات کو نشی
 نظر رکھا یعنی ہندوؤں سے تو یہ کہا کہ کارٹوسوں پر گائے کی چربی لٹی ہوئی ہے۔ اور مسلمانوں
 پر یہ باتوں بھونکا کہ کارٹوس سونڈ کی چربی سے چھلنے لگے ہیں۔ یہ واقعہ صاف طور پر
 اب کرتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا اتحاد باہمی رضامندی سے نہ تھا بلکہ ایک بیرونی اراغی
 نے پیدا کیا تھا۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ جب انگریز فوجیاں ہو گئے تو ہندو مسلمانوں کی باہمی
 رنگ جس پر اتحاد کا طبع ہو گیا تھا گھسنے کے بعد بھراہلی صورت میں نکل آیا۔

مسلمان و بہادر شاہ

ان کتاب میں جس قدر شہادتیں بہادر شاہ بادشاہ کے خلاف جمع کی گئی ہیں اور جن پر
 جن لوگوں کی عاری وکیل نے ایک مولانی تقریر میں کے سامنے کی تھی۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بہادر شاہ
 کے بہادر اسلام و مسلمان اس قدر وفاتہ و فساد کے بانی مبنی تھے۔ میں یہ وہاں چاہا اسلام کو یا مسلمانوں

کو بہادر شاہ کو اعتراضات سے بچانے کے واسطے نہیں کہتا۔ نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ بہادر شاہ کو بے مقصد ثابت کروں۔ کیونکہ اگر میں ایسا کر بھی سکوں تو باوجود جواب ہونے کے اگر میں اس سے قائل نہ ہوں گے۔ اور نہ یہ امید ہے کہ بہادر شاہ کا موروثی ملک ان کی اولاد کو بھروسہ دے دینا جائیگا۔ میری خواہش تو صرف اتنی ہے کہ اس کتاب کے بعض اچھے ہوتے مضامین ناظرین کو سمجھاؤں۔ اور اسباب غدر کے فلسفہ پر پور خانہ حیثیت سے غور کروں۔ تاکہ اس کتاب کے پڑھنے والے، مقدمہ بہادر شاہ کی وجوہات اور الزامات کو تاریخی روشنی میں دیکھ سکیں۔ اور ان کو معلوم ہو جائے کہ مصفا نہ حاصل مقصد اس فساد کا کیا تھا۔ جو کچھ اس مقدمہ کے دوران میں عدالت کے سامنے استغاثہ نے پیش کیا۔ میرا منصب نہیں ہے۔ اور نہ اتنی جگہ ہے کہ میں اس تفصیل کے ساتھ گفتگو کروں۔ میں تو محض طور پر یہ بتانا دینا چاہتا ہوں کہ غدر میں دہلی شہر کے اندر انقلاب حکومت کی جو بے باک بھجائی گئی تھی اور قندھار سے اس میں حرکت کرتے ہوئے نظر آتے تھے، ان میں سے ایک شخص بھی سوا صوبہ دار خاں کے غدر کا بانی مہمانی۔ یا محرک یا اس کی ابتدائی سازش کا مشترک بلکہ اس عظیم الشان فساد کی بنیاد رکھنے والے کچھ اور ہی لوگ تھے۔ جو ٹیٹی کی آڑ میں رہے۔ اور آخر وقت تک سلتے نہ آئے۔ میں یہ نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ مجھے معلوم غدر کے اصلی بانی مہمانی ہندو تھے یا مسلمان۔ والیان ریاست تھے یا عوام۔ خود اودھ کے تھے یا بنگال کے۔ جنوب کے تھے یا شمال کے۔ میرا مقصد تو صرف یہ کہنا بہادر شاہ میں جن لوگوں پر غدر کا الزام لگا یا گیا ہے۔ یا جن پر غدر کرنے کا جرم ہے۔ یہ ہندوؤں میں ہے یا کو بانی غدر کا خطاب دینا بالکل ناجائز ہے۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ غدر میں جن لوگوں نے حصہ لیا وہ حقیقت میں مجرم نہ تھے۔ اور سب کے سب بیگناہ تھے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ غدر میں اگر بے پرواؤں نے جن ہندو مسلمانوں کو سزا دی۔ ان میں سے ایک حصہ اس نے اپنے اپنے کا اختیار سنبھال لیا۔ اور کچھ ایسے تھے جو غلط فہمی کے سبب بے گناہ مارے گئے۔ میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں

۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

کہ جن لوگوں نے عذر میں شرکت کی اور انگریزوں کے خلاف تلوار اٹھائی اور ناجائز ظلم
کئے۔ اور اس کے عوض خود بھی انگریزوں کے انتقام کا شکار ہوئے۔ وہ اصلی بانی عذر مہتمم
بلکہ پردہ کے پیچھے چھپی ہوئی ایک جماعت نے ان کو بھڑکایا۔ اور اس قسم کے خلاف
جرائم پر آمادہ کیا۔ اور جب انتقام کا وقت آیا۔ تو پردے میں چھپی ہوئی جماعت آراء
بیٹھی رہی۔ اور اس کے اشاروں پر بھڑک اٹھے والی جماعتیں انگریزوں پر
سے تباہ و برباد ہو گئیں۔ آج کل مسئلہ میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ کاہلی
ہیں۔ جن کو سب دیکھتے اور جانتے ہیں اور کام کرانے والے اور گتے
سکتا ہے اور نہ جان سکتا ہے۔۔۔ یہ ہتھیار چاہئے کہ یہ کوئی خفیہ انجن سے ثابت
ہے۔ ہمیں بلکہ ہندو مسلمانوں اور اقوام ہندوستان کے چند پرانندہ افراد کا یہ کام

یہ ہے جو اپنے اپنے شہروں، قصبوں اور گھروں میں بیٹھے ہوئے چپ چاپ
دوسروں میں پیدا کیا کرتے ہیں۔

اور یہ بالکل خیر مسئلہ ہے اور قدرتنا سر حکومت و مغلوب قوم کے اندر

ہو جایا کرتے ہیں۔ جو ایک برس یا دو برس یا ایک صدی یا دو

فٹ

بکرا اب ہو جاتے ہیں۔

دوسری طرف مناسبت سے شہر دہلی کے اشخاص

ہندوؤں نے
مقدمہ بہادر شاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ کے عذر میں دہلی شہر تمام باغی قوتوں
کو جن کیا تھا۔ اگرچہ عذر کی ابتدا میرٹھ سے ہوئی لیکن وہاں کو باغی افواج نے سب
پہلے دہلی کا رخ کیا ہی حال اور شہروں کا تھا کہ جہاں جہاں فوجیں باغی ہوتی تھیں
ان تمام جا
یہاں دہلی کا رخ کرتی تھیں کیونکہ دہلی میں مغلیہ سلطنت کے نام چار کے ایک بادشاہ
جن لوگوں
موجود تھے جن کو ہندو مسلمان صدیوں کی روایات کی بنا پر دلوں میں اپنا
بہادر شاہ

وقت
فی میں غلہ
مردوں اور
میں وراج
بہاوت مکر

ریوں کے
پہلے وراج
میں کے
پہلے
نوب
کے
گھ

ان کی مجبوری و مصوری سے دل ہی دل میں کڑھتے تھے۔ اور پھر وہ تھی کہ غدر اور بغاوت
 کے لیے یہ شخصیں وہی کارخ کرتا تھا کیونکہ بادشاہ وہی کو اس موقع کے لئے سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا
 تھا۔ اور یہاں سے بڑا غدر وہی شہر میں سب سے بڑی شخصیت بہادر شاہ بادشاہ کی تھی اور
 کو بہ نصرت ان کے بیٹے مرزا اسل اور صوبہ دار بخت خاں تھے۔ مرزا ناصر سلطان یا خیر سلطان
 اس سے قائل نہ ہر مرزا عبدالرشاد ہی نسل میں ہونے کے سبب باغی افواج کے عہدے دار
 پھر واپس دینا چاہتا تھا۔ شخصیت مرزا اسل اور بخت خاں اور بہادر شاہ کی تھی وہ کسی اور کی نہ
 ہونے صفا میں ناظر یہ کہ مقتدیہ بہادر شاہ میں سلیکڑوں نام محرکین غدر کے نظر آتے ہیں۔
 کوں۔ تاکہ اس رواں تمام قوتوں نے پی تیں جو مجھ سے تھیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں میں کون
 رہا سب سے زیادہ اس کی اہمیت رکھتا تھا کہ انقلاب جیسے شکل کام کی سرپرستی اور رہنمائی کر سکتا ہے
 کچھ اس قدر ہے کہ بہادر شاہ اور ان کے بیٹے مرزا اسل میں انقلاب کی رہنمائی کا کچھ بھی مادہ و
 ہے اور نہ انار البتہ بخت خاں صوبہ دار اس کی قابلیت رکھتا تھا۔ اگر اس کو بہادر شاہ اور
 دینا چاہتا ہو رہی شاہ شخصیت حاصل ہوتی تو وہ ضرور اپنی فوجی و انقلابی لیاقت سے انگریزوں
 قدر چہرے اس کے طور پر بیدخل کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ کیونکہ آثار سے یہ معلوم ہوتا
 صوبہ دار خاں بکت کا وہی ایک ہونہار رکن تھا۔ اور ایک مخصوص قابلیت۔ فلاح ہونے کا اس
 کے مددگار بنی جس کو انگریزوں کی فوجی تربیت نے چار چاند لگا دیے تھے۔
 افراد میں سے صرف ایک صوبہ دار بخت خاں پر دے کے باہر میدان میں آیا تھا۔
 اور لوگ بھی عملی کار گذاریوں کے وقت کھلم کھلا اس کے ساتھ ہونے اور معنوں
 شاہی خاندان کا کاشا سدر راہ نہ ہوتا تو آج ہندوستان پر بخت خاں کا بیٹا
 حکمران نظر آتا۔ مگر مشکل یہ آن پڑی تھی کہ باغی افواج اور تمام ملک کو شاہی خاندانوں کے
 اور اس کے سرغنہ بہادر شاہ پر اعتماد تھا؟ اس کے سوا کسی اور کی سرداری وہ جہاں کے نوب
 دی گئی تھی۔ اور شاہی خاندان بادشاہ ہمیت فن حرب اور مقابلہ سیاسی سے قطعاً آگے نہیں جاتا تھا۔
 اور اگر ایک گھ

بلد تھانہ اس کے اندر غفلت کی وہ قدیمی سرخرو شانہ و خاتمانہ مدح باقی تھی نہ وہ جنگاوی
اور محنت کے حامی تھے۔ اور نہ ایسی نازک اور بخندوش حالت کو قابو میں کرنے کی ان کے
دل و دماغ میں قابلیت تھی۔

صوبہ دار خجست خاں نے بڑی گہری چال چلی تھی کہ نام بادشاہ کا رہے اور کام میں
کہوں اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر شاہ نے بھی اس نکتہ کو سمجھ لیا تھا۔ اور اپنی مکروری
اور اپنے لوگوں اور خاندان کی نالائقی کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ
صوبہ دار خجست خاں میں ہر قسم کی قابلیت موجود ہے۔ اسی واسطے انہوں نے تمام اختیارات
خجست خاں کے ہاتھ میں دیدیے تھے۔ اور اس کو لادگو زبیر بنا دیا تھا۔ مگر بدستی سے مرزا
غل اس نکتہ کو نہیں سمجھتے تھے ان کو خود مختار بادشاہ بننے کا خطبہ ہو گیا تھا۔ وہ خیال کرنے
تھے کہ بہادر شاہ خجست خاں کے وہاں ہیں و لیکن کچھ ہے اگر پول کا میدان صاف
اب میرے سوا کون ہندوستان کا بادشاہ بن سکتا ہے یہ نہ سمجھتے کہ بادشاہی کا ٹولہ کی
ج ہے۔ اس پر سفا آسان نہیں ہے اور اس کیلئے بہت بڑی قابلیت درکار ہے۔

انجام یہ ہوا کہ مرزا غل نے خجست خاں کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالیں اور ان سے مخالفت
رعب کی اور خجست خاں بچا رہے پر دو جہت سے اس کے مقابلہ کا بوجھ ٹوٹ پڑا۔ ایک طرف انگریز
دوسری طرف مرزا غل۔ اسی کشمکش میں فرضیں قابضے باہر ہو گئیں۔ انتظام کی مشین بگڑ گئی
ایڈل نے دلی فتح کر لی اور انقلاب کی سکیم و حوال ہو کر اڑ گئی۔

غدر کا الزام

ان تمام حالات کو سننے کے بعد آسانی سے نتیجہ نکال لیا جاسکتا ہے کہ مقدمہ بادشاہ میں
جن لوگوں پر غدر کا الزام لگایا گیا ہے وہ محض بے قصور تھے سوائے صوبہ دار خجست خاں
کے بہادر شاہ نے جو تحریری بیان اپنا پیش کیا وہ ایک حد تک بالکل صحیح ہے یعنی غدر کی

سازش سے ان کو کچھ بھی خلق نہ تھا۔ اور ان کو انقلابی تحریکوں کا سرپرست ثابت کرنا بالکل ناممکن ہے۔ حضرت پیرزاوے حسن عسکری صاحب کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے غلطی اشارات کے بہار بادشاہ کو فساد اور انقلاب پر آمادہ کیا۔ بالکل جھوٹ اور بیجا ہے۔ یہ تسلیم کرنا ہوا کہ حسن عسکری صاحب نے کچھ خواب بہادر شاہ کے سامنے بیان کئے ہونگے اور بادشاہ ان خوابوں کی تفسیر سے خوش ہوئے ہونگے لیکن یہ بات بالکل غلط ہے کہ محض خواب دیکھنے کی بنا پر اور حسن عسکری صاحب کے کہنے سے بادشاہ ایک ایسے عظیم الشان انقلاب کے لئے آمادہ ہو گئے کیونکہ بادشاہ کی طاقت اور عقل اور ظاہری ذہانت اس بڑے منصوبے کے سرسر خلافت تھے۔ ہر آدمی اپنے تعلق کوئی خواب سنکر یا اچھی مشین گوئی معلوم کر کے قدرتِ ناخوش ہوا کرتا ہے کہ اس کے معنی میں ہوتے ہیں۔ وہ خواب اور مشین گوئی سے متاثر ہو کر اس قسم کے احمقانہ اور خلافت عقل افعال کیلئے آمادہ ہو جاتے۔ جیسا کہ بہادر شاہ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بالکل تخریب عقل ہے کہ وقتِ فتنہ کو ایران یا ترکی میں بھیجا گیا ہو مگر یہ کوئی ایسا جرم نہیں ہے کہ جس کو اسبابِ غدر پر مبنی نہ کیا جلتے۔ اگر اگر پیر بہادر شاہ کی جگہ ہوتے اور بہادر شاہ نے ان کے موردی ملک پر مشورہ کر لیا ہوتا تو کیا وہ یورپ کے بادشاہوں کو درود کا بلاوا نہ دیتے یا اس قسم کی خفیہ سفارت پر مشورہ بھیجتے؟ یہ ہر انسان کی فطرت ہے۔ اگر بہادر شاہ یا حسن عسکری نے ایسا کیا تو کوئی جرم نہ کہ بات نہیں کی۔ کیونکہ اسبابِ غدر کو ترکی اور ایران سے کچھ تعلق نہیں ہوا یعنی نہ ترکوں کی نہ ہندوستان کی کچھ مدد کی اور نہ ایرانیوں نے۔ بہادر شاہ نے اپنے تحریری بیان میں پیرزاوے حسن عسکری صاحب کا اظہار کیا ہے۔ ایک مقدمہ کی حالت میں ان کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جو گزرا ہے جبکہ سب معاملات ختم ہو چکے ہیں ایک مؤرخ یہ رائے دے سکتا ہے کہ بہادر شاہ اگرچہ مجبوری سے باغی فوج کے ساتھ ہوئے اور ناجائز قتل و غارت گاہوں نے انہیں نہیں دیا اور ظلم و ستم سے وہ حد درجہ ناخوش تھے۔ تاہم انقلاب کی حالت دیکھ کر وہ اپنے کان کی ٹنگست کے آثار محسوس کر کے اپنے تابع و تحت کی بجائی کا ان کو ضرور خیال آیا ہوگا ایک

اس نے فوج کے مجدد کر کے بعد جب انقلاب کی سرپرستی قبول کی ہوگی۔ تو وہ پہلے
 ان کا کہیں نام و نشان باقی نہ رہے۔

مستفیانہ نام کی نظر میں یہ خیال جرم نہیں ہے۔ بہر دور اور ہر انقلاب کے زمانہ
 میں یہی چیز ضرور دیا گیا ہے۔ اگر بہادر شاہ کامیاب ہو جائے اور انگریزوں پر کسی قسم کا تسلط
 ختم ہو جائے تو کیا مسئلہ دربار کا سرکاری وکیل انگریزوں کو مجرم ثابت کرنے میں انگریزی وکیل
 کی سزاوارت ہوگا۔ یہ تو دنیا میں ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے جس کے ہاتھ میں لالچی ہوتی ہے ہمیشہ کی
 بہانہ یہ کہ سب اراکین کی سزاؤں کو لیں وہ جبر کر سکتا ہے۔

اسلام و مسلمین

بانی وکیل نے جو دو جہاں دار تقریر بعد از مقدمہ پر کی ہے اس کے تمام بڑے بڑے حصوں
 میں سمجھتا ہوں۔ اشاروں ہی اشاروں میں میں نے دیکھا صرف ایک چیز باقی ہے جس
 کے خلاف کائنات حقیقت سے رو کر نا ضروری خیال کرتا ہوں۔ سرکاری وکیل نے اس بات
 حقیقت زور دیا ہے کہ یہ غلاموں کی سازش کا نتیجہ تھا۔ اور اسلام ابتدا سے اس قسم کی
 سازشوں اور غوریزوں کا حامی و مددگار ہوتا رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ الزام
 باقی وجہ سے مسلمانوں اور اسلام پر لگایا گیا ہے ایک تو یہ کہ بہادر شاہ مسلمان تھے اور تمام
 مسلمانوں کا مرکز بن گئے تھے۔ اور جس قدر ناچار و مظالم جاہل فوجیوں کے ہاتھ سے انگریز عورتوں
 پر ہوئے ان کا ذمہ دار و سرور بہادر شاہ کے مددگاروں تھا دوسری وجہ یہ کہ
 یہ جمع قوم کو زیادہ کھٹکا مسلمانوں کا رہتا تھا۔ کیونکہ ملک مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے لیا گیا تھا
 پارکستان کی دیگر غیر مسلم اقوام کے مقابلہ میں مسلمان ہی سب سے زیادہ حاکمانہ و سپاہیانہ
 مار رکھتے تھے۔ تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سرکاری وکیل ہندوستان کے اتحاد کو

برٹش گورنمنٹ کے قبضے اور تفرقہ ہندوستان کے خلاف سمجھتا تھا۔ اور شاہ یا مس۔ ہمارا شاہ
 رکھنے کی ضرورت ہی اس امر کی شفاعتی تھی کہ ہندو مسلمانوں کے اتفاق میں تفرقہ بالکل ناممکن
 جائے۔ اور وہ جب یہی ہو سکتا تھا کہ ایک فریق کی جانب داری ہو اور دوسرے ہتسکے ہوا
 رکھ دیے جائیں۔ میں ان تمام وجوہات کو پیش نظر لانے کے بعد سرکاری وکیل کی توجہ کو
 بیانی کو معاف کر دیا چاہتا ہوں۔ انہوں نے جو کچھ کہا اور جیسے جیسے الزام مسلمانوں کی تیسرے
 اسلام پر لگائے اور جیسا سخت لہجہ اختیار کیا: وہ اگرچہ صداقت کے اعتبار سے بالکل کبھی صحیح
 اور بودا معلوم ہوتا ہے۔ تاہم ایک ایسے وقت کے انگریزوں کے دلوں کے زخم سے ہر سے صداقت
 نیا نیا ہو چکا تھا۔ انگریزوں کو اپنی عورتوں اور بچوں کی دردناک داستانیں یاد نہیں تھیں جو
 اقبال جالت اسیری بحیثیت مجرم عدالت کے کثروں میں حاضر تھا۔ سرکاری وکیل اگر انہیں
 تہریر نہ کرتا تو میں سمجھتا کہ وہ آدمی انہیں تھپتھپاتا۔ انسان جب بالوس ہوتا ہے۔ یا تو اس وقت
 زبان درازی کرتا ہے اور یا جب ہر خطہ سے محفوظ ہو جاتا ہے تب اس قسم کی باتیں
 کی حیات اس کو پیدا ہوتی ہے۔ البتہ موجودہ نسلوں کیلئے یہ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس
 سائنس اور بغاوت کا حامی نہیں ہے۔ غرض کہ میں جس قسم کے اجازت و اوقات پیش
 اسلام کے کہیں بھی ان کی اجازت نہیں دی تیرہ سو برس سے آج تک تاریخ ایک واقعہ ہے کہ
 ایسا پیش نہیں کرتی کہ اسلام کی اجازت سے اس قسم کی کوئی حرکت کی گئی ہو جیسی غرضت
 پیش آئی۔ البتہ مسلمانوں کے ذاتی افعال کا اسلام ذمہ دار نہیں ہے اگر کوئی مسلمان شراب
 زنا کے چوری اور جوئے کا ارتکاب اس سے سرزد ہو تو اس کا جواب وہ اسلام نہیں ہے
 بلکہ مسلمانوں کی بشری اور انسانی سرشت پر اس کا الزام رکھا جائیگا۔ کیونکہ کوئی مذہب
 آدمی کو سراسر بے نفس بنا دینے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی عیسائی کسی کے چہرہ
 کا ایک ملاخچہ اسے یا جیسے کسی کو بیکار میں پڑ کر بھائے تو کیا اس کا الزام عیسائیت
 جاسکیگا ہرگز نہیں ہرگز نہیں کیونکہ عیسائی مذہب تو یہ سکھاتا ہے کہ اگر کوئی تیرے دشمن کا
 ایک

درج کی روزمرہ اس کے آگے کر دے کہ ایک
 دتا ہے کہ ویل اس کے ساتھ چلا جا۔
 یہ لیا تھرکاری وکیل کی پرچوش تقریر پر یہ حاشیہ کافی
 زیر دلی آگئی۔ کہ سرکاری وکیل نے اسلام پر جس قدر الزام لگایا
 ایسی ہیجئے۔

غنیہ سیرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ

ابو اسیتانغور شاہ میں پیر زادے حضرت حسن عسکری کا جبکہ فکر آ رہا ہے اور عقائد
 ہیں یہاں چلین شنبہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے ناظرین کتاب ہذا کے سلسلہ
 ان کی تباہی و تباہی دینی چاہتا ہوں کہ وہ ہرگز باطل پر عیب اور ایک نفس ختم ہوا
 حاصل تھا وہ ان کی جان لینے کا باعث ہوا۔ جناب ثواب محمد خضر صاحب ہو تو
 کے علاوہ اپنے والد مرحوم کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت حسن عسکری کی صورت
 ہر طرف ان کو دیکھتا تھا۔ مسخر ہو جاتا تھا وہ حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی
 اور تائب خضر صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے والد نے مجھ سے ارشاد کیا کہ
 یہاں حسن عسکری کو دیکھتے تو تم کو یہ خیال ہوتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی
 ہم پیکر۔

منہ سے کہ حضرت حسن عسکری کو چھانی دیدی گئی اور آج ان کا ذکر نامناسب
 کیا جاتا ہے۔ مگر دنیا کا انصاف اور سندوستان کی اقامت حضرت حسن عسکری کے نام کو ہے
 ان کی جگہ لے کر

حاج خانصاحب حوم

یہ حسن الدخان صاحب کا نام جبکہ جگہ آ رہا ہے اور ان کی

ماز میں تھے طبی اور دینی معلومات اعلیٰ و

مستند گاہ حاصل تھی۔ ان کی شہادت سے معلوم ہوا

اور انہوں نے باغی افواج کے ابتدائی طرز عمل سے سمجھا

میں غیر ناممکن ہے اور وہ وقت بہت جلد آیا تو اسے جبکہ اگر

درہندوستان پر ان کا پورا تسلط ہو جائیگا۔ اس واسطے انہوں نے اچ

انہیں طرف بادشاہ کو نیک صلاحیں دیتے رہے اور دوسری طرف انگریزوں کو

م رکھا اور یہی وجہ ہوئی کہ باغی افواج نے ان کو انگریزوں کا آدمی سمجھ کر قتل و ق

اور ان کا گھر بھی لٹا گیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ غدر سے لیکر جنگ دہلی میں ان کا

غارت سے لیا جاتا ہے۔ اور بہادر شاہ کے نام سے پیدا اشعار جگہ جگہ پڑے جاتے

حکیم حسن الدخاں کو بہادر شاہ نے یہودی کہا ہے اور ان کو اپنی اور اپنے خاندان

میں قرار دیا ہے۔

بچپن میں میر نے خوابتے والدین سے خصوصاً والدہ صاحبہ سے حکیم حسن الدخاں

میں سخت اور مہربانی بری روایتیں انگریزوں کی تائید کی تھیں مگر آج جب میں

رشتہ پر چھا تو ایسا تا میری رائے یہ ہو گئی کہ حکیم حسن الدخاں مسلمانوں اور مشرک

بادشاہ کے غدار نہ تھے۔ انہوں نے جو کہا کیا ملک و قوم کی ہمدردی کی وجہ سے کیا۔ اس

نہ انہوں نے جو کہہ کر نہیں تھا۔ تمام الزامات کی تردید ان کی شہادت کرتی ہے جو

میں اور انصاف سے ہے کہ وہ خوراک سمجھ جائیگا کہ حکیم صاحب نے نہایت عقل

کو اور مسلمانوں کو الزامات غداوت سے بچانے کی کوشش کی ہے اگر وہ انگریزوں

و قوم کے دشمن ہوتے تو ان کی شہادت سے اس پر شک و شبہ نہ

ہوتا۔ یہ ہے کہ اس کا بڑا حصہ اس غداوت کے خلاف ہے

میں اس کا انکار

مکندلال صاحب سکرٹری

مقدمہ میں ان کی شہادت سترہائی کی تھی۔ وہ بیہوش تھے سترہائی تھے۔ وہ ان کے
راز جانتے تھے۔ مگر انہوں نے کوئی ایسی بات بیان نہیں کی۔ جس سے کوئی گرفت بادشاہ کے
خلاف حاصل ہوئی۔

مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ان کی زبان سے نکلا یہ افعال ہے کہ ان کی ذاتی خواہ
سے نہ نکلا۔ بلکہ مقدمہ کی تیاری کے لئے مستغاثہ فرما دی گئے۔ ان کو جبر کر کے
بیان دلایا ہو گا۔

عظیم احسن الدین صاحب اور کندل صاحب کے بیانات سے صاف ظاہر
ہے کہ ایک فرق مسلمانوں کو تصور واکہ تھا۔ وہ دوسرا جندھان کو۔
حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ نذر کے وقت کسی قوم کی خصوصیت نہ تھی۔ نہ جہت
کیساں نذر میں حصہ لیا تھا۔

لیکن وقت کی ضرورت اکثر سید وقت کی صورت میں دیکھتی ہے۔

چھوٹے درجہ کے گواہ

جس قدر اس مقدمہ میں پیش ہوئے۔ وہ عموماً انگریز یا ملازم تھے۔ ان میں

کی تیز کوئی تھی۔
ان کو ہم کیا کہتے ہیں۔ اور جسے کیا کہنا چاہیے۔

مہر حضرت حسن نظامی

بہادر شاہ مرحوم

بہادر شاہ کا کیریکٹر اس کتاب اور اس کے حصوں سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے لیکن
 یہ ایک بات ایسی ہے جس کی اثبات میں بھی اشارہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حالت اسیری میں
 اس بھی صحیح و مانع رکھتے تھے اور مقدمہ میں ان کی جرح خاص قانونی نکات پر ہوتی تھی حالانکہ بیٹوں
 اور اور پوتوں کی ہلاکت اور ہڑاپے میں اپنے گھر بار کی تباہی کے بعد کوئی بوڑھا آدمی اپنے حواس
 نیا نہیں رہ سکتا مگر بہادر شاہ کی خصوصیت قابل تعجب ہے کہ وہ آخر وقت تک مضبوط رہے
 اقتبا اور مقدمہ میں ایسی جرح کی گواہ لا جواب ہو چکے بعض ہندو اور انگریز گواہوں سے جو جرح
 قہر نہیں نے ان کے بیان کو بناوٹی ثابت کرنے کے لئے گرفت خانہ اضافے کی وہ معمولی دل و دماغ
 زبان کا آدمی نہیں کر سکتا میں سمجھتا ہوں کہ تہنش و جواس کی یہ سلاستی ایک حد تک ان کو خود کا شریک
 کی پہچان کرتی ہے۔ اگر موقع خلاف نہ ہو جاتا تو بہادر شاہ ضرور انقلاب سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اور
 ساز بہرہ و سیاسی کمزوری کے ان کے دماغ میں صلاحیت حکمرانی کی موجود تھی۔

میرزا مغل مرحوم

بہادر شاہ کے بیٹے تھے جن کو باغی افواج کا کمانڈر بنایا گیا تھا۔ انہوں نے کوئی کام
 نہ کیا اور ان کے لئے صرف ایک ہی چیز تھی کہ وہ ایک ہی جگہ پر رہیں اور ان کے لئے وہ صرف ایک ہی چیز تھی کہ وہ ایک ہی جگہ پر رہیں
 بلکہ مسلمانوں میں دشمنی انداز ثابت ہوئے۔ اور انہی کی ضد اور جہاد پسندی سے مسلمانوں کو
 آدمی کو بارہ قبضہ دی گئی کا موقع دیا۔ اس واسطے کہ نظر میں وہ قابل طاقت اور سرکاری نگاہ میں
 کا ایک طائفہ کہے جاسکتے ہیں۔

عذر دہلی کے بقیہ حصے

عذر دہلی کے بقیہ سات حصے حسب تفصیل ذیل قیمت واکر کے
کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی سے مل گئے ہیں

حصہ اول "انٹروال کی بوندیں" خاندان خلیفہ کی تباہی، بادشاہ، شاہزادوں اور

شاہی کی دوسری کیفیت۔ عذر دہلی کے متعلق کمی دل ملا دینے والے صردار انجیر افسانے، قیمت ۴

حصہ دوم "انگریزوں کی بٹیا" اس حصہ میں وہ نظام و مصائب عذر میں انگریزوں کو پیش

درج کیے گئے ہیں جیسا کہ ایک جوت درود میں درج ہے۔ قیمت ۱۲

حصہ سوم "محاصرہ دہلی کے خطوط" اس میں ان خطوط کو شائع کیا گیا ہے جو محاصرہ

کے وقت انگریزوں نے جاں کے انہوں کو بھیجے تھے اور عذر کا رپورٹ اور اصل کی تھا۔ قیمت ۴

حصہ چہم "گرفتار شدہ خطوط" اس میں وہ خط و کتابت درج ہے جو بادشاہ

ہندوستان میں ہوئی تھی اور جس کو انگریزوں نے قلعہ دہلی سے گرفتار کیا تھا۔ قیمت ۴

حصہ ششم "عذر دہلی کے اخبار" اس میں ان اخبارات کا انشاس درج ہے

گوئیٹ انگریزی نے یہ الزام لگایا تھا کہ عذر کے معاملہ میں انکا بہت کچھ دخل ہے۔ قیمت ۴

حصہ ہفتم "غالب کا روزنامہ عذر" عذر کے چند بد حالات یہندوستان کے مشہور اخبار

نور ثنائیہ کے قلم سے ہیں ان کی فارسی کتاب "دستنبیو" کا سب سے پہلا حصہ بھی شامل ہے قیمت ۱۲

حصہ ہشتم "دہلی کی جاں کنی" عذر کے تمام تفصیلی حالات اور اصلی واقعات۔ اس میں

۱۰۰۰ روایات عکسی تصور میں بھی شامل ہیں۔ قیمت علاوہ محصول الیکے و پیہ مجلد غیر

ملنے کا پتہ

کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو۔ دہلی



DATE 905314

DATE

NAME

BOSTON

